جملہ حقوق بحق سرکار محفوظ ہیں

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

قصص الاولین عبرۃ الآخرین

تاریخ اولیاء گجرات

ترجمہ

مرآۃ احمدی

مترجمہ مولوی سید ابوظفر ندوی صاحب

حاجی بدرالدین حسین الدین نظامی
تاجر کتب - پانچ پٹی احمد آباد

حاجی بدرالدین نظامی پبلشر نے حمایت اسلام پریس لاہور میں
باہتمام شیخ حسن الدین پرنٹر چھپوا کر پانچ پٹی احمد آباد سے شایع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام
علی رسولہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واولادہ واصحابہ
واہل بیتہ اجمعین ط اما بعد عرصہ دراز سے اس ناچیز کو شوق تھا کہ شہر
احمد آباد واطراف واکناف کے اولیاء اللہ کے حالات اردو میں شائع کروں۔ تاکہ اردو خوان
اس سے فیضیاب ہوں اور اس ناچیز کی دنیا میں ایک یادگار رہے بفضل اللہ تعالیٰ امید پوری ہوئی
یہ مرأۃ احمدی فارسی کے آخری حصہ کا ترجمہ ہے۔ جس میں شہر احمد آباد کے بہت سے
اولیاء اللہ کے حالات ہیں اور علاوہ ازیں پیران پٹن دھولقہ نڑیاد بھروچ سورت نوساری
کھمبایت وغیرہ کے اولیاء اللہ کے حالات بھی اس میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ اولیاء اللہ
کے صدقہ وطفیل سے میری اس محنت کو قبول کرے اور عقبیٰ کے لئے ذخیرہ حسنات ہو آمین ثم آمین

اس کتاب کے جملہ حقوق جناب سید ابوظفر ندوی صاحب سے معقول اجرت پر ہمیشہ کے لیے
نے خرید لئے ہیں اور ہر زبان میں چھاپنے کا اور فروخت کرنے کا ہم کو حق حاصل ہے۔ اور اس کو
ـدہ سرکار گورنمنٹ میں بموجب ایکٹ نمبر ۳ سنہ ۱۹۱۴ء ہم نے رجسٹری کرائی ہے۔ لہذا کوئی
ـب خواہ وہ تاجر ہو یا مالک مطبع اس کتاب کو چھاپنے یا چھپوانے کا ارادہ نہ کرے۔ ورنہ بعوض نفع قلیل
نقصان کثیر کا زیر بار ہوگا وما توفیقی الا باللہ۔ المشتہر حاجی بدرالدین حسین الدین تاجر کتب پانچ پٹی احمد آباد

تہدیہ

میں صدق دل سے اس کتاب کو عالیجناب فیضمآب سیٹھ احمد میاں بن محمد عماد الدین (عرف ننھا میاں) ولی اللہ کے نام نامی سے موسوم کرتا ہوں۔ کیونکہ باوجود تجارتی اشغال کے آپ ہمیشہ اہلِ علم سے محبت کرتے رہے۔ اس کے علاوہ آج سے کچھ دنوں قبل تک تجارت کے علاوہ آپ کا خاندان مشہور علمی خاندان تھا۔ سلسلہ نسب آپ کا مندرجہ ذیل ہے:۔

سیٹھ احمد[1] میاں بن محمد عماد الدین[2] عرف ننھا میاں، بن محمد علی[3]، بن میاں محمد[4] بن محمد عماد الدین[5] عرف
ننھا میاں، بن مولانا محمد نور الدین[6]، بن مولانا محمد عماد الدین[7]، بن مولانا ولی اللہ[8]، بن محمد عماد الدین[9]، بن شیخ
احمد[10]، بن شیخ صالح[11]، بن مولانا شیخ نور الدین[12] (عرف میاں جی) بن شیخ محمود[13]۔

خاندانی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جدہ یا مدینہ سے آپ کے آباؤ اجداد وارد گجرات ہوئے، کس سنہ میں آئے یا کس بادشاہ کا عہد تھا۔ اس کے متعلق کوئی صحیح تاریخی روایت نظر سے نہیں گذری۔ البتہ ولی اللہ مسجد کا کتبہ میں نے پڑھا جس سے اس قدر معلوم ہوا کہ آباؤ اجداد نے اس کی مرمت بعہد سلطان محمود بیگڑہ کرائی ہے۔ اس سے اس قدر معلوم ہوا۔ کہ سلطان محمود بیگڑہ کے عہد میں آپ کا خاندان موجود تھا۔ محمود بیگڑا ۸۶۳ھ میں تخت نشیں ہوا۔ اس کے ابتدائی عہد کے چند سال چھوڑ بھی دیئے جائیں تو بھی اس حساب سے تقریباً پونے پانچ سو برس سے یہ خاندان گجرات میں مقیم ہے۔ گو کہ آپ کے خاندان میں علمیت مولانا محمد نور الدین اوّل ہی کے وقت سے موجود تھی اور اسی لئے عام طور پر آپ کو میاں جی کہتے تھے، جو کہ اس عہد میں معلموں کے لئے یہ معزز خطاب تھا۔ لیکن آپ کے خاندان میں مولانا ولی اللہ کی شخصیت غالباً پہلی ہے جو علمی حیثیت سے نمایاں ہوئی ہے۔ آپ علوم معقول اور منقول دونوں میں دستگاہ رکھتے تھے۔ مگر بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ معقول کی طرف زیادہ رجحان تھا۔ کیونکہ بیشتر کتابیں جو آپ

کی تحریر کردہ ہیں، یا زیر مطالعہ رہی ہیں، منطق فلسفہ، کلام اور مناظرہ کی ہیں۔ آپکا دستور تھا۔ کہ تحریر کردہ کتابوں کے آخر میں اپنا نام تحریر کر دیتے۔ یا زیر مطالعہ ہوتی۔ تو اختتام مطالعہ کی تاریخ ثبت فرماتے، بلکہ صحت کے خیال سے اگر کسی کتاب کا مقابلہ کیا ہو تو وہ بھی تحریر فرمادیتے اور غالباً اسی دینی اور دنیاوی وجاہت اور شخصیت کا اثر ہے کہ آج تک یہ خاندان اسی "ولی اللہ" کے نام سے شناخت کیا جاتا ہے۔ اور خاندان نے فخریہ اس نام کو اٹک (خاندانی لقب) قرار دیا ہے +

اُس وقت احمد آباد میں مولانا احمد بن سلیمان کُردی ایک مشہور عالم اور صاحب درس تھے، علوم معقول میں خصوصاً اُن کو بڑا درک تھا۔ مولانا ولی اللہ کا علمی مذاق اور سنوں کے تطابق سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ولی اللہ کو مولانا احمد بن سلیمان کُردی کی شاگردی کا فخر حاصل تھا مولانا احمد کی وفات سنہ ۱۱۰۰ھ میں ہوئی ہے اور مصرعہ تاریخ "شمعیکہ بود انجمن علم گل شدہ" ہے۔

مولانا ولی اللہ کے لائق فرزند اور خلف رشید مولانا محمد عماد الدین ہیں۔ یہ اپنے وقت کے بڑے علامہ تھے۔ اور حضرت عبدالرسول خدا نما کے شاگرد تھے اور تاجر ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب درس بھی تھے۔ اس عہد میں ان کی علمی درسگاہ احمد آباد کے لیے باعث فخر تھی۔ اُس عہد میں آپ کا قیام فصیل شہر احمد آباد سے باہر تھا۔ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں آج تبلیا مل واقع ہے۔ غالباً اس مل کا پورا احاطہ اس علمی درسگاہ کی یادگار ہے۔ اسی مقام پر ایک چھوٹی سی مسجد بھی واقع ہے۔ مشہور ہے کہ آپ مسجد میں درس دیا کرتے تھے اور کثیر طلبہ کی جماعت پروانہ کی طرح اردگرد اس علمی شمع کے جمع رہتی تھی +

آپ کو بھی معقول اور منقول دونوں میں کافی دخل تھا۔ مگر وراثت پدری (علوم معقول) کے ساتھ میں دیکھتا ہوں کہ علوم منقول کی طرف بھی کافی توجہ تھی۔ چنانچہ آپ کے کتب خانے کی کتابیں شاہد عادل ہیں۔ کہ حدیث، فقہ اور تفسیر کی کتابیں اکثر آپ کے زیر درس رہی ہیں۔ یہ مسجد مع مختصر رقبہ کے آج بھی آپ کے خاندان کے قبضہ میں بطور یادگار موجود ہے اور آپ کے خاندان کی طرف سے مرمت ہوتی رہتی ہے۔ اسی مسجد کے بازو میں ایک مختصر سا قبرستان ہے

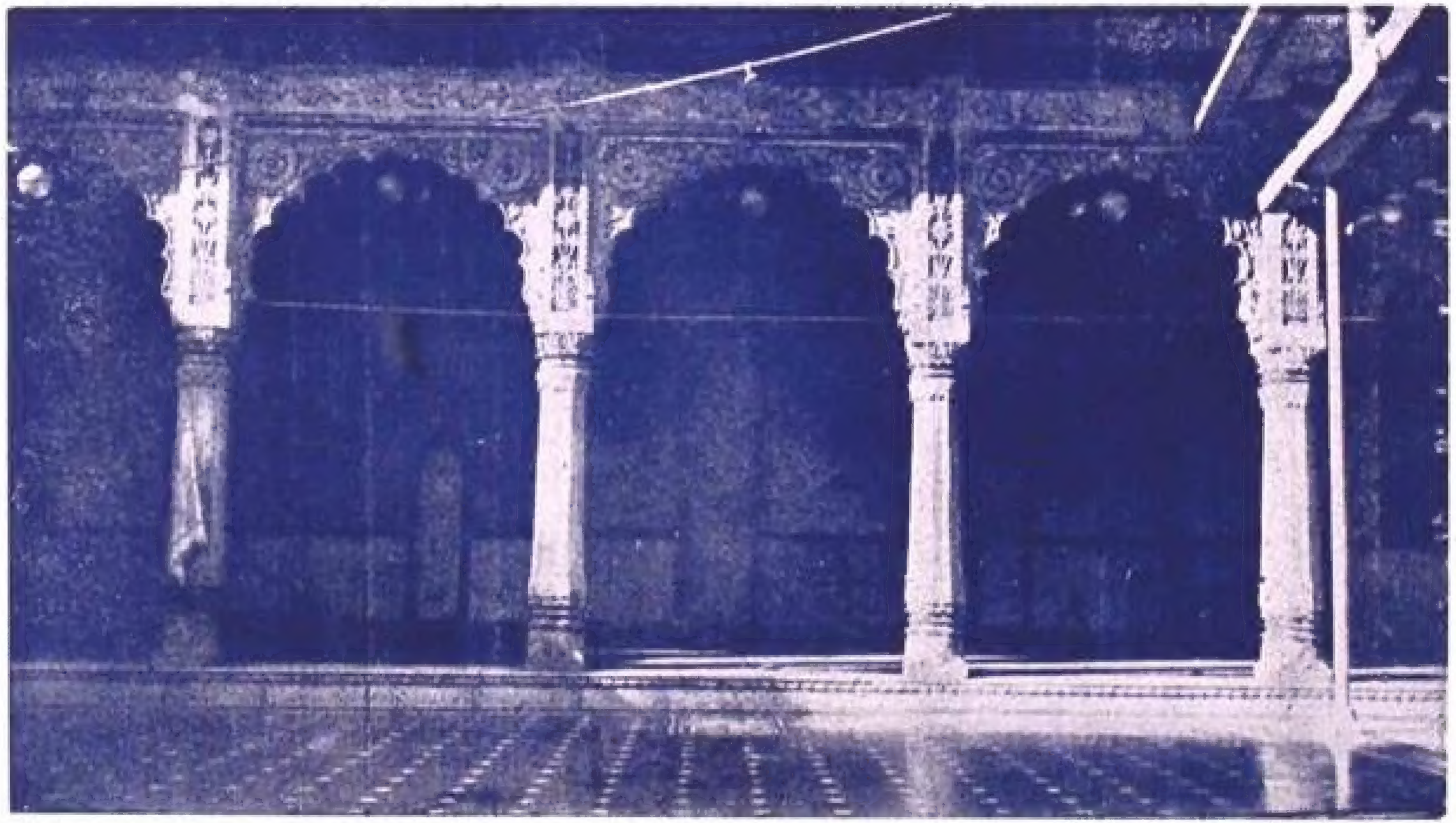

مسجد ولی اللہ جہاں ہر بدہ کو مثنوی شریف کا وعظ ہوتا ہے

اور یہ تمام مختتم علمی جواہرات اسی صندوق ارضی (قبر) میں مدفون ہیں۔
آپ کے پاس ایک بڑا کتب خانہ تھا۔جس میں تقریباً ہر فن کی کتابیں موجود تھیں اور بہت سی کتابیں فن کے لحاظ سے بہترین تھیں۔عرصہ ہوا آپ کا مدرسہ (عربی کالج) اور کتب خانہ انقلاب دہر سے بحر فنا میں غرق ہوا۔آپ کے خاندان میں جب سے علمی چرچا کم ہوگیا۔کتب خانہ کی حفاظت کی طرف خیال کم ہوتا گیا۔بعض دفعہ کسی اہل علم کو آپ کے بزرگوں نے خود ہی کتابیں بخش دیں۔غرض اس طرح سے تمام کتب خانہ منتشر ہوگیا۔اور بچی ہوئی بقیہ کتب آج جو موجود ہیں ان کو دیکھ کر ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ یہ کس قدر بڑا کتب خانہ ہو گا۔اور کیسے کیسے گوہر نایاب کا یہ بیش بہا خزانہ ہو گا۔کیونکہ باوجود اس علمی خزانہ کے لُٹ جانے کے آج بھی نایاب اور بیش بہا کتابیں موجود ہیں۔مسرت اور خوشی کی بات یہ ہے کہ یہ بقیہ کتابیں آپ کے خاندان نے مجلّد کرا کر کتب خانہ درگاہ حضرت پیر محمد شاہ میں وقف کر دی ہیں۔تاکہ عام اہل علم اس سے فائدہ اٹھائیں۔
اس خاندان میں ایک خاص رسم یہ تھی کہ ہر بدھ کو مثنوی مولانا روم کا درس ہوتا تھا جس میں عوام اور خواص دونوں شریک ہوتے تھے۔خود مولانا اور محمد عماد الدین جیسے علامہ روزگار اس کو انجام دیتے۔یہ درس بھی اسی مسجد میں ہوتا تھا۔لیکن جب مرہٹوں کی لوٹ مار نے فصیل باہر کے لوگوں پر زندگی تنگ کر دی تو بڑی آبادی کچھ تباہ ہوئی اور کچھ دوسرے شہروں میں جا کر آباد ہو گئی۔البتہ قناعت پیشہ لوگ اندرون فصیل جا کر آباد ہوئے، انھیں میں خاندان ولی اللہ بھی ہے۔ابتدا میں کالوپور دروازے کے پاس یہ خاندان مقیم ہوا۔ اسی کے پاس ایک مسجد ہے۔جو ولی اللہ کے نام سے مشہور ہے جہاں درس جاری فرمایا، اور تا حیات اس پر عامل رہے اور الحمد للہ کہ یہ رسم آج تک جاری ہے اور چونکہ عرصہ سے آپ کے خاندان کی توجہ تجارت کی طرف زیادہ مبذول ہے۔اس لئے مثنوی مولانا روم کا درس آج کل مولوی خوب میاں صاحب دیتے ہیں۔اکثر اوقات مجھے بھی اس مجلس مبارک میں شرکت کا موقع ملا۔یہ مجلس رسولی کہلاتی اور حضور صلعم کی بشارت سے جاری ہوئی ہے۔اچھا مجمع ہوتا ہے۔کچھ تبرک بھی تقسیم ہوتا ہے

یہ مسجد آج "ولی اللہ کی مسجد" کہلاتی ہے۔ اس کے دروازے کے پاس ہی چند قبریں ہیں۔ وفات کے دن فاتحہ خوانی ہوتی ہے۔ قبروں پر پھول چڑھاتے ہیں۔ لیکن صحیح طور پر معلوم نہیں ہوا کہ کس سنہ میں وفات ہوئی، اور باپ بیٹے دونوں کی قبریں ہیں۔ اور چونکہ اکثر کتابوں پر مہر ۱۱۵۵ھ کی ملتی ہے اس لئے البتہ یہ یقینی ہے کہ آپ کی وفات ۱۱۵۵ھ کے بعد ہوئی۔

آپ کے خاندان میں مختلف قسم کے تبرکات موجود ہیں۔ اُن میں سے ایک غلاف کعبہ ہے جو مسجد کی مغربی دیوار کے تقریباً برابر آجاتا ہے۔ اس کے علاوہ موئے مبارک، نقشِ قدم بھی سنگِ موسٰی پر موجود ہے۔ خطِ غبار میں آیۃ الکرسی (جو جلی حرفوں میں ہے) تمام قرآن مجید قابلِ دید ہے۔

مولانا محمد عماد الدین کے بعد مولانا محمد نورالدین اور ان کے لڑکے محمد عماد الدین عرف ننھا میاں تک جدّہ میں پیڑھی رہی اور وہاں تک اس خاندان میں دینی علوم و فنون کا اچھا چرچا رہا اس کے بعد سے آج تک اس خاندان میں تجارت کو زیادہ ترقی ہوتی رہی۔ چنانچہ آج بھی تجارتی پیڑھی (ایجنسی)، احمد آباد کی مرکزی آفس کے علاوہ بمبئی۔ جدّہ اور مدینہ میں موجود ہے۔ سیٹھ میاں احمد ولی اللہ نے پچھلے سال (۱۳۵۱ھ) میں بفضلہٖ آپ معہ بی بی بچے اور ملازمین کے فریضۂ حج سے بھی فارغ ہو کر واپس تشریف لائے۔ مکہ معظمہ۔ طائف شریف اور مدینہ منورہ میں آپ نے غریبوں اور مسکینوں کی کافی امداد فرمائی۔ جزاک اللہ خیرالجزا۔ واپسی احمد آباد پر بھی احباب بااخلاص کو تبرکات حرمین شریفین سے مشرف فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ

حاجی بدرالدین حسین الدین نظامی عفی عنہ تاجر کتب
پانچ پٹی احمد آباد

دیباچہ

جب ۱۹۲۷ئہ میں میرے ایک ہندو دوست جو ہماودیالے (کالج) احمد آباد میں میرے شریک کار تھے مرٔۃ احمدی کے خاتمہ کا گجراتی کر رہے تھے۔ تو اسی وقت مجھ کو خیال آیا کہ کیوں میں بھی اس کا اُردو ترجمہ نہ کر ڈالوں، لیکن کالج کے فرائض منصبی اور تاریخ گجرات کی تالیف نے مجھے اس وقت اس کا موقع نہ دیا کہ اس طرف توجہ کرتا۔ اب جب کہ تاریخ گجرات کی پہلی جلد (تقریباً چار سو صفحات کی) ختم کر چکا، تو ایک گونہ فرصت ہاتھ آئی۔ انہیں دنوں میرے مکرم و محترم محب جناب حاجی بدر الدین حسین الدین صاحب نظامی (تاجر کتب پانچ پٹی احمد آباد) سے شرف ملاقات کا موقعہ ملا۔ اور اثنار گفتگو میں اس کے ترجمہ کی فرمائش کی۔ میں نے بھی اس فرصت کو غنیمت سمجھ کر قبول کر لیا۔ اور اب بحمد اللہ اس کے ترجمہ سے فارغ ہو کر اس قابل ہو گیا ہوں کہ یہ جواہر ریزے ناظرین کے جیب و دامن تک پہنچا سکوں +

کسی زبان کا دوسری زبان میں ترجمہ کرنا۔ کس قدر اہم ہے، اُس کو وہی سمجھ سکتا ہے۔ جس کو خود بھی اس کا تجربہ ہوا ہو۔ مرأۃ احمدی کا اس وقت میرے پیش نظر ایک تو وہ نسخہ تھا۔ جو بمبئی میں ۱۳۰۷ھ میں طبع ہوا تھا۔ یہ کس قدر غلط طبع ہوا ہے اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں ہے دوسرا نسخہ وہ ہے جو ریاست بڑودہ کی طرف سے زیرِ نگرانی محب محترم جناب سید نواب علی صاحب ایم اے بمقام کلکتہ ۱۹۳۰ئہ میں شائع کیا گیا۔ خیال تھا کہ ظاہری حُسن کے ساتھ حُسن باطنی کا بھی مظہر ہو گا۔ لیکن "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ" بدقسمتی سے اس قدر طباعت میں غلطیاں رہ گئیں کہ پہلے نسخہ کا اگر مثنیٰ کہیں تو بیجا نہ ہو گا۔ مرأۃ احمدی کا قلمی نسخہ باوجود تلاش کے احمد آباد میں مجھے دستیاب نہ ہوا۔ بہر حال باوجود اپنی ناقابلیت کے جس قدر ممکن ہوا اُس

کی صحت کرکے ترجمہ کرتا چلا گیا۔ اور مکرّر سہ کرّر نظرثانی کرکے کم از کم اپنی تسلی کر لی ہے۔ ہندوؤں کے مناور اور تیرتھوں کا حال میں نے اپنے کرم فرما پروفیسر پاٹھک صاحب ایڈیٹر پرستھان سے جو گجرات کے ادیب اور ان حالات سے پورے واقف ہیں مل کر ان کی صحت کرا لی ہے۔ تاکہ مصنف سے جو غلطیاں ہو گئی ہیں۔ اُن کی صحت ہو جائے، اسی طرح بزرگانِ دین کے حالات میں جو واقعات غلط تحریر ہو گئے ہیں، اُن کی بھی تصحیح حاشیہ میں کر دی گئی ہے۔ جن بزرگوں کے حال میں مزید باتیں معلوم ہو گئیں۔ وہ بھی حاشیہ میں آ گئی ہیں۔

متن میں بھی جس چیز کی تشریح ضروری سمجھی اُس کو قوس (   ) میں تحریر کر دیا ہے۔ ان تمام امور کو مدِّنظر رکھ کر بھی مجھے اقرار ہے کہ اپنی ناقابلیت کے سبب سے بیشمار غلطیوں کا مرتکب ہوا ہوں گا۔ اہلِ علم اور صاحبِ نظر سے التماس ہے کہ جب میری کسی غلطی کا علم ہو۔ تو براہِ کرم فوراً مطلع فرمائیں۔ تاکہ طبع دوم میں اُس کی تصحیح کر دی جائے۔

مصنف نے اپنی کتاب میں مضامین کو فصول اور ابواب پر مرتب نہیں کیا، راقم الحروف نے بنظرِ سہولت ناظرین متعدد ابواب اور فصول پر اس کو مرتب کر دیا ہے۔ ترجمہ میں متعدد مقام پر راقم الحروف نے یہ تصرف کیا ہے کہ مکرر مضامین کو حذف کر دیا ہے۔ تاکہ ناظرین پر بار نہ ہو۔ طویل قصوں کو بھی اس طرح مختصر کر دیا ہے۔ کہ اصل مقصد فوت نہ ہونے پائے۔

خدائے قادرِ قیوم سے دعا ہے کہ یہ ترجمہ اہلِ علم کی نظروں میں مقبول فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

وَمَا تَوْفِيْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ

۳۱ مئی ۱۹۳۳ء
مطابق
۶ صفر ۱۳۵۲ھ

سید ابوظفر ندوی
سابق پروفیسر دھاوریا لے
(کالج) احمد آباد گجرات

باب اوّل

زین البلاد احمد آباد

فصل اوّل

احمد آباد اقلیم دوم میں جدید اسلامی شہروں میں سے ہے جو مشتری کی طرف منسوب ہے طول البلاد ۱۰۸ درجہ چالیس دقیقہ اور عرض البلد ۲۲ درجہ ۱۵ دقیقہ ہے۔ انتہائے طول نہاری ۳۳ گھڑی اور آٹھ پل، اور آخری حد ۲۶ گھڑی ۲۲ پل ہوتا ہے، مظفر شاہ کا پوتا احمد شاہ نے اس کی آبادی پر کمر ہمت باندھی جیسا کہ عہدِ سلطنت سلطان مذکور میں تحریر کیا گیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ سلطان احمد اوّل سال جلوس سنہ ۸۱۳ھ میں اپنے چچیرے بھائی مودود بن فیروز خاں کی بغاوت فرد کر کے جب اساول پہنچا، تو آسا بھیل کو نکال کر کچھ دنوں سابرمتی کے کنارے مقیم رہا اس جگہ کی آب و ہوا اس کو بہت پسند آئی۔ مشرقی جانب اساول کے پہلو میں ایک مسطح دلکش زمین کا انتخاب کر کے جناب شیخ احمد کھٹو گنج بخشؒ کے مشورہ سے جو سرکھج (سرخس) میں تھے جمعرات کے دن ۳ ذوالقعدہ سنہ ۸۱۳ھ کو اس شہر کی بنیاد رکھی۔

نجومیوں کے حساب سے جیسا کہ سدھ نجمی مطابق سمت ۱۴۴۹ بکرمی اور سنہ ۱۳۱۴ شاک سالباہن بعد گذرنے ۵ گھڑی ۵ پل دن کے کہ پوس نکھشتر کا تھا، بہ طالع سرطان، کہ قمر اپنے گھر میں زائد النور

تھا، (۲) اسد (۳) سنبلہ میں راس سر رکھے ہوئے (۴) میزان (۵) عقرب اور مشتری خوشی کے کثیر اسباب خریدنے کے لئے نکلا ہوا۔ (۶) قوس زحل کہ دشمن کے گھر اجاڑنے کے لئے بیٹھا ہوا۔ (۷) جدی کہ بہرام خونی تلوار ہاتھ میں مدد کے لئے کھڑا ہے۔ (۸) دلو (۹) حوت اور عطارد و سنہ قلم کان میں اگائے ہوئے (۱۰) حمل کہ نیر اعظم (آفتاب) عالمتاب اپنے وجود سے مشرف کئے ہوئے (۱۱) ثور کہ زہرہ خوش آوازی کے ساتھ عیش کا باجا بجاتے ہوئے (۱۲) جوزا۔

غرض سبع سیارہ کے اتفاق کے ساتھ ان بارہ برجوں میں اس طریقہ پر تھے کہ ابد بنیاد احمد آباد کے شہر پناہ کی دیوار کا پہلا بنیادی پتھر زمین میں رکھا گیا۔ مشہور ہے کہ اس شہر کی ابتدائی بنیاد چار شخص احمد نامی کے ہاتھوں رکھی گئی۔ جن میں سے ہر ایک صاحب تقویٰ اور نیک اوصاف تھا۔

(۱) شیخ احمد کھٹو گنج بخش درسرکھیج (۲) سلطان احمد بن محمد شاہ بن مظفر شاہ بانی شہر (۳) ملک احمد جو کالوپور ٹوپی والے کی پول سے آگے پٹھان واڑہ کے سامنے آرام فرماتے ہیں۔ (۴) قاضی احمد خلیفہ حضرت شیخ احمد گنج جو پٹن میں آرام فرماتے ہیں۔ چنانچہ اُن کے مزار پر تختی میں لکھا ہوا ہے۔ یہ اُن چہار احمدوں میں سے ہیں جنھوں نے احمد آباد کی بنیاد رکھی کیونکہ یہ بھی صاحب کمال اور بزرگانِ وقت میں سے تھے[1]

تین برس کے بعد ۸۱۵ھ میں پختہ اینٹ اور چونے سے اس کی دیوار سابرمتی کے کنارے جس کی بنیاد کمر تک سنگِ خارا کی تھی تیار ہوئی، اس میں بارہ دروازے۔ ایک سو انچالیس ۱۳۹ برج، نو گنج اور چھ ہزار سات سو تر سٹھ ۶۷۶۳ شرفے (کنگرے) تھے۔ دو کوس ایک جریب مربع میل میں یہ فصیل مع قلعہ اور جامع مسجد قدیم تھی۔ اس کی بلندی سات آٹھ ہاتھ سے زیادہ نہیں ہے۔ سوائے گذر کھڑکی کے نزدیک جو سیف خاں کا بہ عہد شاہ جہاں بنایا ہوا ہے، ۱۵ ہاتھ ہے۔

---

[1] ان لوگوں کے حالات آگے آئینگے۔

تختہ نمبر ۱۰

روضہ سلطان احمد بادشاہ بانی شہر احمد آباد

شمال کی طرف ایڈریہ دروازہ سے جس کو آج کل دلی دروازہ کہتے ہیں، جنوبی جانب جمال پور دروازہ تک طول اُس کا تین ہزار ایک سو پچیس گز الٰہی اور مغرب کی طرف جھروکہ بھدر سے مشرقی جانب سارنگ پور دروازہ تک عرض دو ہزار گز الٰہی ہے۔ (گز الٰہی سے مراد اکبری گز ہے)

دو ہزار پانسو ہاتھ کہ جس کا دو ہزار دو سو انتیس بگھہ اور تیرہ بسوہ ہوتا ہے۔ اس میں آبادی بسائی گئی، حلوائی شیرازی[1] نے جو سلطان احمد کے وقت کا ملک الشعرا تھا۔ اور جس نے خاص سلطان کی تاریخ منظومہ لکھی ہے۔ اس شہر کی بنیاد کے متعلق مندرجہ ذیل نظم تحریر کی ہے، (ترجمہ)

(۱) میٹھی زبان سے حلوائی ایسا کہتا ہے کہ جس نے اپنے کلام میں سینکڑوں ڈبے موتی بکھیرے ہیں (۲) کہ بادشاہ فلک رفتار نے جب چند دفعہ سابرمتی کے کنارے اقامت کی (۳) بے انتہا خوش نما زمین اُس نے دیکھی۔ جس کی خاک محنت کی گرد سے پاک تھی (۴) اس کی ہوا جس نے دل میں ہوس پیدا کی، اس کی نسیم صبح مشک خطا کی طرح معطر تھی (۵) اس نے پاکیزہ مکان اور اچھی جگہ دیکھی۔ اور ایسا محل جہاں کی آب و ہوا لطیف تھی (۶) غیب کے الہام اور خدا کی مہربانی سے بادشاہ کے دل میں ایسا آیا (۷) کہ اس زمین میں جس کی ہوا آرام دہ ہے۔ ایک بڑے نئے شہر کی بنیاد رکھے۔ (۸) اسی وقت ایک انجینیر کو بلا کر اس جگہ پر بنا شہر کا حکم صادر کیا (۹) کہ ایک بلند مضبوط بنیاد کا ایسا شہر آباد کرو کہ اُس کے رہنے والے اس کے شکر گذار ہوں (۱۰) اس کی خاک کا سر آسمان پر ہو اور اس کی مٹی ثریا سے اُوپر (۱۱) دنیا میں ایک ایک بڑی بنیاد رکھی جائے، جو عالم کے لئے زیب و زینت ہو[2]۔

---

[1] افسوس ہے کہ حلوائی شیرازی کا حال باوجود تلاش کے دستیاب نہ ہوا۔ ناظرین میں سے کسی کی نظر سے گذرے تو ضرور مطلع کریں۔

[2] عالمگیر نے رقعات میں لکھا ہے کہ "گجرات زیب و زینت ہندوستان است"۔

(۱۲) جس کی بلندی آسمان تک ہو۔ جس سے فرشتوں کی بھی آنکھیں خیرہ ہوں (۱۳) زمین پر ایک ایسا سدِ سکندری ہو جس کے ذریعے یاجوج ماجوج کو دفع کیا جاسکے (۱۴) گویا زمین ہی پر ایک نئے آسمان کی بنیاد رکھی جائے۔ جس کی ہر اینٹ جامِ جہاں نما ہو (۱۵) یا ایک بڑا شہر آباد کیا جائے کہ اس کی مٹی چین[1] و تاتار کی عزت خاک میں ملا دے۔ (۱۶) اور جو غبار کہ اُس کی راہ سے اُٹھے، اصفہان[2] کے دیدہ میں بطور سرمہ کے لگایا جائے۔ (۱۷) اور نیشاپور[3] اس حسد سے جان دیدے کہ گجرات خراساں کے مقابل قابلِ رشک ہوگیا۔ (۱۸) جب تختِ آسماں پہ بیٹھنے والے بادشاہ کے دل میں یہ مسرت افزا خیال پیدا ہوا (۱۹) تو ایسے علم نجوم جاننے والوں کو طلب کیا۔ جو علوم و فنون کے خزانہ تھے (۲۰) دورانِ فلک کے نکتہ شناس تھے اور ماہ سے ماہی تک واقف تھے (۲۱) زیچ اور اُسطرلاب لے کر نو آسماں کو چکر دیا (۲۲) ستارہ جاننے والے علوم ہندسہ سے واقف، دلیل و قیاس کو ظاہر کرنے والے (۲۳) آسماں کی سطح پر مطلع معلوم کرنے والے اور سورج و چاند کے طلوع کو ظاہر کرنے والے (۲۴) لوگوں نے ہر طرف نظر کر کے ہر ایک ستارہ کے شرف کو دیکھا (۲۵) خوش نصیب بادشاہ کے حکم سے نیک ساعت اختیار کر کے (۲۶) ۸۱۳ھ ذوالقعدہ کے مہینے زمین میں جب اس کی بنیاد بانیٔ شہر نے رکھی تو آسماں نے آفریں کہا۔ (۲۷) جب معمار نے اینٹ پر اینٹ رکھی تو فرشتوں نے مبارک باد دی (۲۸) جب یہ بلند عمارت تیار ہوئی تو نیلگوں آسماں سے بھی اونچی ہوگئی (۲۹) جب یہ شہر آباد ہوگیا۔ تو دنیا میں ہفت اقلیم کے بجائے آٹھ اقلیم ہوگئیں[4] (۳۰) زمین پر اس شہر کی آبادی گویا رخسارِ زمین پر تل تھا

[1] چین کی مٹی مشہور ہے۔ جس سے چینی برتن بنتے ہیں کبھی تانبہ پر یہ مٹی چڑھا دیتے ہیں جسے تام چینی کہتے ہیں۔ اب لوہے اور ٹین پر یہ مٹی چڑھا کر جرمنی اور جاپان سے بکثرت اور ارزاں برتن آتے ہیں

[2] اصفہان ایران کا پایۂ تخت تھا۔ اصفہان نصف جہاں مشہور تھا۔ یہاں کا سرمہ بھی اچھا ہوتا تھا [3] نیشاپور خراسان کا مشہور مردم خیز خطہ تھا۔ بڑے بڑے علما گذرے ہیں۔ [4] شاعر نے غالباً یہ مضمون فردوسی سے حاصل کیا ہے "زمیں شش شدہ آسماں گشت ہشت" شاہنامہ میں موجود ہے"

سلائڈ نمبر ۱۳

قلعہ بیدر

ہوا تھا۔ (۳۱) اس بزرگ شہر کی ترتیب جب ناصر الدین احمد کی طرف سے تمام ہوئی تو اُس کا نام احمد آباد ہوا اور احمد کا مذہب اس میں رائج ہوا (۳۲) ایک جدید شہر ایسا تعمیر ہوا کہ آسمان نے اس کی نظیر نہیں دیکھی (۳۳) اے خدا تو اس بزرگ شہر کو حشر تک زوال اور فنا سے محفوظ رکھ۔

فصل دوسری

بارہ دروازوں کے نام

مشرقی دروازے :۔ سارنگ پور۔ کالو پور۔ اسٹوریہ (اسٹوریہ) جو بندر دروازہ اور رائپور کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔

مغربی دروازے :۔ خان پور۔ رائے کھڑ۔ خان جہاں جو خان پور اور رائے کھڑ کے درمیان واقع ہے۔ اس کے علاوہ قلعہ بھدر میں دو دریچے ہیں :۔ (۱) دریچہ باغ۔ (۲) دریچہ گذر کھڑکی۔

شمالی دروازے :۔ شاہ پور۔ ایڈریہ (جو آج دہلی دروازے سے مشہور ہے۔) دریا پور۔ جو شاہ پور اور ایڈریہ کے درمیان واقع ہے[1]۔ کھڑکی حلیم جو عرصے سے بند ہے۔ اور اُس کی وجہ صحیح طور پر آج تک معلوم نہ ہوئی۔

جنوبی دروازے :۔ جمال پور۔ بند دروازہ جس کو (ہیدبہ) بھی کہتے ہیں اور اس کے بند رہنے کے لوگ مختلف اسباب بتاتے ہیں۔ رائے پور

قلعہ بھدر کا طول اور عرض

دریائے سابرمتی کے کنارے سے قدیم دروازہ تک کہ جس کے درمیان میں بڑے بڑے برج واقع ہیں۔ چار سو اٹھاسی ہاتھ طول ہے۔ اور پتھر کی مسجد (جو آج کل گجرات کلب کے سامنے ہے) سے باغ کے دروازہ تک چار سو ہاتھ عرض ہے۔ جس میں چودہ برج بھی بنے ہوئے ہیں۔ اِن میں سے ۱۲ برج تو قدیم

---

[1] آج کل دلی دروازہ درمیان میں دریا پور اور شاہ پور کے واقع ہے ۱۲

ہیں اور ایک برج نجم الدولہ نے اضافہ کیا۔ اور دروازہ نقار خانہ شاہی، اور دروازہ باغ اور دروازہ کچہری جو صوبیداروں کے عہد میں تیار کیے گئے۔ وہ اصل قدیم کے علاوہ ہیں[1] اور قلعہ جو عوام کے نزدیک بھدر[2] کے نام سے مشہور ہے۔ سلاطین گجرات اور صوبے داروں کے رہنے کا مقام ہے اور لفظ بھدر کے ساتھ شہرت کے متعلق مختلف باتیں سننے میں آئیں۔ لیکن اعتماد کے قابل میرے نزدیک یہ ہے کہ چونکہ پٹن کو راجوں نے اسی طریقہ پر مع برجوں کے تعمیر کیا تھا۔ اور اس میں ایک مندر کالی بھدر کا بھی تھا۔ اس مناسبت سے پٹن کے قلعہ کو "بھدر" (یعنی بھدر کا قلعہ اور پھر کثرتِ استعمال سے صرف بھدر) کہنے لگے اور چونکہ احمد آباد کا قلعہ بھی اُسی نمونہ کا بنایا گیا۔ اسی لیے اس کو بھی عوام نے بھدر کہدیا۔ اور اسی مناسبت کے باعث چانپانیر اور احمد نگر کے قلعہ کو "بھدر" ہی کہتے ہیں۔

احمد آباد جب سے "پایۂ تخت" قرار پایا۔ آہستہ آہستہ گجراتی بادشاہوں اور امیروں کے سبب ترقی کرتا رہا۔ خصوصاً محمود بیگڑا کے عہد میں تو بے شمار محلات عالیہ بھدر میں تعمیر کیے گئے۔ جن کے پائے اور نشانات آج تک موجود ہیں۔ حالانکہ موت کے بے پناہ سیلاب نے بانیانِ محل کے وجود کو جڑ سے اُکھیر کر فنا کے عالم تک پہنچا دیا۔ رفیع واعظی نے کیا خوب کہا ہے۔

جمشید کون ہے اور دنیا کا فاتح سکندر کہاں ہے۔ کیانی (ایرانی) بادشاہوں کا جاہ و جلال کدھر ہے۔ قباد کا تاج، فریدون کا تخت جم کا نگیں، سکندر کا طبل۔ کاویانی علم کہاں گیا۔ سکندر کے مینارہ سے یہ آواز کان میں آئی۔ دارا کیا ہوا۔ اور سکندر بلند مرتبہ والا کہاں ہے۔ طاق (محل) مدائن کے کھلے ہوئے مُنہ سے یہ فریاد نکل رہی ہے کہ

[1] افسوس کہ آج سلطان احمد کے قلعہ کی ایک اینٹ بھی سلامت نہیں ہے بجز فنا میں سب غرق ہوئے۔ بعض قدیم عمارتیں جو باقی رہ گئی تھیں۔ سنہ [illegible]ء کے فساد میں سب جل کر خاک میں مل گئیں۔ اب اس جگہ میدان ہے۔ لڑکے فٹ بال کھیلتے ہیں۔ یا سرکس کی کمپنی آکر قیام کرتی ہے۔

[2] اس کا ایک حصہ ابھی بھی موجود ہے۔ مرہٹوں کے عہد میں کالی مندر اسی میں بنادیا گیا۔ جو آجتک موجود ہے۔

نوشیرواں کہاں ہے۔ ان بدنصیب گنبدوں سے یہ آواز آرہی ہے کہ جس نے میری بنیاد رکھی وہ کون ہے اور کہاں ہے۔ چالیس مینارے بزبان حال کہہ رہے ہیں کہ بتاؤ! شہنشاہ جم کا نشان کہاں ہے۔ محل خورنق[1] کی ایک ایک اینٹ پر لکھا ہوا ہے کہ نعمان اور اس کے صف بستہ غلام کہاں ہیں۔ اے دل! ہیر گذر نیشاپور کی طرف ہو تو ذرا پوچھنا کہ الپ ارسلان[2] ہے اور اگر سلجوقیوں کے قبرستان تک جانا ہو تو دریافت کرنا سنجر[3] کیونکر مرا۔ اور ملک شاہی خاندان کہاں ہے۔ افسوس کہ کل بلبل سینکڑوں آہ و فغاں کے ساتھ کہیگی۔ کہ شیریں گفتار واعظ (یعنی خود شاعر) کہاں ہے۔

امین رازی نے کتاب ہفت اقلیم میں لکھا ہے۔ کہ احمد آباد لطافت ہوا اور آبادی کے لحاظ سے تمام جہان سے ممتاز ہے۔ عمارت اور مکانوں کی نمائش میں دوسرے شہروں سے افضل ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ تمام عالم میں اس پایہ کا کوئی دوسرا شہر نہیں ہے، تو غالباً مبالغہ ہوگا۔ اس کے بازار دوسرے شہروں کی بہ نسبت بڑے وسیع، اور یہاں رہنے والے مرد و عورت نمکیں صورت، حق یہ ہے کہ اس خوبی کا دوسرا شہر کم ہوگا۔ چنانچہ اسی لیئے اس کو زینت البلاد اور عروس مملکت کہتے ہیں۔

نادر کپڑے جو یہاں بنے جاتے ہیں، اور تمام اطراف عالم میں خشکی و تری کے تجار لیجا کر نفع اٹھاتے ہیں، وہ سارے جہاں میں مشہور ہے۔ اس میں متعدد مسجدیں اور بازار اور مکانات ہیں۔ شہر کے گرد تین سو ساٹھ ۳۶۰ اور بقول دیگر تین سو اسی ۳۸۰ محلے آباد تھے۔ جب سلطان محمود ثانی کا زمانہ آیا تو محمود آباد کو جو یہاں سے بارہ کوس پر واقع تھا۔ پایۂ تخت بنایا۔ اور احمد آباد سے وہاں تک دونوں طرف سڑکوں کے دو دکانیں تیار کرائیں۔ اور لوگوں کو حکم دیا کہ ان کے

---

[1] یہ عراق میں ایرانی بادشاہوں کا مشہور محل تھا جسکو نعمان بن منذر نے تعمیر کرایا تھا۔ کہ بادشاہ جب شکار کو آتا تو یہاں کھانا کھاتا۔ اصل لفظ "خورد گاہ" تھا معرب ہو کر خورنق ہو گیا + [2] الپ ارسلان سلجوقی بادشاہوں میں دوسرا خود مختار بادشاہ ہے۔ جو خراسان اور عراق کا حکمراں تھا + [3] سنجر یہ سلجوقی خاندان کا چوتھا بادشاہ ہے۔ اور اس کا باپ ملک شاہ تیسرا بادشاہ تھا۔ عمر خیام اور نظام الملک طوسی اسی عہد میں تھے +

عقب میں مکانات تعمیر کرو۔ تاکہ یہاں سے وہاں تک ایک شہر ہو جائے اور آہستہ آہستہ کاریگر وغیرہ آباد ہو گئے۔ خصوصاً ریشم بافی کے مختلف اقسام، زربافی اور ابریشم بافی کے ذریعہ کمخاب، قطنی، مشروع، الائچہ، مخمل، چکن، وکارچوب، دہ یک دوزی وغیرہ بہ نسبت مناسبت و موافقت آب و ہوا کے تمام ہندوستان پر ترجیح رکھتی تھی۔ اسی شہر سے نکل کر ایران و روم و شام کے دور دراز شہروں میں "گجراتی کام" کے نام سے مشہور ہوئے[1]

لطف یہ ہے کہ جو کچھ کاریگری کے کام احمد آباد میں ہوتے ہیں۔ مثلاً نساجی، گاذری، قصاری، کندی گری، دقاقی وغیرہ یہ سب بڑے رونق پر ہیں۔ لیکن اگر چند کوس احمد آباد کے باہر بھی کام انجام دیں تو یہ رونق اور نفاست پیدا نہ ہوگی۔

چنانچہ راجہ جے سنگھ نے حضرت فردوس مکانی کے عہد میں جے نگر (آج جے پور جسکو کہتے ہیں) آباد کیا اور اس بات کی خواہش کی۔ کہ جو کچھ کاریگر احمد آباد میں بناتے ہیں، وہ سب یہاں تیار کریں۔ اس لئے مختلف قسم کے کاریگر وہاں آباد کئے۔ خصوصاً کپڑے بننے والوں کو انعام و اکرام دے کر بڑے بڑے کارخانہ میں کام پر لگائے۔ لیکن جب مال تیار ہوا تو احمد آباد جیسی چمک دمک پیدا نہ ہوئی۔ جواب طلب کرنے پر کاریگروں نے کہا کہ کھیرنی (کھیری) کے درخت کی لکڑی اور دوسرے آلات جو یہاں (احمد آباد) ہیں یہاں میسر نہ آئے اس لئے کپڑوں میں وہ صفائی نہ ہوئی۔ راجہ نے متعدد گاڑیاں لکڑی اور تختہ اور دیگر آلات کے احمد آباد سے منگوا کر دئے۔ لیکن کپڑوں میں نہ تو صفائی پیدا ہوئی۔ نہ چمک دمک آئی۔ آخر کارخانے ٹوٹ گئے اور کاریگر احمد آباد واپس آگئے۔ مترجم)

فصل نمبری

غرض احمد آباد ایک ایسا شہر ہے کہ جس میں ستر شاہ راہ، اور ۳۸۰ راستے بازار کے ہیں

[1] تمدن عرب مترجمہ سید علی بلگرامی میں ہے کہ اس کی آبادی سرخس سے لیکر محمود آباد تک بیس لاکھ تھی

مقابل صفحہ ۲۰

شہر احمد آباد کا مشہور تین دروازہ

جو کرایہ مکان کی رو سے سررشتہ کے دفتر میں درج ہیں۔ باقی گلیاں اور بند راستے اس کے علاوہ ہیں جو بازار کے راستہ میں شمار نہیں کیے جاتے۔

چکلوں یا شاہ راہ کے نام چکلہ خاص بازار متصل بھدر۔ ترپولیہ، مانک چوک، ڈھیکوہ، تین لیمڑی، بھنڈری پور۔ اژدر پور، جس کا نام اکبر پور رکھا گیا تھا، اور اب اُس کو کھاڑیہ کہتے ہیں۔ رائے پور، اسلوریہ (اسٹوریہ) جمال پور۔ آگے گھڑ خان پور۔ شاہ پور۔ ایڈریہ (دلی چکلہ) دریاپور۔ صدر جہاں۔ جوہری باڑہ ان تمام شاہراہوں پر ایک تھانہ (چوکی) مع چند سپاہیوں کے کوتوال شہر کی جانب سے موجود ہے

بازار کے راستوں کے نام اژدر پور کا راستہ جو سارنگ پور کے سامنے ہے۔
اودمنی واڑا کا راستہ متصل حویلی شیخ سراج الدین۔

راستہ اکبر پور، جس کو عہد قدیم میں کھاڑیا کہتے تھے (اور اب بھی کہتے ہیں) کھتری قوم نے یہاں اس وقت سکونت کی۔ جب اکبر بادشاہ احمد آباد آیا تھا۔ اور اسی مناسبت سے اُس کا نام اکبر پور رکھا تھا۔

راستہ اسلوریہ (اسلوریہ)	راستہ چاہ اکھا سیٹھ
〃 برہان الملک ایڈریہ چکلہ میں	〃 چنگیز پور، دریاپور میں
〃 بدوج پور	〃 بہرام جس کو عوام "چاہ سنگ" کہتے ہیں۔
〃 خاص بازار بھدر کے آگے	〃 جھوجھار خاں
〃 بازار حلیم لعل دروازہ کے پاس	〃 چبوترہ میر اسوتار متصل سانکری سیری
〃 بازار کوٹھ مدرسہ شیخ الاسلام خاں کے نزدیک	〃 خواجہ یوسف شاہ
〃 بازار سکندر خاں خاماشا کے نزدیک (دراصل خاموش شاہ)۔	〃 خواص الملک خانہ شیخ الاسلام کے پیچھے
〃 بازار اعتماد الملک، خاں پور میں	راستہ خاں جہاں
〃 علو خاں گجراتی متصل مقبرہ شاہ علی رضا	راستہ خداوند خاں
	〃 خواجہ جی

راستہ بی چھتری، سانکڑی سیری کے پاس	راستہ دریاپور
〃 بائی ہری پان کور کے نزدیک	〃 چھوٹا دولت خانہ
〃 ترپولیہ	〃 دیکھوا
〃 تاج پورہ	〃 دربار خاں محرم
〃 بھنڈری پورہ	〃 رنگریزاں
〃 بھدرہ، اعتماد خاں کے مکان کے پاس	〃 رکالی
〃 پیپلی جس کو عوام دھپر پیپلی کہتے ہیں	〃 رانی شیرانی
〃 دریا	〃 رانکھڑ
〃 مکان خاں جہاں کے آگے ناخادر دروازے ہیں	〃 رائے پور
〃 پان کور	〃 رکن الملک
〃 تاتریس	〃 رضی الملک
〃 پکھالیہ	〃 شیخ نور
〃 جمال پور	〃 سمرقندی
〃 جلال پور	〃 سنگ بھکین
〃 جوہری باڑہ	〃 سوکھا سوتار
〃 جھامری، مانک چوک میں	〃 سید غیاث الدین
〃 رانی بیرم کلا	〃 شاہ ملکوب متصل مکان شجاعت خاں
〃 سرائے اعتماد خاں	〃 سیف الملک یا سرائے ناگوری
〃 سرائے سکندر یا سرائے کیدکر	〃 سرائے خیاطاں
〃 شیخ فرید عرف بخارا	〃 سرائے محمد بھنی، ترپولیہ کے بغل میں
〃 سرائے دستور خاں، استوریہ کے نزدیک	〃 عزیز الملک متصل جمال پور

راستہ عالم برہان جس کو پٹوہ سیری کہتے ہیں	راستہ غالب خاں، رائے پور میں
" فریدپور، کالوپور چکلہ کے پاس	" کھجوری دلندیزی حویلی کے پاس
" کوندی، بانکور کے داہنے جانب	" کوری خاں
" گندوی سیری متصل پان کور	" کامل الملک مسجد رانی روپ متی کے پیچھے
" کوٹھری حلیم	" لعل بائی
" ملک نصیر متصل مقبرہ سلطان احمد	" ملک بنادر، چکلہ بھنڈری پور
" مسجد محافظ خاں چکلہ ایڈر کے پاس	" مانک چوک
" خطیرہ رانی	

اس وقت مکانوں کے گرنے اور ویران ہو جانے سے بیشمار راستے اُن کے صحن اور دالانوں سے اس طرح نکل آتے ہیں کہ جن سے عام لوگ ناواقف ہیں اور اس سبب سے اکثر مشہور راستے بند ہوجاتے ہیں، سبحان اللہ! کیا خدا کی شان ہے کہ وہ مکانات جو بڑے بڑے امرا نے تعمیر کرائے اور ایسے بلند خوشنما جو شاہزادوں کی خواہش کے مطابق تیار کرائے گئے۔ اور جن کو لاکھوں روپے صرف کرکے اپنی سکونت کے لئے پسند کئے، افسوس کہ انقلاب زمانہ سے ایسے ویران اور برباد ہوگئے کہ اُن کے بانی اور مالکوں کا نام و نشان تک صفحۂ روزگار پر باقی نہیں رہا۔ اور ان ویرانوں میں درخت اور جنگلی گھاس ہوگئے ہیں اور بعض مقامات پر زراعت ہوتی ہے۔ قطعہ ترجمہ

درِ کسریٰ پر یہ شعر میں نے لکھا ہوا دیکھا، کہ جس سے میرا دل خون اور سینہ پُر درد ہوگیا۔
عمر کے نگارخانہ میں زندگی کا محل کس قدر خوش نما ہے، لیکن افسوس! کہ وہ کس کام کا، موت بہت جلد خراب کرنے والی ہے۔

اکثر مکانات ویراں اور شکستہ پڑے ہیں، کسی کی چھت، کسی کی دیوار، کسی کا در غائب ہے کہ ان میں سادری، لومڑی، اُلّو، چمگادڑ مقیم ہیں اور حشرات الارض کا مسکن بن گیا ہے۔ عمر خیام

نے کیا خوب کہا ہے۔

وہ بلند و بالا قصر جو آسمان کے مقابل تھا اور جس کے دروازوں پر بڑے بڑے بادشاہ عاجزی سے سر رکھتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ اُس کے کنگرہ پر ایک فاختہ بیٹھی ہوئی کہہ رہی تھی کہ "کون ہے۔ کون ہے"

فصل چوتھی

مساجد احمدآباد چونکہ گجراتی بادشاہوں اور اُن کے امرا کی ہمت دین کی اشاعت اور شرع شریف پر عمل کرنے میں ہمیشہ مصروف رہی۔ اس لئے پتھر کی مسجدیں، دُور دُور سے پتھر منگوا کر تعمیر کرتے رہے جن میں سے بعض بادشاہوں، یا شہزادوں اور کچھ امرا اور اُن کی بیویوں کے نام سے منسوب ہوئیں جن کا مفصل بیان طوالت سے خالی نہیں۔ جو ساڑھے چار سو اور ایک روایت کے مطابق پانچسو سنگِ خارا کی عالیشان مسجدیں بلند مینارے اور گنبدوں، پاکیزہ ستونوں کے ساتھ شہر کے اندر اور باہر اس وقت موجود ہیں۔ اور اُن مسجدوں سے باہر اُن کے بانیوں کی قبریں بھی ہیں۔ جن عجیب و غریب صنعتوں اور کاریگریوں سے یہاں کے معماروں نے مسجدیں تعمیر کیں۔ ان میں سے بعض سنگی مسجدیں مظفر پور اور خداوند خاں کی مسجد اور اچھوت کوکی کے نام سے آج بھی مشہور اور موجود ہیں۔ جو ملک سارنگ کے بھائی ملک بہاء الدین کی بنوائی ہوئی ہیں اور معتبر لوگوں کی زبانی جنھوں نے خود بھی آزمائش کی ہے۔ ایسا سنا ہے کہ ان میناروں میں سے ایک کو اگر کوئی ہلائے تو یہ مینارہ ہلتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور اس سے بھی عجیب تجربات یہ ہے کہ دوسرا مینارہ جو پہلے سے فاصلہ پر ہے پہلے کے حرکت دینے سے دوسرا بھی حرکت کرتا ہے۔ اور اس کا سبب اس وقت تک معلوم نہ ہو سکا[1]۔ (اور حقیقی علم صرف خدا کو ہے)

[1] ان میں سے دو مسجدیں آج بھی موجود ہیں۔ ایک اسٹیشن کے پاس سیدی بشیر کی مسجد اور دوسری راج پور گومتی پور میں بی بی جی کی مسجد مل کے پاس۔ لوگ کہتے ہیں کہ شاید سنگ لرزاں کی ہیں۔ آتش فشاں پہاڑ یا مادہ کے سبب اکثر زلزلہ آتا تھا۔ اس لئے ایسے مینارے تعمیر کئے۔ اب احمد آباد کی اکثر قدیم مساجد میں مینارے نہیں ہیں۔

مقابل صفحہ ۱۰

جامع مسجد

اور ایسی مسجدیں جو اندرون اور بیرون شہر محلوں کے اندر واقع ہیں۔ وہ بے حد اور بے شمار ہیں۔ امرا گجراتی کے مکانات میں سے سوائے مساجد کے کوئی نشان باقی نہیں ہے۔ شہر اور باہر شہر کی اکثر مسجدیں ویراں، بے چراغ اور مصلیوں سے خالی ہیں۔ اور اکثر جگہ سے قابلِ مرمت ہو گئی ہیں۔ البتہ حضرت خلد مکانی عالمگیر کے آخر عہد تک ان کی مرمت اور آبادی ہوتی رہی لیکن اب تو عبرت کا مقام ہے۔

فصل پانچویں

باہر شہر کے محلے بنا احمد آباد کے وقت آبادی کی کثرت نہ تھی اور اسی سبب سے شاہزادوں اور امراء دولت نے اپنے پسند کے موافق ایک ایک حصہ لے کر اندرون شہر اپنے مکانات تعمیر کئے اور حشم و خدم کے ساتھ وہاں مقیم ہو گئے۔ اور اس محلہ کا نام اپنے نام پر رکھا۔ جیسے اڑد پور کالو پور، تاج پور، جمال پور وغیرہ، لیکن جب آبادی بڑھ گئی اور اندرون شہر گنجائش نہیں رہی تو لوگوں نے بیرونِ شہر مکانات تعمیر کرنے شروع کئے اور پھر بڑے بڑے محلے رفتہ رفتہ آباد ہو گئے کہتے ہیں کہ قدیم زمانہ میں تین سو ساٹھ ۳۶۰ اور ایک روایت کے مطابق تین سو اسّی ۳۸۰ محلے امراء گجرات نے اپنے اپنے نام سے آباد کئے تھے۔ اور خدم و حشم کے ساتھ خود اس میں سکونت کرتے تھے۔ شاید ان میں سے اکثر وہ مقامات ہیں جو عہد اکبری میں احمد آباد کے متعلقہ محلے سمجھے گئے تھے۔ آجکل ایسے مقامات شہر سے فاصلہ پر ہو جانے کے سبب گاؤں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ جیسے عیسن پور، سیتی پور، سور پور، اسارورہ، آس پور، سمیع پور، غیاث پور، شیخ پور وغیرہ کہ ان میں سے ہر ایک جگہ عالیشان پتھر کی مضبوط مسجد موجود ہے۔

اکثر قدیم محلے جو شہر پناہ کے قریب تھے اور ویراں ہو گئے، اُن کو شہر کے مالدار یا ناظم صوبہ نے جدید طور پر اپنے نام سے آباد کئے۔ اور ہر محلہ کی آبادی ایک چھوٹے شہر کے برابر تھی۔ چنانچہ مصنف تذکرۃ الملوک نے لکھا ہے کہ عثمان پورہ میں کم از کم بارہ ۱۲ ہزار

مکانات فقط کاریگروں کے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ فتنہ و فساد برپا ہونے تک یہاں کے تمام محلات تاجرپیشہ، کاریگر، اہلِ حرفہ، سپاہی پیشہ، ہندو اور مسلمانوں سے بھرے ہوئے تھے، اور عالیشان محلات بڑی بڑی رقمیں خرچ کر کے جو تیار کئے گئے تھے موجود تھے راقم الحروف نے خود اپنی آنکھوں سے ان کا مشاہدہ کیا تھا۔ بلکہ چند جدید پورے (محلے) بھی نظر سے گذرے تھے۔ لیکن اب تو نام و نشان تک انکا باقی نہیں رہا۔ اور سب ویران ہو کر زراعتی زمین ہو گئے اور کوئی نشان، کوئی علامت اُن کے در و دیوار کی جب معلوم نہ ہو تو پھر اُن کے بانی اور مالکوں کا کیا پوچھنا۔ بلکہ اکثر محلوں کے نام لوگوں کی یاد سے بھی جاتے رہے۔ البتہ کہیں کہیں مسجدیں یا چونے اینٹ کی دیواریں اب بھی موجود نظر آتی ہیں۔

عہدِ اکبری میں بعض محلوں کے نئے نام رکھے گئے امراء دولت اور ناظمانِ صوبہ نے کچھ تغیر و تبدل بھی کئے۔ ان کے علاوہ باقی اصل نام محلوں کے جو دستیاب ہوئے ان کے بانیوں کے نام کے ساتھ درجِ ذیل ہیں۔

سابرمتی کے اس طرف محلوں کے نام

شاہ پور:۔ سابرمتی کے کنارے شہر کے جنوبی جانب ایک قدیم آبادی تھی۔ خلد مکاں عالمگیر بادشاہ کے عہد میں قاضی القضاۃ خواجہ عبداللہ نے قاضی پورہ کے نام جدید آبادی کی ہے۔ پتھر کی عالیشان مسجد یہاں موجود ہے جو مسجد اچھوت کوکی کے نام سے مشہور رہے۔ اُس کو ملک بہاؤالدین اختیار الملک نے تیار کرایا تھا جو گجراتی امرا میں مشہور شخص گذرا ہے۔

حاجی پور:۔ حاجی بہاؤالدین عضد الملک کا آباد کیا ہوا ہے، جو محمود بیگڑا کے امرا میں سے ہے۔ اس میں پتھر کی ایک مسجد بھی ساتھ ہی تیار کرائی تھی۔

دریاپور:۔ دریا خاں جو محمود بیگڑا کے امرا میں سے تھا۔ اس نے اس محلہ کو آباد کیا، اور اسی نے اپنے مقبرہ کے لئے وہ مشہور گنبد اینٹ اور چونے سے تیار کرایا جو آج تک دریا خاں کا گنبد

کے نام سے مشہور ہے، اور کہا جاتا ہے کہ آج تک تمام گجرات میں ایسا گنبد تیار نہ ہوا[1]

ملتان پور:- اس کے بانی کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

مقصود پورہ:- پہلے یہ ایک محلہ تھا۔ لیکن شاہزادہ خرم (شاہ جہاں بادشاہ) کے عہد نظامت میں اسی جگہ باغ شاہی اور بنگلہ تعمیر ہوا[2]۔

ماہ پورا:- اس کے بانی کا نام معلوم نہیں۔

منیر پورا:- آج کل اس جگہ قبرستان ہے۔

لودی پورا:- قدیم آبادی ہے۔

پناہ پور:- خلد مکاں عالمگیر کے عہد میں محمد پناہ بہادر خاں ناظم صوبہ گجرات نے اپنے نام سے اس کی جدید آبادی قائم کی۔

جہانگیر پور:- اس کا اصلی نام "سمنکاں پور" تھا۔ جب ویران ہو گیا تو جہانگیر بادشاہ کی آمد کی یادگار میں اس نام سے دوبارہ آباد ہوا۔

سکندر پورا:- قدیم آبادی ہے۔

احمد پور:- قدیم آبادی ہے۔

ہیبت پور:- امراء گجراتی میں سے ایک امیر ہیبت خاں کا آباد کیا ہوا ہے۔ جہاں ایک پتھر کی مسجد بھی تیار کرائی ہوئی ہے۔

اساروہ:- احمد آباد سے بھی پہلے کی قدیم آبادی ہے۔ اب احمد آباد کے متعلقہ گاؤں میں شمار کیا جاتا ہے۔

ہری پور:- ہری بائی کا آباد کیا ہوا ہے۔ جو سلاطین گجرات کے عہد میں تھی، اس نے ایک

---

[1] یہ گنبد آج تک موجود ہے۔ اندر بڑی تاریکی رہتی ہے۔ قابل حیرت ہے۔ عورتیں جو آسیب زدہ ہوتی ہیں یہاں جاتی ہیں اور کچھ دنوں قیام کے بعد تندرست ہو کر واپس آجاتی ہیں۔ ایسا عوام میں مشہور ہے۔

[2] یہ باغ بالکل تباہ ہو گیا۔ اور بنگلہ کا ایک حصہ دریا کے کنارے آج تک موجود ہے۔ جس میں آج کل کمشنر احمد آباد رہتا ہے۔ مگر محلہ کا نام "باغ شاہی" اب تک مشہور ہے، اور اب یہاں امراء اور دولتمندوں کے بکثرت بنگلے بن گئے ہیں۔

باؤلی بہت بڑی اور مضبوط تیار کرائی، جس کے ساتھ مسجد اور مقبرہ ہے۔ جہاں خود دفن کی گئی، اُون باف اور کاریگر اس جگہ آباد تھے، اسارو ہ کے قرب کے باعث ابھی بھی کچھ نہ کچھ آباد ہے۔

بی بی پور:۔ گجراتی بادشاہوں کے زمانہ میں "بی بی ماہ" بڑی زاہدہ خاتون تھیں۔ یہ محلّہ اُنھیں کا آباد کیا ہوا ہے، خود خانوادہ چشتیہ سے تھیں۔ ان کا مکان بھی اس محلہ میں تھا۔ ان کا مزار مسجد اور خانقاہ سب اسی جگہ ہے مگر ویران ہے۔

ہرہر پور:۔ قدیم آبادی ہے۔

روپ پور:۔ قدیم آبادی ہے۔

کالو پور:۔ امراء محمودی میں سے حاجی ملک کالو کا آباد کیا ہوا ہے۔

رسول پور:۔ قدیم آبادی ہے۔

غالپ پور:۔ قدیم آبادی ہے۔

سید آباد، جو سرس پور کے نام سے مشہور ہے۔ سلاطین گجرات کے عہد سے یہ محلّے آباد تھے۔ ابھی ان تینوں میں سرس پور کم و بیش آباد ہے۔

میٹھا پور
جمنا پور
صاحب پور
یہ تینوں قدیم آبادی ہے۔

نور اللہ پور:۔ یہ سرس پور کی بغل میں ہے، شیخ نور اللہ محمد امانت دار خاں نے فرخ سیر بادشاہ کے عہد میں آباد کیا

سلیم پور
کھیم پور
نصیر پور
سرکی واڑا
رسول پور
پرما پور
یہ سب قدیم سے آباد ہیں اور اُن کے بانیوں کے نام معلوم نہیں ہوئے۔

سارنگ پور:۔ اس محلہ کو "دان پور" بھی کہتے ہیں۔ دروازہ شہر کے باہر ملک سارنگ قوام الملک نے آباد کیا تھا۔ جو امرائے محمودی میں سے تھا۔ پتھر کی ایک مضبوط خوشنما مسجد بھی تعمیر کی۔ سیدی بشیر اس کا میر عمارت تھا۔ اس کی قبر اسی مسجد کے بائیں میں واقع ہے اس لئے لوگ اس مسجد کو "سیدی بشیر" کی مسجد کہنے لگے[1]۔ ۱۱۷۱ھ میں مومن خاں اور سداشیو رام چندر باہم جنگ آزما ہوئے تو محاصرہ احمد آباد میں یہ مسجد ٹوٹ گئی۔

افضل پور:۔ افضل خاں بنبانی جو سلطان محمود ثانی کا وزیر تھا۔ اس نے اس محلہ کے ساتھ پتھر کی مسجد، سرائے اور مقبرہ بھی بنوایا۔

بیکن پور:۔ قدیم سے آباد ہے۔

طوغاں پور:۔ امرائے محمودی میں سے ملک طوغاں نے اس کو آباد کیا۔

راج پور:۔ یہ پرانی آبادی ہے اس کے بانی کا نام معلوم نہیں۔ یہ محلہ بہت بڑا مثل ایک شہر کے آباد تھا۔ یہاں تجارت پیشہ، کاریگر، شاگرد پیشہ اور بڑی تعداد شیعہ بوہروں کی آبادی تھی، جو خشکی اور تری سے تجارت میں مشغول تھے، اور بلند، عالیشان، خوشنما، عمارتیں رقم کثیر خرچ کرکے تعمیر کی گئی تھیں۔

گومتی پور:۔ اس کے بانی کا نام معلوم نہیں ہے۔ اب بھی تھوڑا بہت آباد ہے۔

مریم پور:۔	یہ سب محلے قدیم سے آباد ہیں۔
عالم گنج واڑا:۔	
کانسکی واڑا:۔	
دلال پوری:۔	
گوپال پوری:۔	
معظم پور:۔	

[1] اس مسجد کے دو مینارے صرف رہ گئے تھے اور دونوں ہلتے ہیں۔ چند سال ہوئے کہ ڈاکٹر علی صاحب منصوری کی کوشش سے ایک مسجد جدید تعمیر ہوگئی ہے۔ فقرا مساکین اکثر اس کے گرد پڑے رہتے ہیں۔ اور سیدی یا شیدی کی بجائے حبشی

منجھن پور:۔ سید مسعود نے اپنے دادا حضرت شاہ عالم کے نام سے آباد کیا۔
صفدر پور:۔ اس کو صفدر خاں بابی نے آباد کیا۔

شاہ گنج :۔ }
نواپورہ :۔ } سید عبدالرحیم رفاعی کا آباد کیا ہوا ہے۔ اور اِن کا روضہ بھی اسی جگہ ہے۔
سلطان پور :۔ }

کشور پور:۔ صفدر خاں بابی کا پیش کار، کشور داس تھا۔ اس نے راج پور کے پہلو میں ایک چھوٹا سا محلہ اپنے نام سے آباد کیا۔ اُسی جگہ اپنا خوشنما مکان بھی تعمیر کرایا۔
معصوم پور:۔ معصوم قلی عرف شجاعت خاں مقتول نے اس جگہ نئی آبادی بسائی تھی۔
مراد گنج :۔ شاہزادہ مراد بخش کے صوبہ داری میں اس کے نام سے یہ محلہ آباد کیا گیا۔

جمنا پور } قدیم آبادی ہے۔
بیگم پور } جس کو "پورہ خوجہ" بھی کہتے ہیں، قدیم آبادی ہے۔

رحمت پور:۔ جو وہاب گنج کے نام سے مشہور ہے۔ خلد مکاں عالمگیر بادشاہ کے عہد میں قاضی القضات عبدالوہاب صاحب نے آباد کیا۔ چونکہ اس عہد میں کپڑوں کے محصول کی نگرانی قاضی صاحب کے قرابت دار محمد جمال کے متعلق تھی۔ اس لئے نفع کثیر کے خیال سے اُس کی آبادی کو ترقی دی۔ تاکہ بندر سورت سے جو سامان قابلِ محصول آئے۔ وہ پہلے اس جگہ اُتارے جائیں۔ تاکہ پورٹ کمشنر کے ایجنٹ داخلہ شہر کے وقت جانچ پڑتال کر لیا کریں اور اس فرق کو معلوم کریں جو بندرگاہ اور داخلہ شہر کے وقت ہو۔ اور یہ قاعدہ ۱۱۵۰ھ تک برابر قائم رہا۔
باڑہ میں پور:۔ قدیم آبادی تھی، قلعچہ کا فوجدار یہاں رہا کرتا تھا۔ اب غیر آباد محلہ ہے۔
سید پور:۔ استوڑیہ دروازے کے باہر قوام الملک سید عطاءاللہ نے آباد کیا تھا۔ جو سلطان احمد کے امیروں میں سے تھے۔ اُن کی قبر بھی اسی جگہ ہے۔

چنگیز پورہ :- سلطان محمود ثانی کا غلام چنگیز خاں تھا۔ یہ محلہ اسی کا آباد کیا ہوا ہے۔ یہ وہی چنگیز خاں ہے جو مظفر نھو کے عہد میں اعتماد خاں سے لڑکر احمد آباد پر قابض ہوگیا تھا۔ اور سارے گجرات پر قبضہ کر کے مستقل خود مختار سلطنت کا خواب دیکھ رہا تھا۔

کینکو پور
کنگال پوری } قدیم آبادی ہے۔

بہادر گنج :- شاید "بہادر شاہ گجراتی" نے آباد کیا ہو۔

اکرم پور :- اکرم الدین خاں صدر صوبہ نے بسایا۔

مفاخر پور :- ابوالفاخر خاں نے جو صدر صوبہ مذکور کے بھائی تھے۔ خلد منزل عالمگیر کے عہد میں اپنے نام سے آباد کیا۔

ہیر پور :- قدیم سے آباد ہے۔

لوا پور :- قدیم سے آباد ہے۔

علیم پور :- ملک علیم خداوند خاں جو سلطان احمد کے امیروں میں سے تھا اور سلطان محمد شاہ بن احمد شاہ کے ساتھ دامادی کا رشتہ رکھتا تھا۔ اس نے اس محلہ کو آباد کر کے ایک پتھر کی مسجد کا اضافہ کیا۔ اس کا مقبرہ بھی اُسی جگہ ہے اور مقبرہ شیخ کمال مالوی اس مسجد کے عقب میں ہے۔

فرخ پور :- جس کو قاضی پور بھی کہتے ہیں۔ اس کے اصلی بانی کا نام معلوم نہیں۔ مگر ابوالفرج خاں قاضی شہر خلد مکاں عالمگیر کے عہد میں اس کو آباد کر کے ایک مسجد اور خوشنما، پر تکلف مکاں بنوا کر خود بھی اس جگہ سکونت پذیر تھے اور شرعی احکام اسی جگہ سے صادر کرتے تھے۔ راقم الحروف کو بارہا وہاں جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ افسوس کہ آج اس کا نشان بھی باقی نہیں ہے۔

نور گنج :- جہانگیر بادشاہ جب سیر و شکار کے لئے اس طرف تشریف فرما ہوئے تھے ، تو اُن کی مشہور بیگم "نور جہاں" کے نام سے یہ محلہ بطور یادگار آباد ہوا۔

کھارہ :- قدیم سے آباد ہے۔ مقبرہ تاج خاں نرپالی جو گجرات کے امیروں میں سے ہے اور حضرت شاہ عالم کے مقبرہ کا بانی ہے اسی جگہ ہے۔

ست لولیہ :- قدیم سے آباد ہے۔

زور آور پور :- جواں مرد خاں بابی نے فرخ سیر کے عہد میں اپنے چھوٹے لڑکے زور آور خاں کے نام سے عید گاہ کے پاس اُس کو آباد کیا۔

رسول آباد :- حضرت شاہ عالم نے یہاں سکونت اختیار فرما کر آباد کیا۔ اور آپ کا مزار اسی جگہ ہے، اور اسی وقت سے آپ کے خاندان کے لوگ جو سادات شاہیہ کے نام سے مشہور ہیں یہاں مستقل سکونت رکھنے لگ گئے اور چونکہ متعدد گاؤں عرس اور مسافروں کے خرچ کے لئے بطور مدد معاش اُنکو ملے تھے۔ اس لئے فارغ البالی سے زندگی بسر کرتے تھے، آہستہ آہستہ بلند عالیشان خوشنما مکانات اور فرحت افزا باغ تیار کرائے اور محض پاس ادب کے خیال سے حاکم وقت نے کبھی ان سے پرسش نہ کی، اور نہ کسی قسم سے وہاں کے رہنے والوں کو تکلیف دی اور قدیم زمانہ سے لو پورہ (محلہ یا گاؤں) درگاہ شریف میں داخل اور ان خاندانی سادات کے زیرِ انتظام رہا ہے۔ اور ہر قسم کے اختیارات خرید و فروخت، لین دین، سجادہ نشین کے قبضہ میں ہوتا۔ اُن کے حکم اور قاضی درگاہ جو علیحدہ یہاں کے لئے مقرر ہوتا تھا کی مہر سے تمام امور شرعی اور تمسکات عدالتی طے پاتے۔

(افسوس کہ مہاراجہ ابھے سنگھ کے عہد صوبہ داری میں بوقتِ جنگ اور مان بائی یہ محلہ ویران ہو گیا۔ اور سادات شاہیہ مع دیگر سکان کے اندرون شہر چلے آئے۔ آپ کے مزار پر سالانہ عرس ہوتا ہے۔ ایک رات مردوں کے لئے اور دوسری طرف عورتوں

کے لئے مقرر ہے۔

پورہ رضوی خاں:۔ رضوی خاں جو عہد عالمگیر میں صدر صوبہ (قاضی القضاۃ یا صدر جہاں) تھے۔ اس محلہ کو اپنے نام سے آباد کیا بعہد مہاراجہ ابھے سنگھ مرہٹوں سے جنگ میں تباہ ہو گیا۔

بہاؤالدین پور:۔ قدیم سے آباد تھا، اوماں بھائی مرہٹہ کی جنگ میں ویران ہو گیا۔

ایرندا پور:۔ "

اریناپور:۔ قدیم سے آباد تھا

خضر پور:۔ "

بکلی پورا:۔ قدیم سے آباد تھا۔ مہاراجہ ابھے سنگھ اور اوماں بھائی کی جنگ میں برباد ہو گیا۔

حسن پور:۔ } یہ دونوں محلے نبیرہ حضرت شاہ عالم کے آباد کئے ہوئے تھے۔
محمود پور:۔ }

پورہ سید حامد:۔ سید حامد بخاری صاحب نے اُس کو آباد کیا تھا۔ اور بڑا اپر تکلّف مکان اپنی سکونت کے لئے تعمیر کیا تھا۔

کھامندول پورہ:۔ (یہ لفظ گھٹامنڈل ہے) سلطان احمد اوّل کا پوتا سلطان قطب الدین نے اس محلہ کو آباد کر کے ایک اعلیٰ درجہ کا شاندار محل تعمیر کرایا، اور اکثر اوقات یہاں رہا کرتا تھا افسوس کہ اب اُس کا نشان تک باقی نہیں ہے اور محلہ بھی ویران ہو گیا۔ مہاراجہ ابھے سنگھ اور اوماں بائی مرہٹہ کی جنگ میں یہ تمام مقامات تباہ ہو گئے۔ (یہ محل کانکریہ تالاب کے پاس تھا)

فیروز پور:۔ یہ محلہ بھی اوماں بائی مرہٹہ کی جنگ سے برباد ہوا۔

علیسن پور:۔ ملک علیسن نظام الملک کا آباد کردہ ہے جو امراء محمودی میں سے تھا۔ یہاں

پتھر کی خوشنما مسجد، باغ، تالاب کے علاوہ اپنے لیے ایک مقبرہ بھی تعمیر کرایا۔ ماش کی دال اور چونا ملا کر اینٹ کی پختہ چہار دیواری (بطور شہر پناہ) اس آبادی کے گرد بنائی۔ چونکہ یہ محلہ بٹوہ اور رسول آباد کے درمیاں واقع تھا۔ اس لئے حضرت شاہ عالم اس محلّہ کو تجیب الطرفین کہتے تھے۔ اس میں آم اور کھرنی کے بے شمار درخت تھے۔ اس وقت احمد آباد کے مواضعات میں شامل ہے اور مصارف روضہ شاہ عالم کے لئے مقرر ہے۔

لواباسن:۔ اس کے بانی کا نام معلوم نہیں۔

خواں پورا:۔ ملک خواں کا آباد کیا ہوا ہے، جو امراء گجرات میں سے تھے۔ یہاں ایک مسجد سنگی اور مکان بھی بنوایا، آپ کی قبر بھی اسی جگہ ہے۔ چونکہ اکثر خادم حضرت شاہ عالم کے اسی جگہ رہتے تھے۔ اس لئے لوگ خویدم پور بھی کہنے لگ گئے۔ شیخ خلیب کا مزار بھی اسی جگہ ہے۔

بہرام پور:۔
بھودری:۔ } یہ سب قدیم آبادی ہے۔
اساول:۔

قطب پورا:۔ شاید کہ حضرت قطب عالم جب یہاں مقیم تھے یہ نام رکھا گیا ہو، اب تو ویران ہے

قاسم پورا:۔ عالمگیر بادشاہ کے عہد میں میر قاسم نامی ایک شخص نے شہر کے دکھن طرف سابرمتی کے کنارے آباد کیا۔ ان کا مقبرہ بھی اسی جگہ ہے۔

راجو پورا:۔ حضرت شاہ عالم کے پوتوں میں سے کسی نے آباد کیا۔

حانساپورا:۔ غالباً یہ لفظ حسن خاں پور ہے) سید حسن خاں بارہہ نے عالمگیر بادشاہ کے عہد میں آباد کر کے ایک باغ تیار کرایا، ان کا مقبرہ بھی اسی جگہ ہے۔

ان محلوں کے نام جو ندی پار ہیں۔ بارہ بج:۔ قدیم آبادی ہے آجکل احمد آباد کے

مواضعات میں داخل ہے۔

عثمان پورہ:۔ حضرت قطب عالم کے خلفا میں سے ایک صاحب حال سید عثمان تھے۔ جن کو شمع برہانی بھی کہتے ہیں۔ اس محلہ کو آپ ہی نے آباد کیا۔ ایک خوشنما مسجد بھی وہاں تعمیر کی گئی۔ آپ کا مزار بھی اسی جگہ ہے۔ بڑا آباد محلہ تھا۔ راقم الحروف نے بھی اس کو آباد دیکھا تھا۔ اکثر اجناس خصوصاً بڑ اور درآمد مال دہلی اور گھی کی تجارت خوب ہوتی تھی آج کل ویران ہو گیا[1]۔

خان پور:۔ شہر کے دروازہ کے مقابل اس نام سے محلہ کی شہرت ہے، اب تو ویران ہے۔

لوزنگ پورہ:۔ لوزنگ میاں افغان کا آباد کیا ہوا، ایک چھوٹا سا محلہ ہے جو عالمگیر بادشاہ کے عہد اور شجاعت خاں کی نظامت میں تھے۔

عیدل پور:۔ فیروز پور:۔ اژدر پور:۔	قدیم زمانہ میں افغانوں نے آباد کیا تھا۔

صلابت پور:۔ صلابت محمد خاں بابی نے آباد کیا۔

شرق پور:۔ سلطان محمود ثانی گجراتی کے عہد میں ملک شرق غلام سلطان نے آباد کیا، شاہجہاں بادشاہ کے عہد میں غازی الدین حسین نے بموجب حکم سلطانی ایک باغ تیار کیا اور اس کی قبر بھی اسی جگہ ہے۔

شادماں پور:۔ اکبر بادشاہ کے عہد میں مرزا عزیز اعظم خاں کوکلتاش کے لڑکے شادماں بیگ نے اس کو آباد کیا۔

---

[1] ایک مسجد مع میناروں کے اب تک موجود ہے۔ ساتھ ہی مقبرہ بھی ہے۔ تفریح طبع کے لئے لوگ جمعہ کو جاتے ہیں۔ بعض ایک دو شب رہتے ہیں۔ ایک مدرسہ بھی تھا۔ اب تو زراعتی زمین چاروں طرف ہے۔ فی الحال محلہ آثار قدیمہ کے ماتحت ہے۔ ایک مجاور رہتا ہے۔ عثمان پور گاؤں چند سو گھر کے اس وقت بھی موجود ہے۔ ایک بھی مسلمان نہیں ہے سب ہندو ہیں۔ اسی سے متصل تھوڑے فاصلہ پر "ودیا پیٹھ" مشہور بہ گاندھی کالج تعمیر ہوا ہے۔ جہاں غیر سرکاری تعلیم ہوتی ہے +

فریدآباد :۔
عماول پور :۔ } جس کو مادل پور کہتے ہیں، قدیم زمانہ میں افغانوں نے آباد کیا تھا۔

شیخ پور :۔ حضرت شیخ رحمت اللہ ابنِ شیخ عزیز اللہ متوکل صدیقی جو سلطان محمود بیگڑا کے مرشد تھے۔ اس محلہ کے بانی ہیں۔ آپ کا مقبرہ اور مسجد اسی جگہ ہے۔

سلطان پور :۔ جس کو نمک منڈی بھی کہتے ہیں۔
قاسم پور :۔
نصیر آباد :۔ } یہ سب قدیم آبادی ہے۔
فتح پور :۔

کمال الدین پور :۔ جواں مرد خاں بابی نے اپنے لڑکے کے نام سے آباد کیا تھا۔

عیسیٰ پور :۔
رحیم پور :۔ } قدیم سے آباد ہیں۔
میراں پور :۔

کوچرپ :۔
پالڑی :۔ } یہ دونوں بھی شہر کے محلوں میں داخل ہیں۔

سابرمتی کے اُس پار مظفر شاہ اوّل اور محمد شاہ اوّل کے ساتھ ہندوستان سے پانچ چھ ہزار سوار و پیادہ آئے تھے وہ سب اسی طرف آباد ہو گئے۔ اُن کی اولاد میں سے جو لوگ جمدار (قبیلہ کا سردار) تھے۔ راقم الحروف کے دل میں ایک ایک یاد ہے۔ آج کل سب ویران اور بے چراغ ہیں۔ راقم الحروف کو جس قدر ان محلوں کے نام یاد تھے۔ تحریر کیے۔ جو بقیہ محلّے یاد نہ رہے۔ وہ لکھنے سے معذور رہا۔

---

[1] مشہور ہے کہ یہ دراصل کوچہ عرب سے بگڑ کر بنا ہے۔

فصل چھٹی

باہر شہر کے باغات

شہر کے باہر رفتہ رفتہ باغ اس کثرت سے ہو گئے تھے۔ کہ پھولوں کی مہک سے دماغ معطر، اور آنکھیں مختلف قسم کے رنگین پھولوں سے پُرنور رہتی تھیں۔ اس میں دل کش اور فرحت بخش عمارتیں بنائی گئی تھیں، درخت اپنے موسم میں پھلوں سے جھکے پڑتے تھے، جگہ جگہ آبشار (جھرنہ) اور نہریں جاری تھیں۔ یہ بہشت نما باغات سلاطین گجرات اور ناظمانِ دہلی کے تیار کرائے ہوئے تھے۔ ایک شاعر نے گویا اسی کی تعریف اپنے مندرجہ ذیل اشعار میں کی ہے۔

آب و ہوا لطیف اور دل کشا ہے۔ بہتر اور مبارک مقام ہے، لبِ دریا پھول کھلے ہوئے ہیں، جو برف کے پانی سے ہاتھ مُنہ دھوئے ہوئے ہیں۔ قد بتاں کی طرح درخت کھڑے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ خوبی میں مقابلہ کرتے ہیں۔ بلند شاخوں پر مرغانِ خوش الحان گویا آرگن بجا رہے ہیں۔ درخت سرو نے گویا جنت سے سبق سیکھا ہے، کہ ہر ورق پر "طوبیٰ لہم" (خوش خبری ہو اُن کے لیے) کا لفظ لکھا ہوا ہے۔

الغرض اُن تمام باغوں کی تفصیل تو محالات سے ہے۔ کیونکہ اکثر ان میں سے برباد ہو گئے اور گُل کی جگہ خار نظر آ رہا ہے۔ اور کچھ وارثوں نے فروخت کر ڈالے اور خریدار نے اُس کو کاشت کی زمین بنا ڈالی۔ اس لئے میں فقط سرکاری باغوں کو تحریر کرتا ہوں۔

باغ نگینہ عرف نگینہ باڑی

شہر کے مشرقی جنوب میں واقع ہے۔ محلّہ کی عمارتیں بسلسلہ وار وہاں تک چلی گئی ہیں۔ کانکریہ تالاب کے بیچ میں ٹھیک اس نگینہ کیطرح ہے جو کسی انگوٹھی میں ہو۔ سلطان قطب الدین گجراتی نے اس کو تیار کرایا تھا۔ یہ ایک چھوٹا سا مگر دلچسپ باغ وسط تالاب میں ہونے سے فرحت افزا مقام ہو گیا ہے۔ اس کا پُل ۴۸ طاق پر بنایا گیا تھا۔ اب اس میں سے چند طاق خراب ہو گئے ہیں اور راہ آمد و رفت کی بند

معز الدولہ کی صوبہ داری میں اس کی مرمت ہوئی تھی۔ جب یہ باغ سرکاری حکام کے ماتحت تھا تو آب کشی کے لئے چار بیل اور چار باغبان مقرر تھے۔ ؎

حوض قطبی یا تالاب کانکریہ اس کا طول ۵۰۰ گز الٰہی (اکبری) ہے اور عرض مطابق دستور، اس کا دور موافق قاعدہ بعد وضع پانچواں حصہ چار لاکھ پچاس ہزار ہاتھ ہوتا ہے۔ ہر بگہہ تین ہزار چھ سو گز کا جس کا مجموعہ (۱۲۵) بگہہ ہے۔ پتھر اور گچ کے ساتھ اس کے چاروں طرف زینے بنائے گئے ہیں۔ "کانکریہ" کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ لوگ یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ سلطان قطب الدین اپنے سوتیلے بھائی محمود بیگڑا کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ مگر محمود اپنی ماں بی بی مغلی کے پاس رہا کرتا جو اپنی بہن بی بی مرگی زوجہ حضرت شاہ عالم کی وفات پانے پر خود حضرت شاہ عالم کی منکوحہ ہو گئی تھیں۔ اس سبب سے قطب الدین کی رسائی وہاں ناممکن ثابت ہوئی۔ تو اُس نے یہ بڑا تالاب بنانے کا حکم دیا۔ اور خود اسی کے پاس کھاند رول (گھٹا منڈل) محل میں مقیم ہو کر منتظر اس بات کا رہا کہ شاید سیر و تفریح کے لئے محمود اس طرف آنکلے اور آسانی کے ساتھ میرے ہاتھ لگ جائے۔ لیکن یہ آرزو اس کی پوری نہ ہوئی۔ ہاں خود حضرت شاہ عالم بطور سیر ایک دن تشریف لے آئے کہ کھدائی اور خاک کشی کا تماشا ملاحظہ فرمائیں۔ اتفاقاً ایک کنکر آپ کے پائے مبارک میں چبھا، آپ نے فرمایا کہ کیا کنکر ہے؟ اُسی دن سے لوگ اُس کو کانکریہ (کنکر) تالاب کہنے لگے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ قطب الدین نے حضرت شاہ عالم سے اس معاملہ میں مشورہ کیا۔ آپ نے کنکر اُٹھا کر مقام تالاب پر ڈالا اور فرمایا کہ اس جگہ بناؤ، اس سبب سے لوگ اس کو کانکریہ کہنے لگے۔ سلطان قطب الدین کا ارادہ تھا کہ اس کے چاروں طرف باغ اور مکانات تعمیر کرائے، مگر موت نے فرصت نہ دی۔ چنانچہ جنوبی

؎ آج کل تمام عمارتیں ویران ہو کر زمین کاشت ہو گئیں۔ البتہ تالاب میں یہ باغ موجود ہے۔ ۱۴ ہزار خرچ کر کے محکمہ بلدیہ نے درست کرایا ہے۔ آج کل عیدگاہ اسی کے پاس ہے۔ جہاں سارا شہر سال میں دو دفعہ جاتا ہے۔ اس تالاب میں مگر مچھ اور مچھلیاں بکثرت ہیں۔ مگر محکمہ بلدیہ کی طرف سے مچھلی کا نکالنا ممنوع ہے۔

حوض قطاب عرف تالاب کاکوریہ

جانب ایک باغ کی بنیاد رکھی تھی، کہ جس کو آج کل "موگرہ" باغ کہتے ہیں۔ وہ ناتمام پڑا ہے۔ اس کا حوض، جھرنہ اور دیگر عمارتوں کے نشانات اب تک موجود ہیں۔

شاہ باڑی شہر سے دو کوس کے فاصلہ پر جنوبی طرف سابر متی کے کنارے موضع فیض آباد میں سلاطینِ گجرات میں سے کسی بادشاہ نے اس باغ کو تیار کرایا۔ اور بلند الیشان عمارت اس میں تعمیر کی۔ پختہ اینٹ اور چونے سے اس کی چہار دیواری بنوائی۔ شمال اور جنوب دو دروازے لگائے۔ سنگِ مرمر کی خیاباں بندی کی، ۶۲ بگھہ زمین کا احاطہ تھا اور پچاس بگھہ بیرونی باغ اسی کے متعلق تھا۔ صوبہ داری نواب مبارز الملک تک دیواں کے ماتحت یہ باغ تھا۔ اور دوسرے سرکاری باغوں کی طرح اس کی بھی حفاظت ہوتی تھی۔ آٹھ بیل آب کشی کے لئے اور چھ باغباں اس کے لئے مقرر تھے۔ مہاراجہ ابھے سنگھ کے عہدِ حکومت میں اس کا تعلق براہِ راست صوبہ دار سے ہو کر موضع کی آمدنی میں شامل کیا گیا۔ اب یہ جگہ ویراں ہے اور تمام عمارتیں شکستہ اور قابلِ مرمت ہو گئی ہیں۔

باغ فردوس شہر سے متصل موضع کترار میں سلطان محمود بیگڑا نے تین کوس کے فاصلہ پر مشرقی جانب ایک باغ لگایا، جس کے چاروں طرف دیوار اور برج بھی تیار کرائے۔ اس کا طول پانچ کوس اور عرض ایک کوس تھا، لوگوں کا بیان ہے کہ اس میں نو لاکھ درخت آم، کھرنی اور اونلہ کے لگائے تھے۔ اسی سبب سے لوگ "نولکھا باغ" بھی کہتے ہیں۔ عرصہ سے اس کا شمار مواضعات میں ہوتا ہے اور درختوں کی آمدنی پرگنہ کے حساب میں محسوب ہوتی ہے۔ اب تمام عمارتیں ویراں اور شکستہ ہیں، بعض جگہ کچھ دیوار کا حصہ اور دروازہ قائم ہے[1]۔

باغ شعباں موضع رکھیال میں مشرقی جانب شہر سے ایک کوس کے فاصلہ پر ملک شرف (ملک شعباں) نے اپنے نام سے اس باغ کو تیار کرایا۔ اینٹ پختہ اور چونے سے اس کے

---

[1] افسوس کہ اب یہ بھی نہ رہا اور آج کل محکمہ بلدیہ کی جانب سے تمام شہر کا کچرا اور کوڑا اُسی مقام پر پھینکا جاتا ہے۔ (رہے نام اللہ کا)۔

گرد چار دیواری کھنچی ۔ ایک دلکش عمارت مع فرحت افزا چمن کے تیار کرایا۔ ایک مسجد اور مقبرہ اس کے ساتھ بنوایا۔ پختہ تالاب زینہ دار اور باوڑی (باولی) بھی کھدوائی۔ ناظمان صوبہ موضع رکھیال کو اپنی جاگیر قرار دیکر اُس کی آمدنی پر قابض ہو گئے۔

ملک شرف سلطان محمد بن احمد بن مظفر کا غلام تھا، سلطان قطب الدین کے عہد میں رتبہ وزارت پر پہنچا۔ اور ملک شعبان کا خطاب حاصل کیا[1]۔ سلطان محمود بیگڑا کے ابتدائی عہد میں استعفاء دیکر گوشہ نشین ہو گیا اور عمر بھر یادِ الٰہی میں مصروف رہا اور اسی مقبرہ میں دفن ہوا۔

باغ درخت ہلیلہ موضع رکھیال سے مشرقی جانب شہر سے ایک کوس کے فاصلہ پر قدیم زمانہ سے تین درخت ہڑ کے تھے۔ اور ہر سال بڑے بڑے پھل آتے تھے۔ اس میں سے دو درخت خشک ہو گئے۔ نجم الدولہ کی حکومت تک ایک درخت پھل دیتا تھا۔ لیکن عدم حفاظت کے سبب پھل چھوٹے آنے لگے، سرکار کی طرف سے بخیال حفاظت اس کی چار دیواری بنوا دی گئی تھی۔ اسی کے ساتھ ایک کنواں بھی تھا۔ اس کی وسیع زمین میں چمن تھا۔ جس میں مختلف قسم کے پھول ہوتے تھے۔ نگہبان اور باغبان مقرر تھے۔ ان کی تنخواہ موضع رکھیالی کی آمدنی سے دی جاتی تھی ہر سال ہڑ کا مربہ تیار کر کے حضور (بادشاہ دہلی) کی خدمت میں ایک داروغہ جو اسی کام کے لئے مقرر تھا، ارسال کرتا رہتا۔ سلطنت کی بدانتظامی سے خود صوبہ دار اس پر قابض ہو گیا۔ اور اب تو وہ درخت بھی خشک ہو گیا۔

رستم باغ رستم خاں نے جو امراء گجرات میں سے تھا۔ اپنے نام سے سابرمتی کے کنارے شہر کے شمالی جانب ساٹھ بیگھہ زمین میں اُس باغ کو تیار کرایا۔ چہار دیواری کے ساتھ پتھر کا دروازہ بھی بنوایا۔ اسی کے ساتھ ایک اچھی عمارت اور کنواں کھدوایا۔ زمانہ کے انقلاب سے ویران ہو کر اس کی زمین شاہزادہ محمد اعظم کی عمارت میں داخل کر لی گئی۔

---

[1] اب مقبرہ اور تالاب صرف رہ گیا ہے۔

بنگلہ شاہی باغ

گلاب باغ و نوت باغ رستم باغ کے متصل سلاطین گجرات کے عہد سے دونوں باغ ایک دوسرے کے پاس تھے۔ شاہزادہ محمد اعظم کے ابتدائے عہدِ حکومت تک یہاں کے پھولوں سے عطر نکال کر سرکار میں دہلی ارسال کیا جاتا رہا۔ ایک مکان بھی اس میں بنا ہوا تھا۔ تین سال تک شہزادہ ممدوح نے اپنی نو تعمیر عمارت کی تکمیل تک یہاں قیام کیا۔ پھر پائمال ہو کر عمارت گر گئی۔ باغ ویران ہوا، اور زمین میں باجرہ اور جوار کی کاشت ہونے لگی۔

باغ شاہی شہزادہ شاہ جہاں جب گجرات کا ناظم ہوا، تو اپنے نائب کے ذریعہ جو گجرات میں صوبہ داری کا کام انجام دے رہا تھا۔ ایک باغ بنانے کا شاہزادہ نے حکم فرمایا۔ مقصود پور جو احمد آباد کے گاؤں میں شمار کیا جاتا تھا۔ اس کے لئے منتخب ہوا۔ یہ مقام شہر کے شمالی جانب سابرمتی کے کنارے دروازہ ایڈریہ (دلّی دروازہ) کے مقابل واقع تھا اس میں متعدد خوشنما اور عالیشان عمارتیں تعمیر کی گئیں جس پر بڑی فیاضی سے کثیر روپیہ خرچ ہوا۔ اس کی چہار دیواری پختہ اور ۱۲ برج بنائے گئے۔ ایک سو پانچ بگھہ تین بسوہ میں کو احاطہ کئے ہوئے تھی۔ اس میں گیارہ چھوٹے بڑے کنوئیں بنائے گئے۔ عمارتوں کے گرد نہریں دوڑتی تھیں، اور جا بجا حوض بھی اپنی جگہ خوشنمائی دکھلا رہے تھے۔ اس اعلیٰ نمونہ کا کوئی باغ گجرات میں موجود نہ تھا۔ اور دروازہ باغ سے لیکر حاجی پور تک دو رویہ سایہ دار درخت کھڑے تھے۔ اور اس کے دونوں طرف ناظموں اور امیروں کے باغ ہونے کے سبب عجب راستہ دلکشا اور پُر بہا سبزہ زار معلوم ہوتا تھا۔ ایک تنو بیل آب کشی اور نشتر باغباں سات پیادے اور خاکروب، داروغہ اور تحویل دار مقرر تھے۔ ہر سال دیوان صوبہ اس کی مرمت کے لئے خزانہ شاہی سے ایک رقم دیا کرتا تھا۔ جب سے کہ بدنظمی شروع ہوئی صوبہ داروں کے ہاتھ میں یہ باغ چلا گیا۔ اور دکھنی مرہٹے اس کے درخت کاٹ لے گئے۔ شاہ برج جو دریا کی طرف بلند تھا۔ نجم الدولہ کے عہد میں طغیانی دریا کے سبب جڑ سے گر گیا۔ اور اکثر عمارت گر کر ویران ہو گئیں اور تمام درخت اور پھول وغیرہ برباد ہو گئے۔ صرف چند درخت املی کے رہ

گئے ہیں۔ ان کی اصلی سرخ ہوتی ہے۔ اور شاید صرف اسی ملک میں ہوتی ہے۔ اس کا مربہ بہت ہی لذیذ ہوتا ہے۔ اسی لئے لوگ اس کو عرب اور ایران تک لیجاتے ہیں۔ اب اس باغ میں گل ولالہ کی جگہ جوار اور باجرہ کی کاشت ہوتی ہے[1]

فرماں باڑی دریا پار مغربی رُخ شہر سے آدھے کوس کے فاصلہ پر چار دیواری کے ساتھ ایک باغ اور مختصر محل مع دروازہ تعمیر کیا ہوا تھا، جو قدیم سے سرکاری قبضہ میں تھا۔ انقلاب زمانہ سے اس کی عمارتیں گر گئیں۔ فرخ سیر بادشاہ کے عہد میں محمد معز نامی ایک شخص نے تمام مکانات فیروز خاں جالوری کے ہاتھ فروخت کر ڈالے۔ اس نے اُس کی مرمت کر کے اپنے نام سے آباد کیا۔ اور اب تو وہ بھی نہیں ہے۔ قدیم و جدید تمام عمارتیں ویراں ہوئیں اور نشاں تک باقی نہیں ہے۔

فتح باغ موضع سرکھیج (سرخیس) میں سابرمتی کے کنارے مغربی جانب شہر سے تین کوس کے فاصلہ پر عہد اکبری میں عبدالرحیم خانخاناں نے اپنے صوبہ داری کے وقت سلطان مظفر پر فتح یابی کی یادگار میں یہ باغ لگایا۔ چہار دیواری، برج اور دیگر عمارات تعمیر کئے۔ نہریں بنائیں اور اس کا نام "فتح باغ" رکھا۔ جب سے وہ موضع صوبہ داروں کی جاگیر میں واقع ہوا۔ اس باغ پر بھی متصرف رہے۔ اب بعض جگہ سے کچھ دیوار باقی ہے۔ ورنہ ساری زمیں کاشت میں آگئی۔

جیت باغ جہانگیر بادشاہ کے عہد میں سیف خاں نے جیتل پور موضع متعلقہ احمد آباد میں عبداللہ فیروز جنگ پر فتحیابی کے باعث بطور یادگار جیت پور کے نام سے اس باغ کو آباد کیا۔ اب مدتوں سے موضع میں شامل ہے۔

باولی و داہری باولی اس ملک میں اُس کنواں کو کہتے ہیں۔ کہ جس کا مُنہ بہت چوڑا ہو اور اوپر سے پانی تک جانے کا اس میں زینہ دار راستہ بنایا گیا ہو۔ تاکہ مسافر اندر پہنچ کر چلو سے

[1] اب باغ تو نہیں رہا۔ لیکن امراء شہر کے بڑے بڑے عالیشان بنگلے بنگلے ہیں اور یہ محلہ شاہی باغ کے نام سے آج بھی مشہور ہے۔

پانی پی سکیں - عہدِ قدیم سے ہندو مسلمان خلق اللہ کے فائدہ کے لئے بہ نظر ثواب اس قسم کی خیرات جاریہ بڑی بڑی رقمیں خرچ کرکے جاری کرتے رہے جو حدِ شمار سے باہر ہیں - انہیں میں سے ایک داہری دباولی ہے جو اپنی آپ نظیر ہے - اور بہ حیثیت عمارت ماشہ نشیں، مضبوطی اور آب شیریں کے گجرات کے عجائبات میں شمار کئے جانے کے قابل ہے - اسی نے داہری پورہ اسار وا کے پاس آباد کرکے ایک مسجد اور اپنی قبر کے لئے ایک گنبد تیار کرایا ہے - پتھر کا ایک کتبہ عربی اور ہندی (گجراتی) میں یہاں لگا ہوا ہے - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمود ثانی کے عہد میں تین لاکھ ۲۹ ہزار محمودی خرچ کرکے سنہ ۹۰۶ھ مطابق سنہ ۱۵۵۶ بکرمی موافق سنہ ۱۴۲۱ سالیباہن میں یہ سب تیار کئے گئے - عمارت باولی تین منزلہ پتھر کے ستونوں پر قائم ہے - اور یہ گنبد اور مسجد کے پائیں میں واقع ہے - اس کا دو طبقہ پانی میں غرق رہتا ہے - لیکن قحط کے وقت جب امساک باراں ہو تو ایک طبقہ خشک ہو کر نکل آتا ہے [۱] - اس کے علاوہ قصبوں اور دیہاتوں میں باولی، کنواں، آبشار بے شمار ہیں - کوئی کہاں تک تحریر کرے -

باب دوم

مزارات

فصل اول

قدم شریف چونکہ گجراتی بادشاہوں کی بلند ہمت دین کو رواج دینے اور حمایت اسلام کی تھی - اس لئے دُور دُور سے اہلِ علم اور صاحبِ تقویٰ لوگوں کو بلا کر اس ملک میں

[۱] یہ باولی آج بھی موجود ہے - اور لوگ تفریحاً وہاں جاتے ہیں -

رہنے کی ترغیب دی۔ اور اُن کے احترام و عزت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور دوسرے بزرگان دین نے بھی ان کے انصاف اور خصائل پسندیدہ سنکر گجرات کا قصد کیا اور ہدایت خلق کار ثواب سمجھ کر اسی جگہ کو اپنا وطن بنالیا۔ امرا اور بادشاہوں نے بھی اُن کی کافی قدردانی کی۔ جاگیریں مقرر کیں، مواضعات وقف کیے۔ مقابر، مساجد، مدارس، خانقاہیں اُن کے لیے تعمیر کیے۔ پھر اسی ملک میں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پہنچ گئے۔ خصوصاً اہل وارڑ (نہر والہ) پٹن میں جس کو لوگ پیران پٹن کہتے ہیں۔

لوگ بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے فتح گجرات سے پہلے اتفاقاً بخیال جہاد بعض مجاہدین اسلام اس ملک میں آکر شہید ہوئے یا اپنی طبعی موت سے وفات پائے۔ ان میں سے کھمبایت کے مقبروں میں زیادہ مدفون ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ بلکہ لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں۔ کہ تبع تابعین کی ایک جماعت بھی یہاں آرام کر رہی ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

چونکہ تمام اہل علوم و صاحبان معقول و منقول و صوفیانِ کرام کا مفصل احوال لکھنا انقلاب زمانہ اور مقابر، مساجد، اور مکانوں کے نشان مٹ جانے اور مدت مدید کے سبب سے سخت دشوار ہے۔ لیکن اس کتاب کا ان کے احوال سے خالی ہونا بھی غیر مناسب تھا۔ اس لئے جس قدر بھی لوگوں کے احوال مولانا محمد رکن الحق خاں قاضی نبیرہ مولانا شیخ نورالدین کے توسط سے دستیاب ہوئے درج کتاب کرتا ہوں۔ اگرچہ پٹن اور کھمبایت کی آبادی قدیم ہے مگر پایۂ تخت احمد آباد ہونے کے سبب سے ابتدا اس جگہ سے کرتا ہوں۔ باقی شہروں کا ذکر اپنی اپنی جگہ پر ہوگا۔ (اور تبرکاً نقش قدم شریف سے اس کی ابتدا کی جاتی ہے)

لہ کھنبایت کے متعلق تو آج کل نہ بات مشہور ہے اور نہ تاریخ سے اس کی تائید ہوتی ہے لیکن راندیر کے متعلق مشہور ہے کہ تابعی یا تبع تابعی کا مزار ہے لیکن کسی تاریخ سے اس کی تائید نہیں ملی۔ البتہ بھروچ کے پاس بھاڈبھوت مقام پر ایک تابعی کی شہادت تاریخ سے ثابت ہے۔ آپ کا نام ابوبکر ربیع بصری تھا خلیفہ مہدی عباسی کے عہد ۱۶۰ھ میں بغرض جہاد تشریف لائے۔ بلاذری ذکر سندھ

معلوم ہونا چاہیے کہ نقش قدم شریف احمد آباد ۹۸۸ھ میں بعہد اکبر بادشاہ لایا گیا۔ میر ابو تراب کے دادا سید میر سلطان محمود بیگڑہ کے عہد میں شیراز سے وارد ہوئے۔ سلطان نے بڑی عزت کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ محمد آباد چانپانیر جہاں کی آب و ہوا آپ کو بہت پسند تھی مقیم ہو کر وہیں زندگی بسر کی۔ اور اسی جگہ آپ کا انتقال ہوا اور یہیں آپ کا مرقد ہے۔ ان کے پوتے میر ابو تراب صاحب فتح گجرات کے وقت اکبر کی ملازمت میں داخل ہو کر معزز امرا میں شامل ہوئے۔ سنہ مذکور میں امیر حاج بن کر بیت اللہ تشریف لے گئے اور واپسی پر یہ تحفہ ساتھ لائے اکبر بادشاہ کی اجازت سے احمد آباد لائے اسلول جو احمد آباد کا ایک محلہ تھا۔ اپنا مکان بنا کر مقیم ہوئے اور چھ سال کی مدت میں حسب الحکم بادشاہ مضبوط بلند عالیشان گنبد تیار کرا کر نقش قدم کو اس میں نصب فرمایا۔ شیخ فیض مصنف رسالہ قدمیہ نے ایک تاریخی رُباعی درج کی ہے۔ جو ذیل میں نقل کی جاتی ہے:۔

بقعہ خیر و قبۃ البطحا　　آمد از حق بلطف اہل قبول

رحمت آثار ہم اثر از وے　　راز سر و پا بود نشان رسول

توصیف قدم مبارک میں بھی ایک رباعی لکھی۔ ناظرین اس سے بھی محظوظ ہوں۔

شاہی کہ برات روز دادی شب را　　در مدحتش سنگ کشادی لب را

در خارا نشان قدمش نیست کہ سنگ　　از شوق تفش کردہ تہی قالب را

یہ نشان قدم داہنے پیر کا ایک سیاہ پتھر پر منقوش ہے۔ اس کے ریزے سخت اور سفید تھے۔ سلطنت کی بدانتظامی تک اسی مقام پر تھا۔

بر زمینیکہ نشانِ کفِ پائے تو بود

سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

جب مرہٹوں کی لوٹ مار سے اساول ویراں ہو گیا۔ تو بعض نالائقوں نے رات کو کھود کر دوسری جگہ لیجانے کا ارادہ کیا۔ وارثان سید میر نے جب اس کی اطلاع پائی۔ تو

اندرونِ شہر اپنے مکان کے پاس اُٹھا لائے [1]

سید میر ابو تراب کے خاندان میں سے ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ پہلے انگوٹھے کے پاس سے ایک قطرۂ پسینہ کے مشابہ میلاد اور عاشورہ کے دن نکلا کرتا تھا جس کو تبرک سمجھ کر شیشی میں جمع کر لیا جاتا تھا۔ عرصہ سے اب یہ ماجرا دیکھنے میں نہیں آتا۔

دوسرا نقشِ قدم [2] سید محمد مقبول عالم صاحب سجادہ نشین حضرت شاہ عالم کی قبر پر نصب کیا ہوا ہے۔ یہ آپ کے دو قدموں کا نقش ہے اور بہت مشابہ اس کے ہے۔ لیکن کس وقت میں اور کیونکر یہ تبرک یہاں تک پہنچا معلوم نہ ہو سکا۔

فصل دوسری

مزارات و حالاتِ اولیا

حضرت قطب عالم

برہان الدین لقب، ابو محمد کنیت، نام عبداللہ اور مشہور بہ قطب عالمؒ، بن ناصر الدین محمود بن مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ۔ آپ کا خاندان بخاری ہے اور سلسلۂ نسب سید جعفر مثنیٰ برادر حضرت امام عسکریؒ تک منتہیٰ ہوتا ہے۔ ۱۹ رجب شب دوشنبہ قریب صبح ۷۹۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ دس سال کی عمر میں آپ کے سر سے سایہ پدری اُٹھ گیا۔ آپ کے حقیقی چچا سید راجو قتال نے آپ کی پرورش اور تربیت کی۔ دو سال خاص طور پر رشد و ہدایت کی تعلیم دی۔ اور پھر فرمایا کہ اہلِ گجرات کی ہدایت آپ کے ذمہ کی گئی ہے۔ لہذا وہاں جا کر ہدایت کیجیے۔ غلاف، بالش، تلوار کے ساتھ دوسرے تبرکات جو آپ کی ولادت سے پہلے ہی آپ کے نام منسوب تھے اور آپ کی نسبت خبر دی گئی تھی، وہ سب آپ کے حوالہ کیا۔ آپ اپنے بزرگوں سے رخصت ہو کر اپنی والدہ بی بی ہاجرہ سعادت خاتون کے ساتھ پٹن پہنچے اور حسب ارشاد سید راجو قتال، بمشورہ حضرت شیخ

[1] آج بھی یہ نقش قدم آپ کے خاندان میں موجود ہے۔ [2] آج بھی یہ نقش قدم موجود ہے اور لوگ زیارت کرتے ہیں

صفحہ نمبر ۲۳

روضہ حضرت قطب عالم صاحب در بٹوہ

رکن الدین نبیرہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر جو ان دنوں پٹن ہی میں مقیم تھے، امور ظاہری و باطنی میں مشغول ہو گئے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ چونکہ سلطان مظفر شاہ جہانیاں جہاں گشت حضرت مخدوم کا مرید تھا۔ اس لئے اس خبر کے ملتے ہی کہ آپ کے پوتے پٹن تشریف لا رہے ہیں۔ فوراً استقبال کے لئے حاضر ہوا اور کمال احترام کے ساتھ پٹن میں لایا۔ آپ نے ظاہر علوم کی تعلیم مولانا علی شیر صاحب سے حاصل کی۔ جب احمد آباد آباد ہوا تو سلطان احمد کی استدعا پر آپ احمد آباد تشریف لے آئے۔

چونکہ احمد شاہ خود طبع موزوں رکھتا تھا۔ اس لئے ایک قصیدہ آپ کی شان میں لکھ کر پیش کیا۔ اور شاعروں کی طرح کھڑے ہو کر خود اس کو پڑھا۔ جس کا مطلع یہ ہے

قطب زمانہ ما برہان بس است مارا ❊ برہانِ او ہمیشہ چوں نامش آشکارا

قصیدہ خوانی کے بعد عرض کیا کہ اُمیدوار صلہ دُعا کا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ تمہارے خاندان کے متعلق میرے دادا نے دعا کی ہے۔ عرض کیا کہ حضرت ممدوح نے تو سلطان کی اولاد میں سلطنت کے لئے دُعا کی ہے۔ آپ برائے مہربانی اس احمد آباد کی آبادی اور مقبولیت کی دُعا فرمائیں۔ ارشاد ہوا کہ احمد آباد ابدالآباد انشاء اللہ الرؤف بالعباد۔

ابتدا میں آپ کی سکونت سابرمتی کے کنارے قدیم اساول میں رہی۔ وہاں ایک مسجد بھی تعمیر کی۔ چنانچہ ابھی تک مکانوں کے قدیم آثار موجود ہیں۔

کچھ دنوں کے بعد آپ بٹوہ[1] میں آکر مقیم ہو گئے۔ اور سلطان نے اس موضع کی آمدنی آپ کے اخراجات کے لئے مقرر کر دی۔ آپ کی کرامات میں سے ایک مشہور بات یہ ہے کہ ایک دفعہ رات کو تہجد کے لئے اُٹھے صحن میں ایک لکڑی پڑی تھی جس کی ٹھوکر سے آپ کا پیر خون آلودہ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ "کیا ہے لوہا ہے، لکڑی ہے، یا پتھر ہے۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ بحکم باری تعالیٰ یہ تینوں چیزیں موجود تھیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک گوشہ میں اس کو دفن کر دو۔

[1] احمد آباد سے آٹھ دس میل پر آج کل آباد ہے۔

اور جو شخص نکالیگا۔ اُس کی نسل نہ چلیگی۔ لیکن آپ کی وفات پر ایک شخص نے آپ کے مریدوں میں اس ٹکڑے کو نکال کر منظرِ عام پر لے آیا۔ اور اپنی نسل کا خاتمہ فقط مرشد کے اظہارِ کرامت کے لئے قبول کر لیا۔ لوگ اس کی زیارت سے آج تک مشرف ہوتے ہیں۔ اس میں ایک ٹکڑا کاٹ کر اکبر بادشاہ دہلی لے گیا تھا۔ باقی بٹوہ میں موجود ہے[1]۔ بہ عمر ۶۸ سال ۴ ماہ ۲۴ دن ۸۵۷ھ ۸ ذی الحج وقت طلوع صبح عالم جاودانی کو رحلت فرمایا۔ "مطلع یوم الترویہ" سے ایک شخص نے آپ کی تاریخ وفات نکالی ہے۔

بٹوہ میں آپ کی قبر پر ایک عالیشان گنبد، بارگاہ اور پتھر کی مسجد موجود ہے اور آج تک لوگ فاتحہ خوانی کے لئے جاتے ہیں۔ موضع بٹوہ۔ موضع پالڑی۔ سیندری کی آمدنی عرس اور صاحب سجادہ اور فرزنداں کے اخراجات کے لئے مقرر ہوئی اور موضع کمود سادات قطبیہ کے لئے دیا گیا اور بموجب فرمان سلاطین سابقہ ابھی تک یہ لوگ اس پر قابض ہیں[2]۔

اولاد قطبیہ

(۱) حضرت کثیر الاولاد تھے۔ بارہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں تھیں۔ ان میں سے سب سے بڑے ناصر الدین ابوالحسن مخدوم سید محمود مشہور شاہ بڈا تھے۔ آپ کی ولادت ۲۳ رمضان کی رات ۸۰۹ھ بمقام پٹن ہوئی۔ آپ کی والدہ "بی بی سلطان" خاتون" بنت خداوند خاں تھیں، اجازت و خلافت اپنے پدر بزرگوار سے حاصل کی حضرت شاہ راجو قتال نے بھی خلافت نامہ اور خرقہ اُچھ سے ارسال فرمایا تھا۔ آپ کی وفات بمقام بٹوہ غرہ ذیقعدہ کی تین گھڑی رات گذرنے پر ۸۶۳ھ میں ہوئی۔ آپ کی قبر قبہ قطبیہ میں قبلہ کی طرف ہے۔

آپ کے پانچ لڑکے تھے۔ (ا) شاہ پیارن (ب) سید ذاکر محمد (ج) سید شیر محمد (د) سید جلال الدین مشہور بہ شاہ شیخ جیو (ہ) شاہ عتیق اللہ

حضرت شاہ شیخ جیو اگرچہ عمر میں سب سے چھوٹے تھے لیکن کمالات صوری و معنوی میں سب سے زیادہ تھے۔ بمقام اساول ۸۵۳ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کا حال آگے آئیگا

[1] یہ ٹکڑا آج بھی موجود ہے۔ لوگ دیکھنے کے لئے جاتے ہیں۔ [2] آپ کی اولاد میں اب تک اوقاف موجود ہے۔

(فرزند دوم کا حال مراۃ احمدی کے مصنف نے نہیں لکھا۔ یا تو ان کا نام اور حالات ملے نہیں یا سہو کاتب سے رہ گیا ہے)

(۳) سید احمد معروف بہ شاہ پیر، خلافت اور اجازت اپنے بزرگ باپ سے حاصل کی۔ ۸۱۹ھ میں بمقام پٹن آپ کی ولادت ہوئی۔ ۴۳ سال کی عمر میں ۸۶۲ھ میں وفات ہوئی۔ اور مقبرہ قطبیہ میں مشرق جانب مدفون ہوئے۔

(۴) شاہ حامد (حامد) اپنے پدر بزرگوار سے خلافت پائی ۱۴ شعبان ۹۰۹ھ میں وفات پاکر قبہ کلاں روضہ قطبیہ میں جانب قبلہ مدفون ہوئے۔

(۵) سید صالح۔ اپنے پدر بزرگوار سے خلافت پائی۔ عجیب و غریب علوم و فنون کے ماہر تھے۔ اور غیبی خزانہ پر کامل اقتدار رکھتے تھے، ۱۹ ذوالحجہ کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ اور روضۂ قطبیہ کے قبہ کلاں میں مغرب جانب آپ کا مرقد ہے۔

(۶) حضرت شاہ امین اللہ، خلافت اور اجازت اپنے والد ماجد سے حاصل کی، یہ حضرت سید محمد زاہد کے حقیقی بڑے بھائی تھے۔ ان کے متعلق مشہور واقعہ یہ ہے کہ بعد دفن جب محمد زاہد صاحب نے شب کو آرام فرمایا تو خواب میں آپ نے یہ کہا کہ میری اُنگلی تختہ کے نیچے آگئی ہے۔ تم اُس کو نکال دو۔ محمد زاہد صاحب نے اس خواب پر توجہ نہ کی، تو تین رات متواتر یہی خواب دیکھتے رہے۔ آخر جب قبر کو کھول کر دیکھا تو واقعی آپ کے پیر کی اُنگلی تابوت کے تختہ کے نیچے آگئی تھی اور اس سے خون جاری تھا۔ آخر اُس کو درست کر دیا گیا۔ آپ کی قبر روضہ قطبیہ کے قبہ کلاں میں شاہ حامد کی قبر کے نیچے واقع ہے۔

(۷) حضرت سید محمد زاہد، ان کے احوال خلفا شاہیہ کے ضمن میں تحریر ہونگے۔

(۸) سید محمد اصغر جو مشہور شاہ شیخ محمد سے ہیں۔ علوم باطنیہ اپنے بڑے بھائی سید ناصر الدین سے حاصل کئے، ۲۶ ماہ رمضان کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ مشرقی جانب روضہ قطبیہ کے قبہ کلاں میں آپ کا مرقد ہے۔

(۹) سید محمد صادق، آپ نے بھی اپنے بڑے بھائی سید ناصر الدین سے علوم باطنیہ حاصل کئے۔ کل ۲۷ سال کی عمر تھی، ۱۱ رجب آپ کا عرس ہوتا ہے قبہ قطبیہ میں شیخ محمد کے پائتانہ آپ کی قبر ہے۔

(۱۰) سید محمد راجو، خلافت واجازت حضرت قطب عالم و شاہ عالم سے حاصل کی۔ بچپن میں اپنے بھائیوں کے ساتھ کھیل کود میں ایک دفعہ مشغول تھے، کہ ایک نے ان کو گرا کر ایک گھونسہ رسید کیا اور پھر یکے بعد دیگرے دوسروں نے اس کی تقلید کی۔ آپ روتے ہوئے اپنے باپ حضرت قطب عالم کے پاس تشریف لائے اور بھائیوں کے ظلم کی شکایت کی ارشاد ہوا۔ کہ تیرے بھائیوں نے جب دیکھا کہ تیری نسل میں کوئی اولاد نہیں ہے تو ہر ایک نے ازراہِ شفقت ایک ایک گھونسہ مار کر ہر ایک کے عوض ایک لڑکا طلب کیا۔ بارہ گھونسوں کے عوض بارہ لڑکے ہوں گے۔ جاؤ اپنے بھائیوں سے کبیدہ خاطر نہ رہنا۔ چنانچہ واقعی آپ کے بارہ لڑکے ہوئے، ۷ صفر کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ آپ کی قبر چانپانیر میں ہے لوگ فاتحہ خوانی کے لئے جاتے ہیں اور تبرک حاصل کرتے ہیں۔

(۱۱) شاہ سالم، ارادت اپنے باپ سے اور خلافت اپنے برادر معظم سید ناصر الدین سے پائی۔ آپ کو سماع کا بے حد شوق تھا۔ بعض دفعہ دو دو تین تین روز تک حالت میں ناچتے رہتے اور کھانا پینا سب بند رہتا۔ آپ کا عرس مہینہ کی آٹھویں کو ہوتا ہے۔ قبہ کلاں قطبیہ کے باہر مشرقی جانب آپ کی قبر ہے۔

(۱۲) سید علم الدین، شیر خوارگی کے عالم میں وفات پا گئے

فصل تیسری

خلفا حضرت قطب عالم

سید عثمان شمع برہانی

امیر سید عثمان المخاطب من اللہ بہ شمع برہانی، حضرت کے

خاص خلیفہ اور متبنّٰی میں سے ہیں۔ اس ملک کے بڑے مشائخوں میں آپ کا شمار ہے۔ بچپن ہی میں حضرت قطب عالم کی صحبت سے فیضیاب ہوئے اور عمر کا بڑا حصہ صرف کر کے مقامات عالیہ پر پہنچے، مدارج علوی و سفلی حاصل کئے اور مرتبہ عالیہ ارشاد و ہدایت کا عطا ہوا۔

لوگ بیان کرتے ہیں کہ آپ فقر و توکل درویشانہ سے زندگی بسر فرماتے تھے۔ جب آپ کے پوتے سید عالم کی شادی مخدوم شیخ داؤد نبیرۂ حضرت کان شکر سے قرار پائی اور شیخ چونکہ کمال باطنی کے ساتھ دنیاوی جاہ و جلال بھی رکھتے تھے۔ تو خادم نے عرض کیا۔ کہ حضور کے گھر میں درویشی بدرجہ کمال موجود ہے۔ اور یہ نسبت جو شیخ کے خاندان میں ہوئی۔ وہ شان و شوکت رکھتے ہیں۔ ایسے موقعہ پر ہم کس طرح انجام دے سکتے ہیں۔ ارشاد ہوا۔ کہ میرے مرشد کا نام کافی ہے اور پھر حضرت اپنے مرشد کے مزار مبارک پر بغرض زیارت تشریف لیگئے اور کل حال عرض فرمایا۔ آپ کو الہام ہوا۔ کہ اے عزیز کیوں گھبراتے ہو جس قدر فیوض باطنی ہم نے اپنے لڑکے میاں منجھلا شاہ عالم کو دیئے۔ وہ تم کو بھی عنایت کیے ہیں۔ یہ معلوم کر کے حضرت شمع برہانی مکان واپس تشریف لائے۔ اور خادم سے کہا کہ جس قدر تم کو ضرورت ہو۔ بے دریغ کام انجام دو۔ خادم نے حکم کی تعمیل کی اور اخراجات کی میزان پیش کی۔ آپ نے فرمایا کہ دریائے سابرمتی پر جاؤ اور خرچ کے مطابق وہاں سے لیلیا کرو۔ خادم دریا پر گیا۔ تو دیکھتا ہے کہ بجائے پانی کے اشرفیاں بہ رہی ہیں۔ وہ روز جاتا اور گن کر ضرورت کے موافق لے آتا۔ اور یہ برکت عرصہ تک اس خاندان میں جاری رہی جیسا کہ اس ملک میں مشہور ہے کہ آپ کو اپنے مرشد کے سامنے ہی ارشاد و ہدایت اور خدا تک پہنچانے کا مرتبہ کمال درجہ پر حاصل تھا۔ لیکن مرشد کے ادب سے اس کام سے پرہیز کرتے تھے۔ ایک دن مرشد نے فرمایا کہ ہزاروں مخلوق کی ہدایت تمہارے سپرد کی گئی ہے اگر اس معاملہ میں یہاں تم اپنے میں دل تنگی پاتے ہو۔ تو جگہ تبدیل کر ڈالو۔ اور ہدایت خلق میں مشغول ہو جاؤ۔ اس بنا پر کچھ دنوں بہاؤالدین پورہ میں مقیم رہے۔ لیکن جب یہاں

امرا، سلاطین، اور عام لوگوں کا اس قدر ہجوم ہونے لگ گیا۔ کہ آمد و رفت کا راستہ بند ہو جاتا تو آپ نے اپنا تمام مال و اسباب لٹا دیا اور خود دریا پار اس مقام پر جس کو آج کل عثمان پورہ کہتے ہیں۔ مقیم ہو گئے اور اپنے گھر والوں کے لئے ایک اُون کا خیمہ کھڑا کیا اور خود وضو کرنے کے لئے دریا پر تشریف لے گئے اور وہاں اس فکر میں تھے کہ اگر کوئی برتن مل جاتا تو پانی اپنی اہلیہ کے وضو کے لئے لے جاتا۔ اس اثنا میں ایک ہندو کا لڑکا تانبے کا برتن لئے ہوئے پانی لینے کے لئے دریا پر پہنچا۔ آپ اس سے برتن مانگ کر پانی اپنی اہلیہ کے لئے لے گئے۔ پھر اس لڑکے سے کہا کہ اس جگہ ایک محلہ خدا آباد کریگا۔ تو اسی جگہ آباد ہو جا۔ اس نے کہا کہ میں غریب آدمی میرے پاس کہاں سامان۔ آپ نے کہا کہ برتن لے کر سابرمتی میں جاؤ اور بھر کر لے آؤ۔ جب وہ پہنچا تو اشرفیاں بہتے دیکھ کر برتن بھر لیا اور حضرت کے پاس لایا۔ آپ نے حکم دیا کہ اپنے باپ کے پاس لے جاؤ اور سامان کر کے اس جگہ آباد ہو جاؤ۔ اس کے بعد پھر تو ہر قسم کے لوگ یہاں آ کر آباد ہو گئے اور محلہ پُر رونق بس گیا۔ اور عثمان پورہ کے نام سے مشہور ہوا۔ حضرت کی متعدد تصنیفات ہیں۔ منجملہ اُن کے مدارج المعارج آپ کی اولاد میں مشہور ہے۔ حالت وجد میں اکثر غزلیں پڑھا کرتے، ان میں سے ایک غزل یہ ہے ؎

عرش فرشیست کہ در خلوتِ درویشانست | رنج گنجیست کہ ہم صحبتِ درویشانست
خلعتِ دولتِ جاوید اگر می خواہی | خرقۂ باعظمت کسوتِ درویشانست
قصۂ غرق شدن عالم و آں طوفاں را | خواندہ باشی کہ ہم از زحمتِ درویشانست
گرچہ طاؤس ملائک بجہاں شہ باز است | مگسِ مائدۂ نعمتِ درویشانست
ظلِ مامول کہ خورشید حوادث باشد | سایۂ بارگہِ دولتِ درویشانست
کارگاہے کہ بود بستہ کلیدِ درِ او | نفسِ فاتحۂ حضرتِ درویشانست
سینۂ بے کینۂ عثماں شدہ گنجینۂ عشق | ایں فتوح از مژۂ ہمتِ درویشانست

۱۵ رجمادی الاولیٰ کو آپ کا وصال ہوا۔ عثمان پورہ میں جو بڑا گنبد ہے وہی آپ کا مزار ہے۔ ایک عالیشان مسجد بھی پتھر کی ساتھ ہی موجود ہے۔ آپ کی اولاد اس ملک میں آج تک باقی رہی ہے[1]

شیخ علی خطیب

شیخ علی خطیب بڑے مرتاض بزرگوں میں سے ہیں۔ آپ کی عمر صرف بارہ برس کی تھی۔ جب ہی سے عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے اور کھیل کود کی طرف کبھی توجہ نہ کی۔ اور جنگل کی خودرو چیزوں پر گذارہ شروع کیا۔ بارہ سال تک اسی طرح روزہ جنگلی چیزوں سے افطار فرماتے رہے۔ تصفیہ قلب اس درجہ تک پہنچ گیا تھا۔ کہ فرشتوں کی تسبیح اپنے کانوں سے سُنتے تھے اور پانچوں وقت کی نماز دریا سابرمتی پر ادا فرماتے راستہ میں ایک مجذوب ملا کرتا۔ جو ہمیشہ کہا کرتا کہ اے علی تو مسلمان ہو جا۔" آپ نے اس کے مطلب کو سمجھ کر زہد و عبادت میں اضافہ فرما دیا۔ ایک دن دیکھا کہ مجذوب کھانا لوگوں کو تقسیم کر رہا ہے۔ جب آپ اس کے نزدیک پہنچے تو اُس نے ان کو پکڑ کر زمین پر گرا دیا۔ اور سینہ پر بیٹھ کر دو تین لقمے جبراً ان کو کھلائے اور پھر دو تین مکے ان کی گردن پر مار کر چھوڑ دیا اور کہا کہ "علی مسلمان ہو جا" شیخ علی گھبرائے ہوئے خاک آلودہ گھر پہنچے۔ دیر تک بے ہوش رہے۔ جب ہوش آیا تو "علی مسلمان ہو" کے مطلب پر غور کیا۔ آخر اس امر پر پہنچے کہ کسی سے مرید ہو جانا چاہیئے۔ اس زمانہ میں دو آدمی صاحب کمال تھے۔ ایک شیخ احمد گنج بخش اور دوسرے حضرت قطب عالم، چونکہ حضرت قطب عالم صاحب سماع تھے۔ اس لئے احمد گنج بخش سے مرید ہونے کے لئے سرخس (سرکھیج) بیل گاڑی پر سوار ہو کر چلے جب دریا سابرمتی کے پاس گاڑی آئی۔ تو بیل کھڑے ہو گئے اور باوجود سخت جد و جہد کے آگے نہ بڑھے اور پھر ایسا معلوم ہوا کہ کوئی شخص پیچھے سے کھینچ رہا ہے اور گریبان پکڑے

[1] افسوس کہ اب یہ مقام ویران ہے۔ مزار اور مسجد موجود ہے۔ باقی تمام زمین میں کاشت ہوتی ہے۔ عثمان پورہ گاؤں میں بھی کوئی مسلمان نہیں رہتا ہے سابرمتی کے کنارے دریا پار یہ موضع ہے۔

ہے چنانچہ شور ـ بالگا ہوا۔ پانچوں انگلیوں کا نشان کپڑے پر ظاہر ہوا۔ آپ نے اپنے دوستوں سے کہا کہ بیل جدھر جائے جانے دو۔ کیونکہ مجھے کوئی پیچھے سے کھینچتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ جہاں تقدیر میں ہوگا۔ وہاں سے مجھے حصہ ملیگا۔ بیل اساول کی طرف جہاں ان دونوں قطب عالم مقیم تھے چلنے لگے۔

اُدھر حضرت قطب عالم نے شیخ علی کے لئے اپنا بچا ہوا کھانا رکھوا دیا اور کچھ لوگ جو مرید ہونے کے لئے آتے تھے، اُن سے کہا۔ کہ خاموش رہو۔ تمہارا پیر آتا ہے۔ شیخ جب قریب پہنچے۔ تو دل میں خیال آیا کہ پہلے خلافت عنایت فرمائیں۔ پھر ارادت تو خوب ہو۔ چنانچہ جب حضرت قطب عالم کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا۔ کہ پہلے خلافت پھر ارادت، پھر ارشاد ہوا کہ چراغ، تیل، بتّی۔ سب تیار کر کے لائے ہو، صرف روشن کرنے کی دیر ہے۔ اس کے بعد آپ کو خلافت دی۔ مرید کیا، اور کھانا جو رکھوایا تھا طلب فرماکر آپ کے سامنے رکھا، چند لقمے حلق سے فرو ہوئے کہ آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی رونے لگے۔ اور پھر ناچنے لگ گئے۔ بلکہ بعض لوگوں کا قول ہے کہ موسیقی کے آلات وہاں رکھے تھے، خود بخود بجنے لگ گئے۔ حضرت قطب عالم نے قوالوں کو گانے کا حکم دیا، اور فرمایا۔ کہ شیخ اب اہلِ سماع میں داخل ہوگیا۔ کچھ دیر تک اسی حال میں رہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ چند لوگ مرید ہونے کے لئے آئے ہیں، اُن کو مرید کرو۔ شیخ علی نے ان سب کو حضرت کے سامنے مرید کیا۔ پھر ارشاد و ہدایت کے لئے اجازت دیکر رخصت فرمایا۔ شیخ کا روضہ قدن پور میں واقع ہے۔ قدن پور اور قطب پور اس وقت سے آج تک آپ کی اولاد کے قبضہ میں چلے آتے ہیں۔

فصل چوتھی

مخدوم شیخ احمد کھٹو

حضرت شیخ احمد جن کو گنج گیر اور گنج بخش بھی کہتے ہیں۔ نعمت،

تمثال نمبر ۵۰

روضهٔ شیخ احمد صاحب در سرخیز

[illegible] ۵۱

[illegible]

ارادت اور اجازت اپنے مرشد بابو اسحاق سے پائی۔ جو قصبہ کھٹو میں آرام فرماتے ہیں [1]
آپ کا سلسلہ بیعت مغربیہ ہے۔ جب آپ حج کے لئے تشریف لے چلے تو پٹن پہنچے۔ ملک
فتح الملک سے ملاقات کی۔ جو راستی خاں فرحتہ الملک ناظم گجرات کا باپ تھا۔ غرض آپ بندر
کھمبائت سے حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اور واپسی میں سندھ کے مشہور بندر ٹھٹھ
میں اُترے اور وہاں سے بخارا روانہ ہوگئے۔ جس کی تفصیل رسالہ "کبر" مصنفہ شیخ ابوالقاسم
امام مسجد میں مذکور ہے۔ سنہ ۸۰۲ھ میں بہ عہد مظفر خاں جو ابھی خود مختار نہیں ہوا تھا گجرات
تشریف لائے اور شہر سے مغرب جانب تین کوس پر موضع سرخس (سرکھیج) میں "بڈا" نامی
ایک بوہرہ کے یہاں مقیم ہوئے۔

اور بموجب درخواست سلطان احمد شہر کی بنیاد رکھتے وقت رسّی کا ایک سرا
آپ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ کی کرامات بے شمار ہیں اور عوام و خواص میں بہت مشہور ہیں۔
اور ان میں سے اکثر ملفوظات میں موجود ہیں۔ ۱۴ شوال جمعرات کے دن قبل زوال ۸۴۹ھ
میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کی وفات کی تاریخ ایک شخص نے مندرجہ ذیل رباعی میں کہی ہے

طاء میم علی ثمان مائة — کان دال و یا من الشوال
عمره دل علی انه قطب — راح یوم الخمیس قبل زوال

آپ نے تمام عمر تجرد کے ساتھ گذاری۔ شادی نہیں کی۔ صلاح الدین لڑکے کو
متبنیٰ کر لیا تھا۔ آپ کا مزار موضع سرخس میں موجود ہے۔ سلطان محمد شاہ نے ایک گنبد،
خانقاہ، مسجد، اور تالاب کی بنیاد رکھی [3]۔ اور اُس کے لڑکے سلطان قطب الدین نے ان
عمارتوں کی تکمیل کی۔ آپ کا مزار زیارت گاہ ہے۔ ہر ہفتہ لوگ فاتحہ خوانی کے لئے شہر سے

---

[1] کھٹو ناگور کے پاس مارواڑ میں ایک مقام کا نام ہے۔ آج کل جودھپور کے علاقہ میں شامل ہے۔
[2] سرخس احمد آباد سے تین چار کوس مغرب کی جانب مشہور مقام ہے۔ لوگ اس کو سرخیز اور سرکھیج بھی کہتے ہیں۔
[3] شیخ کے ملفوظات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسجد اور تالاب خود شیخ نے تیار کرایا۔ البتہ گنبد، خانقاہ، مدرسہ وغیرہ بعد کو تیار ہوئے۔ آج بھی عرس کے اخراجات کے لئے زمین اور گاؤں وقف ہے۔ جو ایک کمیٹی کے ماتحت ہے۔ جس کے ممبروں کا تغیر ایک مدت معینہ کے بعد ہوا کرتا ہے۔

جاتے ہیں۔ پھول چڑھاتے ہیں۔ اس مقبرہ سے مشرقی جانب تالاب سے متصل محمود بیگڑہ اور سلطان مظفر کی قبر ہے۔ آپ کے خلفا اور متبنی کے مزارات اس ملک میں مشہور ہیں۔ موضع سرکھیج اور موضع بسحہ درگاہ اور عرس کے اخراجات کے لئے مقرر ہے۔

شیخ محمود ایرجی

آپ شیخ پیر کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ آپ ایرج[1] سے زیارت کعبہ کے خیال سے مع اپنے مریدوں اور قوالوں کے روانہ ہو کر احمد آباد محلہ ہندیری میں مقیم ہوئے۔ صبح کو شیخ احمد گنج بخش کی ملاقات کو سرخس پہنچے۔ خادم نے آکر کہا کہ آپ کو حضرت ملاقات کے لئے بلاتے ہیں۔ شیخ نے کہا۔ کہ کسی دوسرے کو بلایا ہوگا۔ خادم نے جواب دیا۔ کہ حکم دیا ہے اگر شیخ محمود آئیں تو بلا لانا۔ آپ نے کہا کہ بھائی احمد آباد میں بہت سے محمود ہیں۔ یہ کیونکر معلوم ہوا۔ کہ مجھکو بلاتے ہیں۔ خادم نے کہا۔ کہ حکم ہوا ہے کہ محمود ایرجی نام کا جو آدمی آئے اُس کو حاضر کرو۔ یہ سُنکر کانپتے ہوئے اندر پہنچے۔ حضرت کو دیکھ کر قدمبوسی کی۔ سلام علیک فرما کر کہا کہ بابا یہ سفر تمہارا مبارک ہوگا۔ پھر گھر سے کھانا منگوا کر کھانے کا حکم دیا۔ یہ ادب سے ذرا ذرا کھاتے تھے۔ حضرت نے کہا کہ بابا تکلف چھوڑ دینے ہی کا نام تصوف ہے۔ آرام سے کھاؤ۔ اس کے بعد آپ کے رفیقوں کو جو باہر بیٹھے تھے بلایا، قدمبوسی سے مشرف ہوئے۔ دریافت کیا۔ کہ کیا تم سب بھی حج کے لئے جاتے ہو۔ عرض کیا۔ کہ ارادہ تو ایسا ہی ہے۔ فرمایا کہ خدا نے ان کو اچھی توفیق عنایت فرمائی۔ لیکن اس گروہ سے وفاداری محال ہے۔ پھر پچاس تنکہ رفیقوں کی دعوت کے بہانہ دیکر رخصت کیا اور فرمایا۔ کہ تمہاری رخصت دوسرے دن پر موقوف رہی۔ کچھ دنوں بعد پھر رخصت کیلئے حاضر ہوئے تو فرمایا کہ شیخ محمد مغربی جو مرشد بابو اسحاق کے تھے۔ چالیس حج کئے اور اُن کے دوسرے کرامات کا ذکر کرکے تبرکات عنایت فرمائے اور حکم دیا۔ کہ دوسری مجلس میں آؤ۔

[1] ایرج فارس میں ایک مشہور شہر مع مضبوط قلعہ کے ہے۔ (معجم البلدان یاقوت جلد اول)

کچھ دنوں کے بعد پھر حاضر ہوئے۔ تو حضرت نے مراقبہ شروع کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد ارشاد ہوا کہ مجھے ایسا سنائی دیتا ہے کہ تم کو آگے جانے نہ دیا جائے اور اپنے ہی پاس رکھوں جیساکہ بابو اسحاق نے مجھے اپنا فرزند بنایا تھا۔ میں بھی تم کو اپنا فرزند بناؤں۔ پھر ہمراہیوں کو بلا کر تبرک عطا فرما کے رخصت کر دیا۔ اور شیخ محمود کی اہلیہ کو ایرج سے بلا کر اپنی لڑکی قرار دی اور دونوں احمد آباد کے محلہ بھنڈیری میں مقیم ہو گئے۔ اور ہمیشہ خدمت اقدس میں رہ کر فیض و برکات حاصل کرتے رہے۔ آپ کے لڑکے نے حضرت کی اجازت سے آپ کے کرامات کچھ جمع کئے ہیں۔ اور اُس کا نام تحفۃ المجالس رکھا ہے۔ خود اپنا بھی تھوڑا سا حال لکھا ہے۔ ۱۰ ر رجب کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ آپ کی قبر اُسی محلہ بھنڈیری کی مسجد میں ہے۔ جس کو شیخ پیر صاحب کی مسجد کہتے ہیں بلوچواڑہ کے پاس ہے۔

مخدوم شیخ صلاح الدین

آپ کے باپ کا نام "لوکا جیو" تھا اور ہندو تھے۔ حضرت گنج احمد کھٹو کے دست حق پرست پر ایمان سے مشرف ہوئے۔ آپ کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ اس طرح ہے کہ جس وقت یہ حضرت کے پاس آئے تو آپ قرآن پڑھ رہے تھے۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ کہ بابا طالب آؤ اور کہو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس کے بعد تلقین اسلام کی کی۔ پھر آپ نے پانی منگوایا اور خود پیکر "لوکا جیو" کو دیا جس کو سچے اعتقاد کے ساتھ پی گئے۔ تب آپ نے قرآن مجید جو خود پڑھ رہے تھے۔ "لوکا جیو" کے ہاتھ میں دیکر کہا کہ پڑھو، خدا کی عنایت اور حضرت کے طفیل اُنھوں نے پڑھا۔ آپ کا نام شیخ طالب رکھا۔ شیخ طالب ہمیشہ خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ ایک دفعہ سلطان محمد شاہ ثانی حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا۔ کہ لوکا جی مسلمان ہو گیا؟ آپ نے فرمایا کہ اس کے اسلام نے عجیب کام کیا ہے عرض کیا کہ اُس کا ایک بھائی بھی ہے۔ جس کا نام مولا جی ہے۔ حکم ہوا۔ کہ اُس کو بلاؤ۔ چنانچہ مولا جی حاضر ہوا۔ حکم ہوا کہ چار سال سے مجھ کو حکم ہوا ہے کہ اس قسم کا فرزند تم کو دیا گیا اور میرا بچہ شہر لاش میں ہے۔ کیونکہ شیخ طالب (لوکا جیو) کی دو بیویاں ہیں۔ ان میں سے ایک حاملہ

ہے۔ اس سے لڑکا ہوگا، وہی میرا فرزند ہے۔ اُس کو طلب فرمایا چنانچہ سلطان نے اس کو بلانے کے لئے مولاجی کو بھیجا۔ شہر لاش میں پہنچنے کے چھٹے دن ایک لڑکا پیدا ہوا۔ دونوں کو ساتھ لیکر احمد آباد واپس آئے۔ تین ماہ کے بعد ماں کا اور اُس کے دو ماہ بعد باپ (شیخ طالب) کا انتقال ہوگیا۔ حضرت نے اُس کا نام "صلاح الدین" رکھ کر اپنی فرزندی میں قبول فرمایا اور پرورش میں مشغول ہوگئے۔

حضرت شیخ گنج بخش فرماتے ہیں کہ صلاح الدین ایک سالہ تھا اُس وقت میں اپنے شکم پر اُس کو بٹھاتا تھا۔ اتفاقاً ایک دفعہ آگ میں گر گیا۔ تو میں نے ہاتھ ڈال کر نکال لیا۔ جب چار سال کا ہوا۔ تو ایک دن میرے آگے کھیل کیا۔ میں نے کہا کہ صلاح الدین جبکہ تم چھوٹے تھے۔ تو تمہارے واسطے آگ میں ہاتھ ڈالنا پڑا تھا۔ صلاح الدین نے جواب دیا کہ حضرت سلامت یہ آگ کیا چیز ہے اُس آگ سے بھی آپ نے نکالا ہے؟ کہا۔ ہاں! جو شخص تم پر اور تمہاری اولاد پر شفقت کرے خدا کے حکم سے اُس کو بھی آگ سے نکالا ہے۔ جب حضرت گنج بخش کے انتقال کا وقت آیا تو سلطان محمد شاہ ثانی آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوا اور قاضی عبدالحی بن منصور کو ساتھ لایا۔ اور عرض کیا کہ حضرت مزار پر چراغ روشن کرنے کیلئے کس کو مقرر فرمائیں۔ ارشاد ہوا۔ کہ یہ صلاح الدین میرا لڑکا ہے، چراغ کی خبرداری کریگا۔ تھوڑی دیر کے بعد سلطان نے عرض کیا، کہ چراغ روشن کرنا بڑا کام ہے اور یہ لڑکا چھوٹا ہے۔ قاضی صاحب ایک ذی علم اور لائق آدمی ہیں۔ ارشاد ہوا کہ یہ لڑکا چھوٹا نہیں ہے اور فقیر کو مردہ نہ سمجھو۔ ان اولیاء اللہ لا یموتون (خدا کے ولی مرتے نہیں) اِس کے بعد سلطان نے صلاح الدین کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پر رکھا۔ اور بڑی تعظیم و تکریم کی۔ شیخ صلاح الدین کا عرس ۲۲ ربیع الاوّل کو ہوتا ہے۔ اور حضرت گنج بخش کے پاس آپ کی قبر ہے۔

صفحہ نمبر ۵۵

روضہ حضرت شاہ عالم صاحب

فصل پانچویں

شاہ عالم بخاری

سراج الدین خطاب، ابو البرکات کنیت، سید محمد نام اور شاہ عالم لقب آپ کی والدہ کا نام بی بی آمنہ سلطانہ خاتون بنت کریم خان بن عماد الدین خداوند خاں ہے۔ جو امرائے گجرات میں سے تھا۔ آپ کی ولادت دوشنبہ کی رات ۱۷ ذی العقدہ ۸۱۷ھ کو ہوئی۔ چنانچہ "وارث علی" سے تاریخ ولادت معلوم ہوتی ہے۔ بعد ولادت حسب بشارت نبوی حضرت قطب عالم نے آپ کا نام سید محمد رکھا۔

آپ کی سترہ سال کی عمر تھی کہ سلسلہ مغربیہ کی نعمت اور امانت اور خرقہ مخدوم جہانیاں کا جو شیخ احمد گنج بخش کے پاس امانت رکھا تھا۔ آپ کے حوالہ کیا گیا۔ پھر اپنے والد ماجد سے ارشاد و تلقین حاصل کرتے رہے۔ کشف و کرامات اور خرق عادات آپ کے اس ملک میں عام و خاص کے نزدیک بہت مشہور ہیں اور اس کثرت سے ہیں کہ ان اوراق میں اُن کی گنجائش مشکل ہے۔ ۶۳ سال کی عمر میں سنیچر کی رات ۲۰ جمادی الآخر ۸۸۰ھ میں عالم جاودانی کو رحلت فرما گئے۔ بعضوں نے "آخر الاولیا" سے تاریخ نکالی ہے۔ اور ایک شاعر نے مندرجہ ذیل تاریخ لکھی ہے۔

عین یا علی ثمانیہ مائۃ	کان کاف من جمادی الآخر
عمرہ تابع بہ عمر بنی	راح فی لیل سبت وقت سحر

آپ کی اولاد کو سادات شاہیہ کہتے ہیں۔ جیسے حضرت قطب عالم کی اولاد کو سادات قطبیہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپ کا مزار رسول آباد میں ہے۔ جہاں آپ کا قیام تھا مزار پر ایک گنبد مع بارگاہ و خانقاہ اور ایک عالیشان مسجد تعمیر کی گئی ہے گنبد کی عمارت اُد ہو کی تاج خاں نے بنوائی ہے۔ جو آپ کا مرید مخلص اور سلطان محمود بیگڑا کے امرا میں سے تھا اور مسجد کی تعمیر محمد صالح بدخشی نے کی اور دونوں مینارے نجابت خاں نے اضافہ کئے۔

مسافر خانہ اور خانقاہ سلطان محمود شہید کے بنوائے ہوئے ہیں۔ لیکن سیف خاں نے اپنے وقت میں پہلے سے بڑا تیار کرایا جو اس وقت موجود ہے۔ موضع باسنہ، علیس پور، اور بارہ متعلق احمد آباد اخراجات عرس اور صاحب سجادہ کے لئے مقرر (وقف) کئے گئے اور مواضعات ورورہ، بنہالی باکرول متعلقہ احمد آباد اور انبار یلی، جلال پور وغیرہ چھ موضع متعلقہ دھولکا۔ اور موضع ماتر باسنہ اور موندہ باسنہ، سادات شاہیہ (اولاد حضرت شاہ عالم) کی اوقات بسری کے لئے بموجب فرامین شاہی بطور وظیفہ کے مقرر ہوئے۔

حضرت شاہیہ کی اولاد میں سے پانچ لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔ شاہ راجو، سید بڈھن، شیخ محمد، بی بی راجی، بی بی امتہ اللہ، باجوں، ملک اسحاق کھوکھر زمیندار نادوت کی لڑکی "بوا خوند" کے بطن سے تھے۔ اور اُن کی قبر اسی جگہ باپ کے پہلو میں واقع ہے۔ سید بیگ محمد اور بی بی اماں اور بی بی منجھلی، یہ تینوں جام جونہ والی سندھ کی لڑکی "بی بی مرگی" کی اولاد ہیں اور سید سلطان محمد، سونکلی نامی لونڈی سے پیدا ہوئے۔

شاہ محمد راجو بن حضرت شاہیہ

آپ کی ولادت ۸۳۵ھ میں ہوئی جیسا کہ لفظ "وارث حسین" سے ظاہر ہے۔ چونکہ خرقہ ارادت آپ نے براہ راست حضرت قطب عالم سے پایا تھا۔ اس لئے حضرت شاہ عالم آپ کو برادر کہتے تھے، آپ کو مریدوں اور طلبہ کے علوم و ارادت کی تکمیل کی اجازت دے رکھی تھی۔ اپنی طرف سے بھی خرقہ اور سجادہ عنایت فرمایا تھا۔ آپ مادر زاد ولی تھے، بچپن سے خرق عادت کا ظہور ہوتا رہا۔ اپنے بزرگوں کی طرح علاوہ فرائض و سنن کے ایک ہزار رکعت نفل دن رات میں پڑھا کرتے۔ (شاید آخر عمر میں) پانچسو بیٹھ کر باقی کھڑے ہو کر پڑھتے۔ فرماتے تھے کہ میں اپنے بزرگوں سے شرمندہ ہوں کہ انھوں نے سب رکعتیں کھڑے ہو کر ادا کیں اور مجھ سے بوجہ ضعف بدن کے نہیں ہو سکتا۔ یکم محرم الحرام کی رات کو آپ کی وفات ہوئی۔ بیرون گنبد شاہیہ ایک حجرہ میں اپنے تین بھائیوں کے ساتھ آپ کی قبر ہے +

مقابل صفحہ ۱۸

مسجد حضرت شاہ عالم صاحب کی جانب روضہ قدم رسول کا منظر ہے

شاہ بھیکن بن حضرت شاہ بیہ

آپ کا نام سید بیگ محمد اور مشہور شاہ بھیکن سے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ جام جونہ والی سندھ کی لڑکی بی بی مرگی ہیں۔ اور آپ کی شادی کے حالات مفصل طور پر مراۃ سکندری میں مرقوم ہیں۔ آپ کی وفات نو دس سال کی عمر میں ہوئی آپ کی وفات کا بھی بڑا دلچسپ واقعہ ہے۔ مشہور ہے کہ ملک فخر الدین بن ملک سیف الدین بن اتر درخاں داماد سلطان احمد کا بیان ہے کہ میرے باپ ملک سیف الدین نے حضرت شاہ عالم سے التماس کیا۔ کہ خدا سے دعا فرمایئے کہ مجھے ایک لڑکا عنایت فرمائے۔ چنانچہ آپ کی دعا سے میں پیدا ہوا۔ پھر بچپن ہی میں میری روح قبض کر دی گئی۔ میرا باپ حیران و پریشاں کلاہ اور شجرہ ارادت لیکر اس نیت سے حضرت قطب عالم کے پاس پہنچا۔ کہ بچہ اگر زندہ نہ ہوا۔ تو یہ چیزیں واپس کر کے صحرا اور بیابان میں چلا جاؤں گا۔ حضرت قطبیہ نے میرے باپ سے کہا کہ میاں منجھلہ (شاہ عالم) کے پاس جاؤ۔ چنانچہ میں وہاں پہنچا اور حیران و پریشانی ظاہر کی۔ آپ نے غور و تامل کے بعد فرمایا کہ شاید اس کی عمر اسی قدر تھی۔ میرے باپ نے اپنی قدیم خدمات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ذرا گستاخانہ لہجہ میں کہا۔ کہ شاید آخرت میں شفاعت کے وقت بھی ایسا ہی جواب دیں گے۔ یہ سن کر شاہ عالم مکان کے اندر چلے گئے۔ میرے باپ نے مخدوم زادہ شاہ بھیکن سے عرض حال کیا اور اپنے حزن و ملال سے متاثر کیا۔ وہ اندر تشریف لے گئے اور حضرت شاہ عالم سے عرض کیا۔ شاہ عالمؒ نے فرمایا کہ اگر تم کو اس کے عوض دیدوں تو تمہیں منظور ہے آپ نے کہا کہ جو کچھ فرمائینگے مجھے منظور ہے۔ چنانچہ آپ کو حجرہ میں لیگئے اور رب العزت سے دعا کی کہ "رابن بکری بدل بکر دتا" دعا مستجاب ہوئی اور آپ انا اللہ پڑھتے ہوئے باہر نکلے اور خدمت گاروں سے کہا کہ ملک سیف الدین کو کہو کہ شاید تمہارا لڑکا نہ مرا ہو۔ دیکھو کہیں سکتہ تو نہیں ہے۔ یہ مژدہ سنتے ہی میرا باپ گھر لوٹا۔ راستہ میں کچھ لوگ ملے اور بچہ کے زندہ ہونے کی خبر دی۔ لیکن اُس کو یہ نہ معلوم ہوا کہ حضرت شاہ عالم کا لڑکا اس کے عوض میں فوت ہوگیا۔ جب اُس کو کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا تو بیحد افسوس کیا۔ آپ کا اور آپ کی والدہ مرگی بی

کا مزار شہر کے جنوبی جانب لب دریا مقبرہ جام جونہ میں واقع ہے۔ ولادت اور وفات کا سنہ نہ معلوم ہو سکا۔ لیکن ۱۴ر ماہ رجب کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ لوگ فاتحہ کے لئے جاتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں۔

سید جلال ماہ عالم

سید جلال الدین نام ابو محمد کنیت ماہ عالم لقب، سلسلہ نسب کا آپ کا اس طرح ہے، سید جلال الدین، بن سید حسن، بن سید احمد، عبد الغفور بن سید احمد بن سید راجو بن حضرت شاہ عالم۔

آپ کی ولادت ۶ر ذو القعدہ ۹۵۹ھ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ کا نام "خوندا گوہر بنت ملک خضر ہے۔ آپ کی مبارک ذات ایک عرصہ کے بعد سلسلہ عالیہ شاہیہ کو مرتب اور منظم کرنے میں کامیاب ہوئی۔ اور آپ کے سبب سے اس خانوادہ کو رونق حاصل ہوئی۔ مختلف انقلاب کے بعد جب اکبر بادشاہ کا قبضہ احمد آباد پر ہوا اور خان اعظم یہاں کا حاکم اعلیٰ مقرر کیا گیا تو خان موصوف کی کوشش سے آپ کو اس خانقاہ کی سجادگی عطا کی گئی، آپ مرید اور خلیفہ حضرت شیر محمد بن احمد بن سید عرب شاہ بن حضرت سید راجو کے تھے اور تصوف کے تمام مراتب انہیں سے طے کئے تھے اور علوم ظاہر علامہ شیخ وجیہہ الدین سے تعلیم پائے آپ کے خوارق، عادات اور کرامات بہت ہیں۔

آپ کی نسبت ایک واقعہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میر ابو تراب ولی شیرازی نے کچھ لوگوں کی دعوت کی، آپ بھی شرکت کے لئے مدعو تھے۔ یہ موسم سرما کا تھا اور سخت تیز اور سرد ہوا چل رہی تھی۔ آپ جب گھر سے شرکت کے لئے روانہ ہوئے تو راستہ میں سائل ملے اور کپڑے کا سوال کیا ہے۔ آپ نے عطا فرمایا اور ایک ہی کپڑا زیب تن کئے ہوئے مجلس میں تشریف لائے۔ لوگوں نے اس کو دیکھ کر محسوس کیا میر ابو تراب نے بطور اشارہ کے اپنے سکریٹری سید امین محمد سے کہا کہ " سید صاحب کے واسطے دوشالہ لے آؤ۔ سخت سرد ہوا چل رہی ہے۔ بیچارہ امین محمد حیران ہوا کہ دوشالہ کہاں سے لاؤں۔ خود میر صاحب کے گھر میں بھی

کوئی زائد نہیں ہے۔ امین محمد صاحب باہر نکلے تو دیکھتے ہیں کہ ایک مرید دوشالہ لئے کھڑا ہے۔ اُس نے کہا۔ میں دیر سے انتظار میں کھڑا ہوں۔ یہ دوشالہ حضرت ماہ عالم کے لئے بطور نذر نے کے لایا ہوں۔ امین محمد صاحب نے وہ لے کر حضرت پر ڈال دیا۔ کچھ دنوں کے بعد لوگوں کو اصل حقیقت معلوم ہوئی اور لوگ اس واقعہ سے بے حد متاثر ہوئے۔

آپ کی سخاوت اور ایثار نفسی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اس سبب سے گھر میں برتن اور کپڑے نہ رہنے پاتے تھے، ۱۴ ذلقعدہ کی آدھی رات کو ۱۰۳۰ھ میں انتقال فرمایا۔ گنبد شاہیہ کے متصل ایک الگ جگہ میں آپ کی قبر ہے، "نور از جہاں رفت" تاریخ وفات ہے۔

سید محمد مقبول عالم آپ کے والد کا نام ماہ عالم اور والدہ آمنہ بنت نصر اللہ تھیں۔ ۱۴ رجب ۹۸۹ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ تاریخ ولادت اس مصرعہ سے ظاہر ہے۔ "من ودست وامانِ آلِ رسول"۔

حضرت ماہ عالم اپنے وصال سے دو سال قبل خرقہ اور سجادہ خلافت عطا فرما چکے تھے۔ باپ کی وفات پر ہزاروں مخلوق کو ہدایت فرمائی۔ آپ زاہد، عالم، فاضل اور متعدد کتب کے مصنف تھے۔ سات جلدوں میں "جمعاتِ شاہیہ" آپ ہی کی تصنیف ہے۔ جو ایک قسم کے ملفوظات شاہیہ ہیں۔ آپ کی عادت تھی کہ ہر جمعہ کو پانچسو محمودی تقسیم فرماتے۔ ہر شخص کو دو محمودی عنایت کرتے۔

ایک دفعہ مجلس میں کچھ لوگ آئے ہوئے تھے۔ مولانا عبدالشکور خادم سے ارشاد ہوا کہ کچھ ہے، جواب دیا کہ صرف بارہ محمودی فرمایا کہ چھ آدمی کو چپ سے دیکر روانہ کر دو۔ باقی لوگوں کو بھی رخصت کرنے کا حکم دیا۔ مگر یہ خلاف عادت بات تھی۔ کہ لوگ آپ کی خانقاہ سے خالی ہاتھ جائیں۔ اس لئے طلب فرما کر کہا کہ ٹھیرو اور صبر کرو۔ دیکھو خدا کو کیا منظور ہے۔ یہ کہہ کر مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد آپ کے صاحبزادے جلال مقصود خواجہ ابوالحسن جلتہ الملک کا ایک خط اور دو ہزار روپے لاکر نظر سے گذارا آپ نے

فرمایا کہ بابا یہ کرامت تمہاری ہے۔ جلد لاؤ کہ عادت کے موافق لوگوں کو دیدوں۔ اس کے علاوہ آپ کی کرامات اور بھی بہت ہیں۔ ۱۲ رجب ۹۴۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کی قبر ایک دوسرے روضہ میں ہے۔ جس کو سیف خاں نے تعمیر کرایا تھا۔ آپ کی قبر پر نشان قدمین شریفین حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کا ہے۔[۱]

سید جلال مقصود عالم آپ کے والد کا نام مقبول عالم اور آپ کا سید جلال الدین نام۔ مقصود عالم لقب اور "رضا" تخلص ہے۔ شنبہ کی رات ۱۵ رجمادی الآخر ۱۰۰۳ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ "وارث رسول" سے آپ کی تاریخ ولادت نکلتی ہے۔ گیارہ برس کی عمر میں آپ قرآن کے حافظ ہو کر علوم کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے تعلیم کا بڑا حصہ مولانا حسین شیبانی سے حاصل کیا۔ لیکن تکمیل شیخ عبدالعزیز سے کی۔ جو مرید اور شاگرد حضرت مقبول عالم کے تھے۔ اور علوم باطنیہ کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی۔ بچپن سے آپ کو اس کا خیال تھا کہ ہمیشہ اپنے والد کو خوش رکھیں۔ یہاں تک کہ بزرگوں اور فقیروں سے بھی یہی دعا کراتے۔ آپ کے والد بھی آپ کو خوش رکھنے کی ہمیشہ کوشش کرتے۔ چنانچہ ایک رباعی سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

از کسب ہنر مراد مال است اے دل | وز علم و عمل غرض کمال است اے دل
مطلوب ز عاشقی وصال است اے دل | مقصود ز ہستیم جلال است اے دل

آپ کا تخلص "رضا" تھا اور مدح سرور دو عالم میں آپ کی رباعیات بکثرت ہیں۔ آپ کو شاہ جہاں بادشاہ کی طرف سے منصب شش ہزاری اور خدمت صدارت عطا کیگئی تھی جس کو فوائد مخلوق اور حکم بادشاہ کے سبب سے قبول فرمالیا تھا۔ گو بظاہر امیرانہ ٹھاٹھ نظر آتا تھا۔ مگر باطن وہی فقر اور عبادت میں بسر فرماتے تھے۔ راتوں کی بیداری مناجات کے سبب اکثر ہوتی۔ بمقام لاہور ۲۰ ربیع الثانی ۱۰۵۹ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ اور بطور امانت

[۱] یہ نشان آج بھی قبر پر موجود ہے۔

اُسی جگہ سپرد خاک ہوئے۔ ۲۷ رجب سنہ مذکور میں آپ کی لاش وہاں سے لاکر رسول آباد (احمد آباد) کے گنبد ثانی میں اپنے پدر کی قبر کے متصل دفن کی گئی۔

سید جعفر بدر عالم سید جعفر نام، بدر عالم لقب، حضرت مقصود عالم آپ کے بزرگ باپ ہیں۔ ۱۲ شعبان ۹۲۳ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ "وارث شاہی" سے آپ کی تاریخ ولادت نکلتی ہے۔

خلافت سجادگی اپنے باپ سے حاصل کی۔ آپ کے بزرگ پدر جناب حضرت مقصود عالم نے اپنے سامنے ہی سجادہ نشین بنادیا علوم و فنون ظاہری و باطنی میں آپ کو کمال تھا۔ خصوصاً حدیث اور تفسیر پر بڑا عبور رکھتے تھے۔ آپ کی بے شمار تصنیفات ہیں جس میں سے مشہور "روضات شاہیہ" چوبیس جلدوں میں ہے۔ بیس جلدوں میں بزرگوں کے حالات ہیں اور چار جلدوں میں تفسیر حدیث اور متفرق بیش بہا فوائد درج ہیں۔ اپنے ہاتھوں سے بے شمار کتابیں تحریر کیں اور زود نویسی میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ چنانچہ اٹھارہ پہر میں آپ کلام مجید تحریر فرمالیا کرتے تھے[۱] اور ہمیشہ اپنے پاس رکھتے۔ ایک رات بعد تہجد حضرت شاہ عالم پر فاتحہ خوانی کے لئے نکلے، تو سائل آپ سے ملا اور کہا کہ ایک قرآن مجھے پڑھنے کے لیے دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ صبح کو کتب خانہ سے دیکھ کر دونگا۔ اُس نے کہا۔ آپ کے پاس جو ہے وہ کیوں نہیں دیتے۔ آخر مجبوراً اُس کو دیدیا اور وہ بھی لیکر ایسا غائب ہوا کہ پھر اُس کا پتہ نہ لگا۔ حضرت مقصود عالم کے بعد شاہ جہاں بادشاہ نے صدارت قبول فرمانے کی استدعا کی۔ مگر آپ نے قبول نہیں فرمایا اور اپنے بھائی سید علی رضوی خاں کو یہ عہدہ دلوادیا اور خود درویشانہ بسر اوقات فرماتے، ۹ ذوالحجہ ۱۰۵۰ھ میں آپکا وصال ہوا۔ آپ کی قبر باپ کے پہلو میں قبلہ رُخ گنبد ثانی میں واقع ہے۔

سید محمد محبوب عالم سید محمد نام، ابوالجد کنیت، محبوب عالم لقب، باپ کا نام بدر عالم۔

[۱] آپ کی تحریر کردہ کتاب کا ایک حصہ کتب خانہ درگاہ حضرت پیر محمد شاہ میں موجود ہے۔

۲۰ ربیع الاول ۱۰۴۷ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ بچپن سے خدا طلبی مرغوب طبع تھی۔ تعلیم و تربیت اپنے پدر بزرگوار سے حاصل کی۔ آپ کی تصنیفات دینی علوم میں بڑی مفید ہیں۔ ایک تفسیر فارسی میں بروایت اہلِ بیت اور دوسری عربی میں بطور جلالین لکھی ہے، حدیث میں "زینت النکات فی شرح مشکات" مشہور ہے۔ آپ کی عمر ۹ سال کی تھی۔ اُس وقت شاہجہان بادشاہ نے اپنے دستخط سے تولیت نامہ سپرد کیا۔ تو اُن کو دیکھ کر بہت خوش پایا۔ پوچھا کہ شہزادہ دیکھ کر آپ کو بہت خوشی ہوئی؟ جواب دیا کہ شاہانہ عنایات سے ہمارا دامن سونے سے بھرا ہے۔ خوشی تو حضور کے خطِ مبارک کو دیکھ کر ہوئی۔ درس، تدریس اور مطالعہ کتب کے بعد جو وقت آپ کا فاضل ہوتا۔ وہ ریاضت اور عبادت میں صرف فرماتے۔

لوگ بیان کرتے ہیں کہ چلہ رمضان میں روزانہ وظائف کے علاوہ روزانہ چالیس پارے تلاوت فرماتے تھے۔ مولانا شیخ نور الدین جو خلیفہ اور آپ کے مخصوص لوگوں میں سے تھے بیان کرتے ہیں کہ جس سال آپ کا وصال ہوا۔ مبارک بادی کے لئے ماہ جمادی الآخر میں حاضر خدمت ہوا۔ ارشاد ہوا۔ کہ "حضرت شاہِ عالم کی فاتحہ خوانی کے دن میری باری ہے۔" چنانچہ اسی شب سے مرض میں ترقی ہوگئی۔ جب ۱۹ ر تاریخ ہوئی تو تمام دن عصر تک تسبیح میں مشغول رہے اور بار بار سوال کرتے کہ مجلس شروع ہوئی؟ لوگ کہتے۔ کہ علما اور مشائخ جمع ہو جائیں تو شروع ہوتی ہے۔ جب مجلس شروع ہونے کی خبر آپ کو ملی۔ تو اس خاکسار کو طلب کیا اور فرمایا۔ کہ سید جعفر مجید عالم کو بزرگوں کی جگہ مجلس میں بٹھلائیں۔ چنانچہ حکم کے موافق عمل کیا گیا اور خود تسبیح اور تہلیل میں مصروف رہتے ہوئے واصل بحق ہوئے۔ بدھ کے دن ۱۹ ر جمادی الآخر ۱۱۱۱ھ کا یہ واقعہ ہے۔ "محمد بود ثانی شاہ عالم" سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ قبہ مقبولیہ میں مشرقی جانب اپنے دادا کے پہلو کے پاس دفن کئے گئے۔ چار متبرک و مقدس بزرگوں کی قبریں اس قبہ میں ہیں۔

سید جلال الدین، حمید عالم	سید جلال الدین نام، حمید عالم لقب، ابن سید

محبوب عالم۔ ۲ر ماہ جمادی الاولی ۱۰۶۲ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اپنے والد ہی کے شاگرد اور مرید ہیں۔ تین رسالے آپ کے مشہور ہیں (۱) مرأۃ الرویا، تعبیر خواب میں (۲) مفتاح الحاجات شغل و اوراد میں (۳) رسالہ کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ چند سال تک ضعف ہاضمہ کے سبب صرف میوہ پہ گذارہ فرماتے رہے۔ اور غلہ کو ترک فرما دیا، ۲۰ر ذوالحجہ ۱۱۴۲ھ میں وفات پائی۔ دوسرے قبہ کے باہر قبر پدر کے مقابل آپ کا مرقد ہے۔

سید جعفر مجید عالم سید جعفر نام، مجید عالم لقب بن حمید عالم، ۱۸ر ربیع الثانی ۱۰۸۱ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ صاحب حال تھے۔ اکثر اوقات جو زبان فیض ترجمان سے نکل جاتے، ظہور میں آتے، ۱۸ر محرم ۱۱۲۹ھ میں وفات پائی۔ اپنے باپ کے پاس ہی دفن کئے گئے۔

سید محمد محمود عالم سید محمد نام، محمود عالم لقب، بن مجید عالم۔ اگرچہ آپ ابتدا میں لہو و لعب میں مشغول رہے۔ لیکن آخر میں توبہ کر کے جذبۂ الٰہی و محبت خدائی پیدا کر لی۔ لیکن آپ کی اولاد نہ تھی۔ اس لئے سلسلہ خلافت آپ کے خانوادہ سے جاتا رہا۔ ۲۹ر شعبان ۱۱۴۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور باپ ہی کے پاس مدفون ہوئے۔ فی الحال سید عبدالشکور بن موسیٰ بن مجید عالم صاحب سجادہ نشین ہیں۔

اس وقت تک حضرت شاہ عالمؒ کی اولاد اور پوتوں پر پوتوں کا حال تحریر کیا گیا۔ اب اُن کے خلفا اور اُن سے نسبت و ارادت رکھنے والوں کا حال تحریر کیا جاتا ہے۔ جو اس ملک میں آرام فرما رہے ہیں۔ اور اُن کے مزارات اس احقر کو معلوم ہیں۔

فصل چھٹی

خلفا حضرت شاہ عالمؒ

سید محمد زاہد

سید محمد زاہد بن حضرت قطب عالم، مرید اور بھائی حضرت شاہ عالم کے تھے اور جماعت میں نماز کے وقت امامت آپ ہی فرماتے تھے۔ ۹ رجب ۸۴۷ھ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ مشہور ہے کہ جب آپ کو امام مسجد بنایا گیا تو کمال طہارت کے خیال سے بعد استنجا باریک سلائی کے ساتھ کپڑا لپیٹ کر اندر داخل فرماتے تاکہ کوئی قطرہ رہ گیا ہو تو اس میں خشک ہو جائے اور ایسا نہ ہو کہ بعد وضو کے ٹپک پڑے۔ اسی لئے حضرت شاہ عالم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ محمد زاہد کا استنجا دوسروں کے مجاہدہ اور ریاضت سے بہتر ہے۔ مشہور ہے کہ جب حضرت شاہ عالم کے وصال کا وقت قریب آیا۔ تو آپ کو طلب فرمایا۔ کہنے لگے کہ اے محمد زاہد ادھر آؤ کہ راجن جو کا سلام پہنچاؤں اور غیبی خزانہ کی کنجیاں جو میرے پیر میں بندھی ہیں۔ تم کو عنایت کروں۔ یہ کہہ کر پیروں کو جنبش دی۔ چنانچہ حاضرین نے اس کی آواز سنی، آپ نے آداب بجالا کر عرض کیا کہ بندہ نے اس اُمید پر خدمت نہیں کی۔ بلکہ ایک دوسرا مطلب ہے اُمید ہے کہ اُس کو پورا کیا جائیگا۔ یہ سُنکر حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ الحمد للہ کہ جیسا تمہارا نام ہے۔ اسی طرح تمہارا کام بھی ہے۔ اور نزدیک بلا کر اپنے سینہ سے لگالیا اور اپنی زبان مبارک کو آپ کے منہ میں دیا۔ اس عرصہ میں جو مقصود تھا۔ سید محمد زاہد صاحب کو حاصل ہو گیا۔

مشہور ہے کہ حضرت شاہ عالمؒ کے وصال کے بعد آپ کی نعمت اور فیوض الہٰی چار شخصوں میں منقسم ہو گئی۔

(۱) صاحب سجادہ سید ناصر الدین محمود عرف سید محمد راجو (۲) حضرت سید محمد زاہد (۳) حضرت میاں مخدوم (۴) شریف ابوبکر عبدوس حضرموتی۔

آپ شیخ عبدالقدوس کے جدِ کلاں ہیں، جن کی قبر احمد آباد شہر کے جوہری واڑ میں موجود ہے۔ ۶ر شعبان ۹۹۲ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ اور "قرۃ عین بی" سے سال وفات معلوم ہوتا ہے۔ اور آپ کی عمر "جلوہ" کے لفظ سے معلوم ہوتی ہے جس کے ۴۴ ہوتے ہیں۔ بٹوہ میں آپ کی قبر مشہور ہے۔ فاتحہ خوانی کے لئے لوگ آتے رہتے ہیں۔ اسی کے ساتھ آپ کے لڑکے سید عرب شاہ کی قبر ہے، جن کا عرس ۱ر ربیع الاوّل کو ہوتا ہے۔

مولانا شیخ احمد میاں مخدوم ۶۱

میاں مخدوم شیخ احمد بن شیخ برہان بن ابو محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن محمد خاں غوری۔ محمد غوری سلطان دہلی کی طرف سے ناگور کے حاکم تھے۔ آپ سلطان معز الدین غوری کے خاندان سے ہیں۔ مشہور ہے کہ آپ کے والد شیخ برہان کے کوئی اولاد نہ تھی۔ چونکہ آپ کو شیخ احمد گنج بخش سے ارادت تھی۔ اس لئے اُن سے آپ نے التماس کیا کہ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کوئی فرزند عطا فرمائے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرزند نرینہ عطا فرمائیگا۔ اُس کا نام میرے نام پر رکھنا اور وہ بلند مرتبہ والا ہوگا۔ آپ نے علوم ظاہری کی تعلیم مولانا صدر جہاں سے پائی اور آپ کی عمر ابھی صرف بارہ سال کی تھی کہ حضرت شاہ عالم کے مرید ہوئے اور بارہ سال تک آپ کی خدمت کی اور پھر بارہ برس تک آپ کے خان ساماں (منیجر) رہے۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ بیعت کے بعد سے اپنا ہاتھ بخیال ادب زیر ناف کبھی نہیں لے گئے اور سوتے وقت ہاتھ کو گردن میں کر لیتے تھے۔ اور باوجودیکہ آپ رسول آباد میں سکونت رکھتے تھے۔ مگر محض بخیال ادب وہاں استنجا نہیں فرماتے تھے۔ حضرت شاہ عالمؒ کے بعد وصال دس برس زندہ رہے۔ ۲۴ر ربیع الثانی کو ۴۸ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔ "خیر الاولیا" سے بعض لوگوں نے تاریخ نکالی ہے۔ احمد آباد کے محلہ تاج پور میں اُن کی قبر ہے۔ جس پر ایک گنبد ہے اور اُس کے ساتھ ہی مسجد اور خانقاہ بھی ہے۔

سلطان شاہ غزنی

لوگ بیان کرتے ہیں کہ شاہ غزنی سلاطین گجرات کے قرابت داروں

ہیں سے تھے۔ اور لوٹ مار کا پیشہ اختیار کر رکھا تھا۔ راستہ میں بہ جبر لوگوں سے چھین لیا کرتے۔ لوٹیروں کی جمعیت جو آپ کے ساتھ تھی اور قرابت سلطانی کے سبب ان کا کوئی روک ٹوک کرنے والا نہ تھا۔ ایک دن میاں مخدوم جو حضرت شاہ عالم کے مہتمم تھے ۴۸ ٹنکہ محمودی جو فی سترہ تولہ سونا کا ہوا کرتا تھا[1] لے کر جا رہے تھے تاکہ خانقاہ کے لئے شہر سے سامان خریدیں، اور یہ مقدار خرچ خانقاہ کا روزانہ تھا۔ حضرت شاہ عالم رح روزانہ فرمادیا کرتے تھے کہ آج فلاں جگہ سے لے لو۔ اتفاقاً راستہ میں شاہ غزنی ملے اور کل ان سے چھین لیا۔ آپ حضرت شاہ عالم رح کے پاس پہنچے اور عرض حال فرمایا۔ حضرت نے تبسم فرماکر ارشاد کیا کہ عشقِ الٰہی کا بیج شاہ غزنی کے دل میں بو دیا گیا۔ پھر حکم کیا۔ کہ جاؤ فلاں مقام سے حسبِ ضرورت محمودی لے لو۔

ایک مدّت کے بعد حضرت شاہ عالم گھوڑے گاڑی پر سوار جا رہے تھے۔ راستہ میں جو شخص ملتا سلام کرتا اور جو سوار ہوتے وہ ادب سے نیچے اُتر جاتا۔ میاں مخدوم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اتفاقاً شاہ غزنی بھی آ نکلے۔ لیکن بوجہ تکبر اور غرور جوانی کے آپ کو سلام تک نہ کیا۔ میاں مخدوم نے عرض کیا۔ کہ دیکھا حضور نے کہ کس طرح یہ جوان اس طرف سے گذر گیا؟ حضرت نے فرمایا " جیو راجن چی کا او نہایا، ہوئے تو تجھ جیسے فقیروں کی برسوں تیں کناسی کرے "۔ یہ فرمانے کے ساتھ ہی وہ گھوڑے پر سے گر پڑے اور ترک دنیا کرکے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید ہوگئے۔ حضرت نے تزکیۂ نفس کیلئے باورچی خانہ کی دیگ دھونے پر مقرر فرمایا۔ اور تربیت باطنی میاں مخدوم کے سپرد کی۔ حضرت شاہ عالم رح کے رحلت پر دس برس تک میاں مخدوم کی خدمت کرتے رہے اور اس طرح حضرت شاہ عالم رح کی پیشین گوئی ظہور میں آئی۔ آپ کی کرامات بہت مشہور ہیں۔ آپ کے مشہور خلفاء میں سے شاہ فضل اللہ کاشانی ہیں۔ ان

[1] اس حساب سے یہ خاص محمودی ۲/۱ ۸ تولہ کی ہوئی۔ عام محمودی ایک مثقال کا ہوتا تھا۔

کی قبر آپ کے روضہ میں ہے جو شاہ بھیکن کی درگاہ کے اس طرف ہے۔ ۱۵ر جمادی الاولیٰ کو عرس ہوتا ہے۔

شاہ عزنی ۶۲ سال کی عمر میں دوشنبہ کے دن ۲۰ ر صفر ۹۲۲ھ میں رحلت فرما گئے۔ مندرجہ ذیل رباعی سے تاریخ وفات ظاہر ہے۔

باکاف خذ علی تسماتہ کان کاف من صفر شہر جلال

عمرہ تالع بہ عمر قطب راح من اثنین فی وقت الضحی

آپ کا مزار اندرون شہر رانکھڑ دروازے کے قریب واقع ہے۔ فاتحہ خوانی کے لئے لوگ آتے رہتے ہیں۔

میاں قطب الدین

میاں قطب الدین بن محمود بن بابو بن شیخ صدر الدین ابن شیخ الیاس، ابن شیخ جلال جو حاجی جلال لوراکے نام سے مشہور ہیں آپ کا سلسلۂ نسب حضرت ابراہیم ادھمؒ تک پہنچتا ہے۔ آپ شیخ بابو کے مرید ہیں جو بندر کھنبائت میں آرام فرماتے ہیں۔ حضرت شاہ عالمؒ کے خلفا میں سے ہیں۔ آپ کی ولادت ۸۵۰ھ میں ہوئی۔ حضرت شاہ عالمؒ نے اپنی دستار سر سے اُتار کر آپ کے سر پر رکھا اور اُس کے کونہ پر تحریر کیا "خرقۂ خلافت اور اجازت ہدایت اپنے سامنے میاں مخدوم کے حوالہ کیا"۔

شیخ قطب الدین اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دن میں حضرت شاہ عالمؒ کی خدمت میں بغرض ملاقات حاضر ہوا۔ حالانکہ مجھ سے کچھ تعارف پہلے سے نہ تھا۔ مگر فرمانے لگے کہ میاں قطب الدین اگر محکمہ شریعت کا کوئی آدمی بحکم قاضی آئے۔ تو تم اُس کی عزت کرنا اور اُس کو فرستادہ رسول اللہ صلعم سمجھنا........

........جب رسول آباد سے میں گھر پہنچا تو دیکھا کہ قاضی کا پیادہ کھڑا ہے اور وہ قرض خواہ بھی موجود ہے جس سے اس زمانہ میں کہ میں سپاہ گری کرتا تھا کچھ قرض لیا تھا۔ اب قاضی

کے پیادوں کو لیکر آدھمکا تھا۔ پیادہ دیکھتے ہی بُرا بھلا کہنے لگ گیا۔ اُس وقت حضرت کی بات مجھے یاد آگئی۔ اور مَیں نے اُن کی بڑی عزت کی۔ حضرت شاہ عالمؒ کے مریدین کا دستور تھا۔ کہ شرع شریف کے فرمان کو تمام امور پر مقدم رکھتے تھے۔ ۸۷ سال کی عمر میں ۲۰ جمادی الثانی ۹۴۳ھ میں عالم بقا کو کوچ کر گئے۔ آپ کا مزار شہر کے محلہ خان پور میں واقعہ ہے۔

قاضی العالم شاہ حماد

آپ کا نام شاہ حماد اور قاضی العالم خطاب، آپ کے والد ماجد کا نام قاضی محمد ہے۔ جو حضرت قطب عالم کے مرید تھے۔ آپ کے تین لڑکے تھے (۱) حمید، (۲) حماد (۳) حامد۔

حمید کو لوگ قاضی جابلیندہ کہتے تھے۔ قاضی محمود دریائی کے آپ پدر بزرگوار ہیں۔ یہ تینوں بھائی حضرت شاہ عالمؒ کے مرید تھے۔ شاہ حماد بارہ برس تک طلب علم میں مشغول رہے اور بارہ برس تک سپاہیوں میں شامل ہو کر کفار سے جہاد کیا۔ اس عرصہ میں ہمیشہ اکل حلال سے اوقات بسری کرتے تھے۔ اور کبھی حرام یا مشتبہ چیز کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اگر اتفاقاً یا دوستوں کی ترغیب یا جبر سے ہاتھ لمبا کرنا چاہا تو ہاتھ ہی دراز نہ ہوتا۔ یا کھایا تو چند لمحہ کے بعد فوراً قے ہو جاتا۔ آپ کے تقویٰ کا اثر آپ گھوڑے میں بھی اثر کر گیا تھا۔ اُس نے کبھی دانہ یا حرام گھاس نہیں کھایا۔ اس کے بعد بارہ برس تک ترک دنیا کر کے عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ آپ رات کو بہت کم سوتے۔ آپ چونکہ مظہر جلال تھے۔ اس لئے کسی کی مجال نہ تھی کہ خلاف طبع کوئی بات کرے، اگر کرتا تو بے ہوش ہو کر گر جاتا۔

اکثر اوقات پس پردہ رہتے اور خادم لوگوں کے معروضات اور حاجات بیان کرتا ..... تو فرما دیتے کہ مَیں نے دیا، یا نہیں دونگا۔ اس لفظ پر علما میں بڑا چرچا ہوا۔ آخر سب نے مل کر قتل کا فتویٰ صادر کیا۔ اور شاہ وقت کو اُس کی تعمیل پر اصرار کرنا

چاہا۔ بادشاہ نے کہا۔ کہ جس طرح حسین منصور کے قتل پر جنید نے فتویٰ دیا تھا۔ اُسی طرح اگر قاضی جالندھ دستخط کر دیں گے تو قتل کا حکم دونگا، علما قاضی صاحب کے پاس گئے اور عرض مدعا کیا۔ قاضی صاحب نے کہا کہ شاہ حماد کے پاس جاتا ہوں۔ اگر سمجھانے اور فہمائش کرنے پر بھی نہ مانے تو فتوےٰ لکھدونگا۔ چنانچہ قاضی صاحب نے جاکر شاہ حماد کو اچھی طرح سمجھایا۔ شاہ حماد نے کہا کہ برادر! عوام تو نہیں جانتے۔ مگر آپ تو جانتے ہیں کہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ کہنے والا کوئی دوسرا ہے اور دیکھو میں اس فساد کی جڑ ہی کاٹ دیتا ہوں۔ اور بانی اس فساد کے ایک میاں جی تھے جو شاہ حماد اور قاضی جالندھ دونوں کے اُستاد تھے۔ قاضی صاحب نے کہا کہ اُستاد کا حق ضائع نہ کرو۔ آپ نے کہا اقتلوا الموذی قبل الایذا (یعنی موذی کو قبل اس کے کہ وہ ستائے مار ڈالو)

دونوں بھائیوں میں ابھی گفتگو ہی ہو رہی تھی کہ میاں جی کے پیٹ میں بڑی شدت کا درد پیدا ہوا۔ قاضی صاحب کو جب معلوم ہوا۔ تو بہت مضطرب ہوئے اور ہائے میرے استاد کہہ کر شاہ حماد سے کہا کہ ذرا توجہ کرو۔ شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس آئیں اور اس فتویٰ سے باز آئیں۔ تو تندرست ہو جائیں گے۔ قاضی صاحب دوڑتے وہاں پہنچے اور میاں جی سے سارا معاملہ کہا۔ میاں جی نے جواب دیا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ وہاں جانے سے تندرستی ہو جائیگی۔ مگر ۶۲ سال کی عمر آئی اور ہمیشہ شرع کے حکم پر چلتا رہا۔ اب چند روزہ زندگی کے لئے کیا جاؤں۔ میں تو شرع کے مطابق کام کرونگا۔ اور اُس کی حفاظت میں جان دونگا۔ میاں جی کے مرنے پر تیسرے دن فاتحہ خوانی کے لئے لوگ جمع ہوئے۔ قاضی جالندھ اور شاہ حماد بھی آئے۔ بعد فاتحہ خوانی لوگوں نے قبر پر پھول رکھے۔ شاہ حماد نے جب رکھا تو قبر سے زمین پر گر گیا۔ دوبارہ رکھا پھر گر گیا تو لوگ مسکرائے۔ آپ نے کہا کیا کروں حق اُستادی مانع ہے۔

ورنہ جس طرح لذتِ دنیا سے محروم کر دیا۔ عافیت عقبیٰ سے بھی مایوس کر دیتا۔ یہ بولتے ہی قبر میں جنبش ہوئی اور پھول قبر پر ٹھیر گیا۔ آپ کی عمر ۷۶ سال کی تھی ۔ ۲ر شوال کو رحمتِ الٰہی سے مل گئے ۔ آپ کی قبر شہر پناہ سے باہر سارنگ پور میں ہے۔

ملک عبداللطیف داور الملک

آپ کا نام عبداللطیف، داور الملک خطاب، مگر عوام میں آپ شاہ دراول[1] کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے والد کا نام ملک محمود قریشی ہے ۔ سلطان محمود بیگڑا کے امرا میں سے تھے ۔ حضرت شاہ عالم کے مرید اور خلیفہ تھے، اور پانی گرم کرنا آپ کے سپرد تھا۔ دکن کے راجوں میں سے ایک کا لڑکا برص میں مبتلا تھا۔ اور حکما کے علاج سے مایوس ہو کر حضرت شاہ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہ شاید آپ کی توجہ سے صحت ہو ۔

ایک رات تہجد کی نماز کے لئے وضو فرما رہے تھے کہ ملک عبداللطیف نے اس لڑکے کو آپ کے سامنے حاضر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس پانی کو اس پر بہاؤ حسب الحکم پانی اس پر ڈالا اور جو کچھ باقی بچا خود پی لیا۔ لڑکا فوراً اچھا ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم کو سالار غازی مسعود کا درجہ خدائے برتر سے عنایت ہوا۔ لوگ بیان کرتے ہیں۔ کہ جب آپ محمود بیگڑا کے امرا میں شامل ہوئے۔ تو آپ کو داور الملک کا خطاب عطا ہوا۔ باوجود دنیاوی شان و شوکت کے ہمیشہ اصلاح نفس اور عبادتِ الٰہی میں وقت صرف کرتے، جب آپ کے گھر پر لوگوں کا مجمع زیادہ ہونے لگا۔ تو ہمسایوں کو پیغام دیا۔ کہ میرا مکان خرید لو۔ لوگوں نے تعجب سے کہا کہ اب تو آپ صاحبِ دولت ہو گئے ہو۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ہم لوگ اگر فروخت کریں تو آپ خرید لیں۔ غرض آپ دوسرے مکان میں جب چلے گئے تو فرمایا۔ کہ میرے یہاں لوگوں کی آمد و رفت زیادہ ہو گئی تھی۔ پس ممکن تھا۔ کہ اس سے ہمسایوں کو تکلیف پہنچتی۔ آپ اپنی جاگیر

---

[1] بمبئی کے نسخہ میں "شاہ داول" نام لکھا ہے۔

میں رعایا کے ساتھ شرع کے موافق معاملہ کرتے جس سے ہر شخص خوش رہتا۔ کچھ دنوں کے بعد آپ کو "امروں" کا وخدار بنایا گیا۔ آپ اکثر اوقات بہ نیت جہاد آس پاس کے کفار کے ساتھ جنگ کرتے۔ ایک دفعہ اتفاقاً "بجُھ" کی طرف ران سے عبور کرکے تیسرے دن لوٹ کر ایک آباد موضع میں پہنچے اور ایک درخت کے نیچے آرام فرمانے لگے۔ آنکھ کھلی تو کیا دیکھتے ہیں کہ سپاہیوں کے گھوڑے جَو کے کھیت میں چر رہے ہیں۔ آپ نے کہا کہ دوستو! خدا سے نہیں ڈرتے کہ گھوڑوں کو کھیت میں چرنے کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ اس وقت لوگوں نے اظہار کیا کہ تین دن سے ہم لوگ اور گھوڑے بے آب و دانہ ہیں ہم تو صبر کر سکتے ہیں۔ مگر یہ تو جانور ہیں۔ آپ نے کہا۔ اگر تمہارا صبر خالص اللہ کے لئے ہے تو یقین جانو کہ جانور بھی تمہاری پیروی کرینگے۔ یہ کہہ کر گھوڑے کی لگام اُدھر سے کھینچ لی۔ گھوڑا کھڑا ہو گیا اور چرنے سے باز رہا۔ الغرض اس ملک کا معقول بندوبست ہو گیا۔ اور امروں کے راجپوت مطیع ہو گئے۔

ایک فعہ ان راجپوتوں میں سے ایک شخص جو بڑا فتنہ پرداز تھا۔ ملک کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا کہ فلاں راجپوت کے پاس بے مثل تلوار ہے وہ جب آپ کے پاس آئے۔ تو اُس کی تلوار غلاف سے نکال کر ضرور دیکھئے۔ دوسری طرف اس راجپوت سے جا کر کہا۔ کہ ملک تم کو دغا سے قتل کرنا چاہتا ہے اور اُس کی نشانی یہ ہے کہ جب تم اُن سے ملنے جاؤ۔ تو تمہاری تلوار غلاف سے نکالیں گے اور یہی اشارہ تمہارے قتل کا ہے۔ چنانچہ جب وہ راجپوت آیا۔ اور اس فریب سے ناواقفیت کے سبب ملک نے اُس کی تلوار غلاف سے نکالنی چاہی۔ تو راجپوت کے آدمیوں نے جن کو اشارہ پہلے ہی سے بتا دیا گیا تھا، فوراً تلواروں سے ملک کو شہید کر ڈالا۔ یہ واقعہ ۱۳ر ذوالقعدہ سنہ ۸۷۹ھ کا ہے۔ آپ کا مزار اسی قصبہ امروں میں ہے۔ جس پر ایک گنبد اور اُس کے ساتھ بارگاہ تعمیر ہوا۔ بعد وفات آپ کے کرامات بہت ظاہر ہوئے اور اب بھی ہوتے ہیں۔

اور دور و نزدیک خصوصاً مالوہ اور دکن سے بکثرت لوگ حاجت براری کے لئے آتے ہیں۔ بعض بیڑیاں پہن کر، کوئی لب پر قفل ڈالکر آتا ہے اگر خود بخود کھل جائے۔ تو حاجت روائی سمجھ کر واپس جاتے ہیں۔ اور کچھ لوگ جو روپے کے حاجتمند ہوتے ہیں خواب میں دیکھتے ہی کہ روپیہ فلاں شخص سے فلاں جگہ لے لو۔ اور اس شخص کو بھی خواب میں کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کو روپیہ دیدو۔ اور شہادت کے دن سے آج تک یہ معاملہ جاری ہے۔

اس ملک میں بدنظمی سے پہلے بے شمار عورت و مرد قصبہ امروں زیارت کے لئے جاتے تھے، اور میں خیال کرتا ہوں کہ قریب ایک لاکھ روپے کا مال احمد آباد سے قصبہ امروں تجارت کی غرض سے لوگ لے جاتے ہیں اور احمد آباد کی چیزیں، کاٹھیاواڑ کی گائے، گھوڑے اونٹ لاکر خرید و فروخت کرتے ہیں اور اس قسم کے میلہ کو گجراتی "میدنی" کہتے ہیں۔ اور احمد آباد سے جانے والوں کی پہلی منزل شیخ احمد کھٹو کا مزار ہے اکثر لوگ سابرمتی تک زائرین کو رخصت کر کے واپس آتے ہیں اور کچھ لوگ سرخس (سرکھیج) میں شب باش ہو کر صبح واپس آتے ہیں۔ اور زائرین آگے منزل کو کوچ کر جاتے ہیں۔ ۲۱ ذوالقعدہ کو بڑا مجمع بی بی فتح شاہ کے مقبرہ پہ فاتحہ خوانی کے لئے ہوتا ہے جو آپ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ جن کی قبر شاہ پور دروازہ کے باہر ہے۔

خواجہ احمد بن دوسن

خواجہ احمد بن دوسن نام۔ شیخ الاسلام خطاب، حضرت شاہ عالمؒ کے بڑے خلیفوں میں سے ہیں۔ آپ کے اجازت نامہ میں خود حضرت نے اپنے دست خاص سے "مسکین اللہ" تحریر فرمایا تھا۔ جیسا کہ روضات شاہی کی ۱۹ جلد میں لکھا ہے۔

ایک دن حضرت نے فرمایا کہ خواجہ احمد ہی حاجت کے وقت کسی کو زندہ نہیں سمجھتا سوائے ذات واحد کے اور یہی مردوں کا طریقہ ہے، اور جو شخص اس راستہ پر چلتا ہے کامیاب ہوتا ہے۔ اور

بزدل، ناکام اور مایوس رہ جاتا ہے۔ اس کے بعد کچھ عربی اشعار پڑھے اور فرمایا۔ کہ محتاجی کی تلوار کھانا کچھ آسان کام نہیں ۔سچا ارادہ چاہیئے تاکہ ذات واحد کے نزدیک یکتا ہو۔ پھر دو شعر پڑھے ۔جس کا مطلب یہ ہے کہ جب معشوق اپنی خوبیوں کے سبب دونوں جہاں میں یکتا ہو تو عاشق کو بھی دونوں جہاں میں فرد ہونا چاہیئے۔ عشق کے ہر راستہ پر چلنے سے بہتری نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ عشق کے راستہ پر چلنے والا بہادر اور مرد ہونا چاہیئے۔ آپ کا مزار احمد آباد میں شاہ پور دروازہ کے نزدیک ہے۔ فاتحہ خوانی کے لیے لوگ آتے رہتے ہیں۔ آپ کا عرس ۱۳ ؍ شوال کو ہوتا ہے۔

قاضی سید اسمٰعیل سید اسمٰعیل نام، باپ کا نام سید برہان الدین۔ وطن آپ کا اصفہان تھا۔ بھروچ کے قاضی تھے۔ تقویٰ اور زہد میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ ایک دفعہ حضرت شاہ عالمؒ نذر باد اور سلطان پور کی طرف تشریف لے گئے۔ جناب قاضی صاحب بھی زیارت کے لیے آئے۔ اور مریدانِ شاہی میں شامل ہو گئے۔ اور فقراء شاہیہ کی طرح زندگی بسر کرنے لگے۔

ایک دن مجلس میں شراب طہور کا ذکر حضرت نے فرمایا اور ازراہِ اشتیاق قاضی صاحب نے دریافت فرمایا کہ آیا یہ شراب طہور خارج میں بھی وجود رکھتا ہے اور پی بھی سکتا ہے۔ یا اس سے مراد محبت اور معرفت الٰہی ہے ۔حضرت نے تبسم فرما کر کہا کہ ہاں پی بھی سکتا ہے۔ قاضی صاحب نے عرض کیا کہ اگر اس کا پینا دنیا میں ممکن ہے۔ تو پھر حضور کے پاس ہوگی۔ اُمیدوار بندہ ہے کہ ایک گھونٹ ادھر بھی مرحمت ہو۔ حکم ہوا۔ کہ بہت خوب، چند رات اہتمام کے ساتھ تہجد کے وقت میرے ساتھ رہو۔ قاضی صاحب نے اس کی تعمیل کی۔ چنانچہ وقت مقررہ پر آپ کے حلق میں ایک قطرہ ٹپکا دیا۔

قاضی صاحب کا بیان ہے کہ اس روح افزا شراب کے پیتے ہی بہشت و دوزخ کا حال مجھ پر ظاہر ہو گیا۔ قاضی صاحب جب سے سلسلہ شاہیہ میں شریک ہوئے عمامہ میں شملہ

حکم ہو کہ احمد آباد کی قضاءت قبول کریں ورنہ شہر خراب ہو جائیگا۔ حضرت نے فرمایا کہ قاضی صاحب کچھ دن کے لئے عوام کے فائدہ کے واسطے یہ عہدہ قبول کر لیجئے۔ قاضی صاحب نے معافی چاہی اور ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ ہے کہ جب دیوانگی کی لذت ایک دفعہ چکھ چکا ہوں۔ تو میرے لئے شرم کی بات ہے کہ پھر عاقل بن جاؤں۔ حضرت نے تاکید کے ساتھ فرمایا کہ اس کو قبول کر لو۔ قاضی صاحب نے عرض کیا۔ کہ قبول ہے۔ صرف ایک شرط کے ساتھ یعنی مرنے سے پہلے پھر یہی کیفیت مجھ پر طاری ہو۔ حضرت نے تھوڑے تامل کے بعد فرمایا کہ خدا سے درخواست کی گئی کہ یہ بھی حاصل ہو اور فقرا کے ساتھ تمہارا حشر ہو۔ مشہور ہے کہ حضرت شاہ عالمؒ کے جنازہ کی نماز قاضی سید اسمٰعیل صاحب ہی نے پڑھائی تھی۔ آپ کی قبر بدھ پور میں جو احمد آباد کا ایک محلہ ہے واقع ہے۔ ۲۹ ربیع الاوّل کو عرس ہوتا ہے۔ اور اکثر لوگ فاتحہ خوانی کے لئے جاتے ہیں

مولانا شیخ محمود سہروردی

شرائف محمدیہ اور دوہ حکایت میں لکھا ہے کہ آپ کی جائے ولادت ملتان ہے ٹھٹھ کے اطراف لاہور میں رہتے[1]۔ حضرت شاہ عالم کے کرامات کا حال سن کر جام جونہ کو کہ وہ اور اس کا باپ دونوں شیخ کے مرید تھے، فرمایا کہ جاہیئے کے رسوم تمہارے خاندان سے اس وقت تک دور نہ ہونگے جب تک کہ تم گجرات نہ جاؤ جیسا کہ تمہارے چچا فتح خاں نے اپنی لڑکی حضرت قطب عالم سے منسوب کی۔ اسی طرح تم بھی اپنی لڑکی حضرت شاہ عالم کو دو۔ چونکہ ہمیشہ آپ کے حکم کی تعمیل کرتا رہتا تھا۔ اس لئے حسب ارشاد اپنی دونوں لڑکیوں کو لے کر گجرات آیا۔ ایک کی شادی سلطان محمد سے اور دوسری کی حضرت شاہ عالم سے کردی جیسا کہ مفصل حال مرآۃ سکندری میں مذکور ہے۔ مولانا شیخ محمود بھی گجرات چلے

---

[1] اس عہد میں سندھ کے دو حصے تھے، ایک حصہ کا پایۂ تخت ملتان اور دوسرے کا منصورہ ٹھٹھہ تھا اصطلاح میں اوّل کو ملتان اور دوسرے کو سندھ کہتے۔ ٹھٹھ کے اطراف میں لاہور کوئی مقام نہیں ہے۔ بلکہ "لار" ہے۔ اور موجودہ عہد میں پنجاب کا پایۂ تخت لاہور گو قدیم شہر ہے۔ مگر سندھ کے تابع کبھی نہیں رہا اور نہ اطراف ٹھٹھ میں سمجھا گیا۔ اس لئے یہ یقینی ہے کہ وہ مقام "لار" ہے نہ لاہور۔

آئے اور حضرت شاہ عالمؒ کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے اور قطب پورہ کے نزدیک قدیم اساول میں سابرمتی کے کنارے مقیم ہوگئے۔ اور جام جونہ نے یہاں پر ایک قلعہ کی بنیاد رکھی جو لکڑ کوٹ کے نام سے مشہور ہے۔ مولانا کی قبر اسی جگہ ہے اور جام جونہ کی قبر حسب وصیت آپ کی پائنتی میں بنائی گئی اور بی بی مرگی باپ کے پہلو میں مغربی جانب دفن ہوئیں۔ اور چونکہ اس وقت تک سادات بخاریہ کا مقبرہ تھا اس لئے شاہ بھیکن اپنے نانا کے مشرقی پہلو میں مدفون ہوئے۔ مولانا کی وفات ۱۴ ذوالحجہ کو واقع ہوئی۔ آپ کی اولاد ملتان اور گجرات میں اس وقت تک ہے۔ شیخ نورالدین اور اُن کی اولاد ملّا ناہی کے خاندانی لوگ ہیں جو علم و تقویٰ میں مشہور ہیں۔

فصل ساتویں

مولانا شیخ محمد نورالدین

شیخ نورالدین نام بن حاجی شیخ محمد صالح، مخدوم العالم خطاب، استاذالکل لقب، ۱۰ رجمادی الاول ۱۰۶۳ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ بچپن ہی سے آپ کی فطرت پاک تھی اور بزرگی کی نشانی آپ کی پیشانی سے ظاہر۔ چنانچہ کتاب گلستاں اپنے والد ماجد سے صرف سات روز میں پڑھ ڈالی۔ اور اکثر علوم ظاہری آپ نے مولانا احمد بن سلیمان کردی سے حاصل کی۔ علم تجوید اور حدیث کے ساتھ علوم باطنیہ حضرت محبوب عالم سے تعلیم پائی سہروردیہ اور دیگر سلسلہ کی اجازت بھی آپ ہی سے حاصل کی۔ علوم و فنون میں بدرجہ کمال ماہر تھے۔ اور اپنے زمانہ میں بے نظیر عالم تھے اور دور و نزدیک آپ کی شہرت ہو جانے سے ہر طرف سے لوگ آپ کے پاس تحصیل علوم کے لئے آتے محمد اکرام الدین شیخ الاسلام صدر صوبہ

نے ایک لاکھ چند ہزار صرف کر کے خاص آپ کیلئے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی شیخ الاسلام موصوف آپ کے شاگرد اور مرید تھے۔ مدرسہ کی بنا ۱۱۰۲ھ میں رکھی گئی اور آہستہ آہستہ مکانات خرید کر کے عمارت کی تکمیل ۱۱۰۹ھ میں کی۔ جس کے ساتھ مسجد بھی مع میناروں کے بنائی۔ چنانچہ اس آیت سے تاریخ نکلتی ہے۔ هُوَ الْمَسْجِدُ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ

اور دوسری عمارتیں مثل مدرسہ کی عمارت ۱۱۱۳ھ میں کامل ہوئی۔ جس کی تاریخ: "فِيْهَا الْهُدٰى لِلْعَالَمِيْنَ" سے نکلتی ہے۔ کل ایک لاکھ چوبیس ہزار روپے خرچ ہوئے۔ موضع للسوندرہ[1] پرگنہ ساولی ضلع چانپانیر میلاد مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کے لئے وقف کیا۔ اور موضع میٹھ ضلع کڑی ورناسن ضلع پٹن اور دو روپیہ یومیہ لنگر کا خرچ طلبا کے مصارف کے لئے مقرر ہوا آپ کی تصنیفات تقریباً ہر علم میں موجود ہیں اور اکثر کتب کی شرح اور حواشی تحریر فرمائے۔ آپ کی تصنیفات کل ایک سو ستر او کچھ زیادہ ہیں منجملہ ان کے ایک تفسیر سورۂ فاتحہ کی دس بارہ ہزار سطروں میں ہے اور تفسیر پارہ الم ساٹھ ہزار سطروں میں لکھی ہے۔ اسی سے باقی کتابوں کا حال قیاس کر سکتے ہیں[2]۔ ۱۱۴۲ھ میں زیارت کعبہ سے مشرف ہوئے۔ تدریس اور درس کے بعد تمام آپ کے اوقات ریاضت اور عبادت میں صرف ہوتے۔ اوراد مقررہ کے علاوہ ہر روز ایک دفعہ ختم کلام مجید فرماتے اور ہر رات میں دو بار تہجد ادا فرماتے اور جب پہلو بدلتے ایک ہزار بار تہلیل اور ایک ہزار بار درود پڑھتے۔ ۱۵ سال کی عمر سے آخر تک چلہ اور اعتکاف کبھی ناغہ نہ کیا۔ اور شاہی وظیفہ اپنے نام کا آپ نے قبول نہیں فرمایا۔ بلکہ باوجود اسباب ظاہری کے کبھی سونے چاندی کو ہاتھ نہیں لگایا۔ ۹۱ سال کی عمر میں ۹ رشعبان ۱۱۵۵ھ میں بروز دوشنبہ بوقت دوپہر آپ کا

---

[1] اس گاؤں کے متعلق تو کچھ معلوم نہیں مگر مدرسہ کو قاضی صاحب (احمد آباد) نے کرایہ پر دیکر عمارت کی ایسی حالت بدل دی ہے کہ بمشکل پتہ چلتا ہے کہ کسی زمانے میں یہ عالیشان مدرسہ تھا۔ اسی مدرسہ کے قیام اور اعلیٰ انتظام نے شاہ وجیہ الدین صاحب علوی کے مدرسہ کو زوال پہنچایا اور آج کوئی بھی نہیں ہے۔

[2] آپ کے کتب خانہ کی بہت سی کتابیں آج کتب خانہ درگاہ حضرت پیر محمد شاہ احمد آباد میں موجود ہیں

وصال ہوا۔ بہت لوگوں نے آپ کی تاریخ وفات لکھی ہے۔ جو ایک رسالہ میں جمع کیا گیا ہے۔ جس میں سب سے اچھی تاریخ "وارث اہل بیت" ہے۔ آپ کا مزار اسی خانقاہ میں مدرسہ سے متصل واقع ہے۔ آپ کے پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔

(۱) شیخ محمد صالح آپ کا نام شیخ محمد صالح، عرف پیر بابا ہے۔ جامع علوم و فنون اور اہل تقویٰ تھے۔ ابتدا سے آخر تک اپنے پدر بزرگوار مولانا شیخ نورالدین سے علوم و فنون حاصل کرکے باپ کے جانشین ہوئے۔ سات سال کی عمر میں کلام مجید تجوید کے ساتھ حفظ کرلیا۔ چنانچہ محمد اعظم شاہ صوبہ دار نے جب یہ سُنا تو اپنے سامنے طلب کرکے سورۂ رحمٰن سنی۔ تعجب کے ساتھ بے انتہا خوش ہوا۔ خلعت و نقد کے علاوہ موضع ناچپور ضلع بیرم گاؤں میں دیکر فرمان تحریر کیا۔ محمد فرخ سیر بادشاہ اور محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں آپ کو دہلی طلب کیا گیا اور ہر دفعہ دوہزار روپیہ راہ خرچ عنایت ہوا۔ اور ہر بار دوہزار نقد، خلعت اور ہاتھی مرحمت ہوا۔ اس ملک کے تمام اہل علم آپ کی قابلیت کا اعتراف کرتے تھے۔ ۱۷ر جمادی الثانی ۱۱۴۷ھ میں بمقام دہلی عالم بقا کو رحلت فرما ہوئے۔ آپ کے دادا مولانا محمود نے دہلی سے تابوت لاکر مدرسہ کی مسجد کے سامنے دفن کیا۔ "عجب اتفاق" تاریخ رحلت ہے۔

بعد وفات مولانا شیخ نورالدین نے خواب میں دیکھا کہ شیخ محمد صالح عرض کرتے ہیں۔ کہ مجھ کو "مراد بخش" کا خطاب ملا ہے اور میری نیاز "میٹھی تھولی" مقرر ہے۔ جو شخص مراد مانگے وہ میری قبر پر میٹھی تھولی پختہ کا فاتحہ کرے۔ انشاء اللہ مراد حاصل ہوگی۔ بیداری کے بعد جب آپ نے "مراد بخش" کے اعداد نکالے تو آپ کی وفات کی تاریخ نکلی۔ اکثر لوگ نیاز کرتے ہیں اور مراد پاتے ہیں۔ دو روپیہ روزانہ اور بارھویں کی تولیت کے دوسو ۲۲ روپیہ احمد آباد کے سرکاری خزانہ سے برائے فاتحہ ہر ماہ مقرر ہے۔ موضع نہیج ضلع احمد آباد

لے مزار آج بھی موجود ہے لوگ فاتحہ خوانی کے لئے جاتے ہیں۔

بطور انعام ان کے نام بموجب فرمان محمد شاہ مقرر ہے۔ آپ کے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ بہار الحق، احمد الحق، رکن الحق، رضا الحق، فیض الحق۔

(۲) قاضی محمد نظام الدین خاں مولانا شیخ نور الدین کے دوسرے لڑکے ہیں۔ حافظ قرآن تھے۔ جامع علوم معقول و منقول، علم ریاضی میں خصوصیت سے آپ کو دخل تھا۔ بہت بڑے ادیب اور شاعر تھے، امرا اور سلاطین کی صحبت میں خاص طور پر ممتاز رہتے۔ ہر عہد میں خلعت اور ہاتھی سے سرفراز ہوئے۔ ۱۱۵۱ھ میں احمد آباد کے قاضی مقرر ہوئے۔ احکام شریعت کے جاری کرنے میں انصاف کو ہمیشہ مدنظر رکھتے۔ ۱۱۶۳ھ میں احمد آباد کے محلہ شاہ پور میں بغیر اجازت مسجد کے متصل ہندوؤں نے ایک مندر تعمیر کر ڈالا اور عین نماز کے وقت ناقوس بجاتے۔ اور موذن کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ قاضی صاحب نے بغیر امداد صوبہ دار اور باوجود کثرت آبادی ہنود مندر پر چڑھائی کر دی اور منہدم کر دیا۔ احمد شاہ بادشاہ نے جب یہ خبر سنی تو خوش ہو کر خلعت خاصہ اور ایک ہاتھی بھیجکر سرفراز فرمایا۔ ۱۲ ذوالقعدہ ۱۱۶۶ھ میں آپ رحلت فرما گئے۔ شرقی جانب اپنے باپ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ کوئی اولاد نہیں تھی۔ رسالہ فضیلت علم، رسالہ میزان الساعتہ، تفصیل الاصول اور رسالہ قہوہ وغیرہ آپکی معنوی اولاد (تصنیفات) ہے۔ موضع بیاپج ضلع احمد آباد اور موضع باتیج بموجب فرمان شاہی آپ کے متعلقوں کے نام مقرر ہے۔

(۳) شیخ محمود جن کو لوگ شیخ بڑا بھی کہتے تھے، قابل، لائق اور جوان تھے کہ پیک اجل آپہنچا۔ ۵ ربیع الاول کو وفات پائی۔ لاولد تھے۔ دلاساپور اور موضع مہیج ان کے متعلقوں کے نام مقرر ہے۔ اپنے دادا مولانا محمود کے مقبرہ میں آپ دفن ہوئے۔

(۴) شیخ فخر الدین آپ کو لوگ شیخ بزرگ بھی کہتے ہیں۔ باوجود گونگے بہرے ہونے

ئے کچھ دن ہوئے کہ لاہور (پنجاب) میں مسلمانوں نے بغیر اجازت محلہ بلدیہ ایک مسجد تیار کر ڈالی۔ تو فوجی پہرہ میں سرکار نے اس مسجد کو زمین کے برابر کر دیا گیا۔

کے تیز فہم اور عقل مند تھے۔ خط نسخ اور نستعلیق خوب لکھتے تھے۔ بارہا تمام کلام اللہ تحریر کیا۔ بلکہ پارۂ عم زبانی لکھتے تھے۔

(۵) ابوالبصیر بہاؤالدین | بچپن ہی میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ اور حضرت شیخ نورالدین کی لڑکیاں مندرجہ ذیل تھیں:۔

(۱) حمیدہ۔ (۲) صالحہ عفیفہ۔ (۳) سعیدہ۔

باب سوم

دیگر سلسلہ کے اولیاء

بعض بزرگوں کے حالات لکھنے کے بعد ایک مختصر فہرست بعض ان بزرگوں کی لکھتا ہوں۔ جو سادات میں سے ہیں اور اس ملک میں آکر آباد ہو گئے۔

(۱) سادات بخاری | اس خاندان میں سادات قطبیہ اور سادات شاہیہ ہیں۔ جن کا حال اُوپر تحریر کر چکا ہوں۔ ان کے علاوہ دوسروں کے حال معلوم نہ ہوئے۔

(۲) سادات قادریہ | جو پیرانِ پیر حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کے خاندان سے ہیں۔ سید عبدالجلیل، سید عبدالخالق اور سید جمال پتھری اس سلسلہ کے مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی ہوں گے۔

(۳) سادات شیرازی | ان کے تین سلسلے ہیں (ا) سید احمد شیرازی کا خاندان۔ (ب) سید کمال الدین شیرازی کا خاندان جن کا مزار اساول میں جامع مسجد کے عقب میں واقع ہے۔ (ج) سید ابو تراب ولی شیرازی کا خاندان، ان میں سے ہر خاندان کا سلسلۂ نسب علیحدہ علیحدہ ہے۔

(۴) خاندان رفاعی | سید احمد کبیر رفاعی کے خاندان سے ہیں۔ سید عبدالرحیم جن کی قبر قلعہ سے باہر سلطان پور میں واقع ہے مشہور ہیں۔ شاہ علی جی گاؤں دھنی اُنھیں کی اولاد میں سے ہیں۔

(۵) سادات مشہدی۔ سید شرف الدین مشہدی جو داماد حضرت جہانیاں جہاں گشتؒ کے تھے۔ آپ کی قبر بھی بھروچ میں ہے۔ آپ کا خاندان اس ملک میں مشہور ہے۔

(۶) سادات عیدروسیہ۔ شریف ابوبکر عیدروس حضرموتی کا خاندان بھی مشہور ہے شریف موصوف کی قبر جوہری واڑہ میں ہے۔ اُن کا خاندان سورت اور بھروچ میں بھی ہے۔

(۷) سادات ترمذی۔ مخدوم سید یحییٰ ترمذی کا خاندان جو خلیفہ مخدوم جہانیاں کے تھے جن کی قبر بڑودہ میں تالاب ماتریہ کے قریب ہے۔

(۸) سادات بھکری۔ جو مخدوم سید بدر بھکری کے خاندان سے ہیں اور مخدوم جہانیاں کے خلیفہ ہیں۔

(۹) سادات عریضی۔ سید خوندمیر اور سید یعقوب جن کی قبر بی بی پور میں ہے۔ ان کا خاندان بھی اس ملک میں ممتاز ہے۔

(۱۰) زیدیہ۔ سید عثمان شمع برہانی کا خاندان جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے

فصل پہلی

بزرگانِ قادریہ سید جمال قادری ابنِ سید حسین، آپ کا سلسلۂ نسب سید عبدالوہاب بن عبدالقادر جیلانی رضؓ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد ماجد ہرمز کے راستہ سے دکن تشریف لائے اور موضع پتھری میں مقیم ہو کر ہدایت خلق میں مشغول ہو گئے۔ سلطان بہادر شاہ گجراتی جب دکن گیا۔ تو بڑی نیاز مندی کے ساتھ احمد آباد ساتھ لایا مکان اور خانقاہ خاص اُن کے لئے تیار کرائی۔ آپ کے پانچ فرزند تھے۔ (۱) امین اللہ (۲) یتیم اللہ (۳) صوفی اللہ (۴) حسین الدین (۵) بدر الدین۔ یتیم اللہ ان میں سے زیادہ لائق تھے۔ درس و تدریس میں مشغول رہتے۔ بعد وفات پدر جانشین ہوئے۔ سید جمال کی قبر رائکھڑ دروازے کے قریب ہے۔ ۹۷۱ھ میں وفات ہوئی۔ ۲۳ شعبان کو عرس ہوتا ہے۔

سید غیاث الدین

سید غیاث الدین بن سید عبد الجلیل بن سید عبد الوہاب عرف شاہ جی، ان کا روضہ خان پور میں میاں شاہی کے روضے سے متصل واقع ہے۔ اور آپ کا نسب سید عبد الجبار بن سیدنا عبد القادر جیلانیؒ تک پہنچتا ہے۔ سید عبد الوہاب صاحب کے والد گجرات میں تشریف لاکر شہید ہوئے۔ اُن کی قبر موضع سرسیونی ضلع احمد آباد میں ہے۔ کشف و کرامات آپ کے مشہور ہیں۔ سید غیاث الدین کا عرس ۱۳ محرم اور آپ کے لڑکے سید عبد الجلیل کا عرس ۲ / صفر کو مقرر ہے۔

سید قطب الدین

آپ کا نسب سید عبد الوہاب بن سیدنا عبد القادر تک پہنچتا ہے۔ آپ گجرات آکر مقیم ہوگئے۔ آپ کے پوتے سید عبد الخالق اور آپ کی خانقاہ اور قبر (روضہ) اندرون شہر جمال پور میں ہے۔ موضع خان پور اور چوہار ضلع دھولکا آپ کے نام مقرر ہے۔

فصل دوسری

سادات شیرازی

سید احمد جعفر شیرازی

سید احمد بن سید جعفر شیرازی، جن کا مزار اندرون شہر استوریہ میں واقع ہے۔ سادات صحیح النسب شیراز کے ہیں۔ ان کے دادا سید محمود شیراز سے سندھ آکر مقیم ہوگئے۔ اور سید جعفر سندھ سے گجرات چلے آئے۔ اور ایک مدت تک یہاں رہے۔ پھر اپنے لڑکے سید احمد کو اپنا جانشین کرکے سندھ واپس گئے۔ سید مذکور علوم فنون کے ساتھ علم تجوید سے کمال رکھتے تھے۔ آپ کے والد جب سندھ واپس گئے۔ تو آپ کی عمر صرف بارہ برس کی تھی۔ سید احمد جعفر کے کرامات بہت ہیں۔ اور بڑے بڑے بزرگوں سے نعمت پائی۔ اور ریاضت شاقہ سے بڑے مرتبہ پر پہنچے تہجد کی دو رکعت میں پندرہ پارے تلاوت فرماتے تھے۔ محض زیادتی ثواب کے لئے پاپیادہ سفر حج فرمایا۔ راستہ میں غذا نہ ملتی تو درختوں کی پتیوں پر گذرہ کرتے۔ آپ ہمیشہ عمدہ لباس پہنتے۔

حکام وقت نے بارہا آپ کا وظیفہ مقرر کرنا چاہا۔ مگر ہر دفعہ آپ نے انکار فرمادیا۔ جب ہمایوں بادشاہ گجرات پر قابض ہوگیا۔ تو اکثر لوگ بھاگ گئے۔ مگر آپ استقلال کے ساتھ مع ہمراہیوں کے احمدآباد میں مقیم رہے اور ہر شخص کو دو سیر غلہ پہنچاتے تھے چالیس سال آپ خلوت گزیں رہے۔ صرف جمعہ اور عیدین کے لئے باہر نکلتے تھے۔ اور پانچوں وقت کی نماز فرض جماعت کے ساتھ اپنے حجرہ کے سامنے پڑھا کرتے۔ اور یہ واقعہ عالم ہوشیاری کا ہے۔ اور عالم مستی کے حال سے کوئی آگاہ نہ ہوا۔ اور ایک واقعہ کے سبب بارہ سال تک جمعہ اور عیدین کے لئے بھی باہر نہیں نکلے۔ اور وہ واقعہ یہ ہے کہ راناسانکا چتوڑ کا راجہ احمد نگر پر حملہ کر کے چند سید کی لڑکیوں کو اٹھا لیگیا۔ اور ان کو گانا بجانا سکھایا۔ اس سبب آپ نے عہد کر لیا۔ کہ جب تک سلطان گجرات اس کا معاوضہ نہ لیگا۔ وہ باہر نہ نکلیں گے۔ جب سلطان بہادر شاہ گجراتی نے چتوڑ کو فتح کر لیا۔ اُسی وقت خلوت سے باہر آگئے۔ ایک دفعہ سلطان محمود بیگڑا کو غیر موسم میں اس کے استدعا پر خادم کے اظہار کرنے سے آم دئے۔ چنانچہ حاضرین میں سے ہر ایک کو دو دو آم ملے۔ آپ کی وفات ۱۶ صفر ۹۴۲ھ میں ہوئی۔[1]

سید ابوتراب ولی شیرازی آپ کے دادا سید شاہ میر محمود بیگڑا کے عہد میں گجرات تشریف لاکر چانپانیر میں مقیم ہوئے۔ اور اسی جگہ آپ کا مزار ہے۔ سید ابوتراب سلاطین گجرات کی خواہش سے احمدآباد میں آکر مقیم ہوئے اور ایک محلہ آباد کیا۔ عہد اکبری میں امیرالحاج بنکر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور واپسی پر نقش قدم آنحضرت صلعم کا لائے۔ جیسا کہ اوپر تحریر ہوا ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۰۰۳ھ میں آپ عالم بقا کو کوچ کر گئے۔ آپ کے مزار پر ایک گنبد اور بارگاہ تعمیر کیا گیا۔ جو جدید اساول میں موجود ہے۔

سید کمال الدین شیرازی کمال الدین شیرازی بن سید شاہ میر شیرازی قدیم اساول میں

[1] آپ کے خاندان کے لوگ آج بھی موجود ہیں۔ بھروچ شہر کے قاضی سید نورالدین حسین صاحب اسی خاندان سے ہیں۔ مقبرہ کی اسٹوریہ میں مع مسجد اچھی حالت میں ہے۔ فاتحہ خوانی کے لئے لوگ جاتے ہیں۔

جامع مسجد کے پیچھے آپ کا روضہ ہے۔ ۲۵ ربیع الثانی سنہ میں آپ کا عرس ہوتا ہے[1]۔

فصل تیسری

سادات رفاعیہ

سید عبدالرحیم آپ سید احمد کبیر رفاعی کے خاندان سے ہیں۔ سلطان پور محلہ جو رائے پور دروازہ کے باہر ہے۔ آپ ہی کا آباد کیا ہوا ہے۔ اسی محلہ میں آپ کی قبر ہے، ۱۴ شوال کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

شاہ علی جی گاؤں دھنی یا گام دھنی سید عبدالرحیم کے پوتوں میں سے ہیں۔ ہندی زبان میں آپ کا ایک دیوان ہے توحید کے رنگ میں ایسے رنگے تھے۔ کہ اس کے سوا کچھ نہ کہتے۔ شیخ مغربی کے طرز پر آپ کا کلام ہے۔ شاہ غزنوی کے روضہ کے متصل رائے کھڑ میں آپ کا روضہ ہے[2]۔ ۱۴ جمادی الاولیٰ ۹۷۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ ۷۷ سال کی عمر پائی۔ اس حساب سے آپ کی ولادت ۸۹۶ھ میں ہوتی ہے۔

شاہ علی جی نادر اللہ آپ کا نام سید عبدالقادر بن سید مصطفیٰ بن سید شاہ علی جی گاؤں دھنی۔ آپ کی قبر اسی مقبرہ میں واقع ہے۔ ۱۸ صفر کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

سادات مشہدی سید محمد مراد شاگرد حضرت سید محمد محبوب عالم کے نخے "نوتار" میں آپ کا مقبرہ ہے۔

فصل چوتھی

سادات عیدروسیہ

شریف شیخ عیدروسی آپ خاندان عیدروس سے ہیں۔ آپ کے والد کا نام عبداللہ ہے

---

[1] اصل کتاب میں سنہ نہیں ہے۔ [2] آج بھی آپ کا روضہ موجود ہے۔ ایک کمیٹی انتظام کرتی ہے۔

احمد آباد کے جوہری واڑہ میں آپ کا مقبرہ ہے۔

مشہور ہے کہ آپ کمال خاکساری کے سبب فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو کوئی میلا پیر چومتا ہے تو گویا میری آنکھوں میں تیر مارتا ہے۔ اور جو ہاتھ چومتا ہے تو گویا میرے منہ پہ مارتا ہے۔ آپ کی تصانیف میں سے عقد نبوی مشہور کتاب ہے۔ ۲۵ رمضان کو آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کے لڑکے سید عبداللہ عید روس بھروچ میں اور آپ کے پوتے سید محمد عید روس سورت میں آرام کرتے ہیں۔

فصل پانچویں

سادات عریضی

سید خوندمیر عریضی

سید خوندمیر بن سید بڈھا بن سید یعقوب، آپ کو بیعت اور خلافت اپنے چچا سید شادی سے ملی۔ سید شادی بن سید یعقوب بن سید محمود بن سید کبیر جو برادر سید حسین خنگ[1] سوار خلیفہ حضرت نظام الدین اولیا کے ہیں۔ ملک عجم سے آکر پٹن میں آرام فرماتے ہیں۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ سید خوندمیر جب دودھ چاہتے۔ تو ان کی والدہ بی بی حسو وضو کرکے دوگانہ نفل پڑھتی تھیں۔ اور دعا مانگتی تھیں کہ اے خدا اگر یہ لڑکا مقبول تیری بارگاہ کا ہو تو اس کو محفوظ رکھ۔ اس کے بعد لڑکے کو دودھ دیتی تھیں۔ جب آپ کی عمر اڑھائی برس کی ہوئی تو آپ کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اور آپ کے چچا نے آپ کی تربیت اپنے ذمہ لی۔ اور ظاہر و باطن کی تعلیم دیکر اپنا قائم مقام بنایا۔ اور خود رحلت فرما گئے۔ چونکہ آپ کے دوسرے چچا سے آپ کی موافقت نہ رہی۔ اس لئے حسب وصیت سید حسین صاحب اپنی والدہ کو لے کر احمد آباد چلے آئے۔ اور اسی جگہ شادی کرکے مقیم ہو گئے۔ اور حضرت قطب عالم سے فیض اٹھاتے رہے۔ شیخ عبدالفتاح سے بھی آپ نے نسبت پائی ہے۔ اور شیخ موصوف نے سید علاؤالدین سے اور انھوں نے سید محمد گیسودراز سے اس نعمت کو حاصل کیا تھا۔ سید خوندمیر فرمایا کرتے تھے کہ جو

[1] خنگ بکسر خا بمعنے سفید اور عموماً سفید گھوڑے کو کہتے ہیں (غیاث، جامع اللغات، لغات کشوری)

کچھ نعمت مجھے حاصل ہوئی ہے۔ ایک حصہ اس میں سے اپنے لئے اور ایک حصہ اپنے بچوں کے لئے۔ اور ایک حصہ خلق خدا کے لئے ایثار کر دیا۔ ملک شعبان وزیر سلطان احمد آپ کا بڑا معتقد تھا۔ چونکہ سرکاری کاموں سے اُس کو فرصت کم ملتی تھی۔ اس لئے روزانہ حاضر نہ ہو سکتا تھا۔ اپنے متبنیٰ ملک خوشباش کو حکم دیا۔ کہ روزانہ میری طرف سے حاضر ہو کر طالب دعا ہوا کرو۔ چنانچہ وہ ہمیشہ حاضر ہوتا۔

ایک دفعہ آپ کی والدہ نے اپنے مقبرہ کے لئے کچھ زمین طلب کی۔ ملک شعبان نے ۱۲ گاؤں کا فرمان لکھ کر بھیجدیا۔ مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ اس وقت ملک خوش باش نے عرض کیا کہ بندہ نے اپنے لئے ایک مقبرہ تیار کرایا ہے۔ اگر پسند ہو تو نذر ہے۔ آپ کی والدہ بیل گاڑی پر سوار ہو کر دیکھنے کے لئے تشریف لے گئیں اور ایک جگہ کی مٹی سونگھ کر فرمایا۔ کہ یہ جگہ میری ہے۔ چونکہ ملک خوش باش نے اس جگہ ایک گنبد بنایا تھا۔ عرض کیا کہ اسی جگہ کو قبول فرمائیں۔ کہا کہ خیر جو پہلے مر جائے۔ وہ اس میں دفن کیا جائے۔ خدا کی مرضی دیکھو۔ کہ پہلے ملک خوش باش کا انتقال ہوا۔ اور وہ اس مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ حضرت خوندمیر ۱۴ ربیع الثانی ۹۷۸ھ میں رحمت حق سے واصل ہوئے اور بی بی پور میں دفن کئے گئے۔ جہاں آپ کی والدہ کا مقبرہ تھا۔

آپ کی والدہ نے خود آپ ہی سے بیعت لی تھی۔ ان کے والد صلحاء میں سے تھے اور والدہ ملی بنت مولانا انسیاء ہیں۔ خود صالحہ تھیں، عفت اور عصمت کا نمونہ، بزرگوں سے فیض اُٹھایا تھا۔ ایک دفعہ اپنے والد کو ایک اشرفی دی۔ کہ کپڑا خرید کر لے آئے۔ جب بازار گئے۔ تو اتفاق سے وہ اشرفی گر پڑی، تلاش کرنے پر ایک کے بجائے دو نظر آئیں۔ آپ متردد ہوئے۔ اور غیر کا مال سمجھ کر دونوں کو چھوڑ کر چلے آئے۔ بی بی صاحبہ نے کپڑے کے متعلق دریافت فرمایا۔ آپ نے واقعہ سے آگاہ کیا۔ بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ ہاں جب آپکے ہاتھ سے گری تو خدا نے یہاں بھیجدی۔ دیکھو وہ طاق پر رکھی ہے۔ ۱۴ جمادی الثانی کو آپ کی رحلت ہوئی اور سبی بی پور میں جو روضہ آپ کا تھا۔ اس میں دفن کی گئیں۔ چونکہ ماں اور بیٹے دونوں ۱۴ تاریخ کو وفات پائے

اس لئے ان کا عرس لوگ ۵ رکو کرتے ہیں اور اسی تاریخ نے شہرت پائی ہے۔

سید یعقوب چشتی عرب ضی لہ

سید یعقوب بن سید خوندمیر۔ ارادت اور بیعت اپنے بزرگ باپ سے حاصل کی۔ چونکہ بچپن میں آپ خوبصورت تھے۔ ملک محمد اختیار جو صاحب حال تھے ان کے خیال ہوا یا ان کو تعلیم باطنی کافی توجہ سے دینی چاہیئے۔ سید خوندمیر نے کشف سے معلوم کر کے اچھا لباس پہنا کر ملک اختیار کے سپرد کیا۔ اور کہا کہ آپ کی فرزندی میں سونپا۔ ملک نے ظاہری اور باطنی تعلیم دی۔ ایک دن آپ بہت خوش تھے تو بلا کر اپنی کلاہ سید یعقوب کو دینی چاہی۔ مگر آپ نے انکار کر دیا اور کہا۔ کہ اپنے لڑکے ملک مسکین کو دیجئے۔ یہ کہہ کر گھر چلے آئے۔ آپ کے والد کو جب یہ حال معلوم ہوا۔ تو طلب فرما کر فہمائش کی اور کہا کہ تم کو وہاں اسی کام کے لئے رکھا تھا۔ کچھ روپے دے کر جاؤ میوہ خرید کرلے جاؤ اور نذر کرنے کے بعد اُن سے استدعا کرو۔ چنانچہ جب ملک موصوف کے پاس پہنچے اور استدعا کی تو کہا کہ خوند کا سعید یہ کام تمہارا نہیں ہے۔ بلکہ خوند کا بزرگ کا معلوم ہوتا ہے۔ پھر اپنے سامنے بلا کر نعمت الٰہی عطا فرمایا اور اپنی کلاہ اپنے سر پر رکھی اور کہا کہ خدا کی امانت جو ہمارے پاس ہوتی ہے۔ وہ صرف اُسی کو دی جاتی ہے۔ جس کو حکم الٰہی ہو۔ خوشی کی بات ہے کہ تم کو سپرد کرنے کا حکم ہوا ہے۔ اگر یہ کام میرے اپنے اختیار کی بات ہوتی تو کیا اپنے فرزند کو نہیں دیتا۔ سید یعقوب نے ملک مسکین کے لئے سفارش کی۔ ملک موصوف نے فرمایا۔ کہ تم اپنی طرف سے دے سکتے ہو۔ چنانچہ اپنے سر کی کلاہ اُن کے سر پر رکھی۔ ملفوظات میں ہے کہ حضرت شاہ عالم صاحبؒ سے آپ کے بڑے گہرے تعلقات تھے۔ ستر دفعہ اس صورت سے ملے کہ پیرہن اُتار کر دونوں بغل گیر ہوتے اور ایک دوسرے کا کپڑا پہن کر کہتے کہ یہ خلافت کا خرقہ پہنتا ہوں۔ مشہور ہے کہ آپ کی ذات سے علماء صلحاء اور دیگر اشخاص ہر قسم کا فائدہ اُٹھاتے۔ جب آپ قوال کے سامنے ہوتے اور وجد کی حالت طاری ہوتی تو تمام چیز قوال کو دیدیتے۔ حاجت مند لوگ خصوصاً اس وقت حاضر

لہ عرب ضی خاندان کے لوگ آج بھی احمد آباد میں موجود ہیں۔

ملاحظہ نمبر [illegible]

روضۂ حضرت شاہ وجیہ الدین صاحب

ہوتے اور اپنی اپنی حاجت پوری کر کے جاتے۔ آپ فرمایا کرتے۔ کہ درویشوں کے اور اد مقررہ کا فوت ہونا موت سے بڑھ کر ہے۔ ۲ ر ذوالقعدہ ۹۲۷ھ میں وصال ہوا۔

شاہ وجیہہ الدین علوی عریضی

آپ کا نام وجیہہ الدین احمد بن شیخ نصراللہ علوی، جامع کمالات معقول منقول، ظاہر اور باطن تھے۔ آپ کے فرزندوں نے اپنے سلسلۂ نسب کو محمد عریض بن امام محمد جوادؑ تک پہنچایا ہے[1]۔ سید بہاء الدین مکی آپ کے اجداد میں سے سب سے پہلے عرب سے آکر چانپانیر میں مقیم ہوئے۔ سلاطین گجرات آپ کا بڑا خیال رکھتے۔ اسی جگہ آپ نے شادی کی اور آپ کے بچے ہوئے اور اسی جگہ آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی اولاد میں سے سید عماد الدین کو سلطان نے قصبہ پاتری ضلع بیرم گام کا قاضی مقرر کیا۔

حضرت شاہ وجیہہ الدینؒ کی جائے ولادت چانپانیر ہے، محرم ۹۱۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ لفظ "شیخ" سے اس کی تاریخ نکلتی ہے۔ ۵ برس کی عمر سے ۲۵ سال تک تحصیل علوم میں مشغول رہے۔ اور اس وقت سے زندگی کے آخری لمحہ تک احمد آباد میں درس اور ہدایت خلق میں مشغول رہے۔ متعدد رسالے، حواشی اور شرحیں آپ کی تصنیفات[2] سے اس وقت لوگوں میں زیر درس ہیں۔ ہزاروں نے آدمیوں نے آپ سے تحصیل علوم کئے۔ علوم باطنیہ سے بھی کامل طور پر آگاہ تھے۔ اور شب و روز ہدایت اور فیض پہنچانے میں مشغول رہتے۔ اگرچہ آپ ابتدا میں شیخ قاضن شطاری سے ارادت رکھتے تھے۔ لیکن اس کی تکمیل حضرت غوث محمد گوالیاری سے کی۔ حضرت غوث محمد صاحب جب احمد آباد تشریف لائے تو شیخ علی متقی نے آپ کی بعض تحریروں کے سبب دیگر علماء کے ساتھ قتل کا فتویٰ دیا۔ لیکن سلطان وقت نے اس کا اجرا حضرت شاہ صاحب

---

[1] دوسری کتابوں میں آپ کا سلسلۂ نسب امام محمد تقی تک پہنچایا گیا ہے۔ آپ کا خاندان مدنی تھا۔ پھر مکہ میں آکر آباد ہوئے سید بہاءالدین پہلے شخص ہیں جو گجرات بعہد مظفر اول آئے۔ ان کے لڑکے معین الدین پھر سید عطاء اللہ اور ان کے صاحبزادے عماد الدین اور ان کے لڑکے نصراللہ سب کے سب قاضی ہوتے رہے۔ قاضی نصراللہ چانپانیر میں بعہد محمود بیگڑا مقیم تھے سلطان مظفر دوم نے احمد آباد لاکر اپنے محل کے پاس رکھا۔ چنانچہ ان کا مقبرہ آج بھی اسی جگہ پر ہے۔ میں نے ان کا مفصل حال معارف فروری و مارچ ۱۹۳۳ء میں تحریر کیا ہے۔ عنقریب ایک رسالہ کی صورت میں شائع ہونے والا ہے۔

[2] آپ کی تصنیفات تقریباً تین سو ہیں۔ آپ کی اکثر تصنیفات کتب خانہ درگاہ حضرت پیر محمد شاہ میں ہیں۔ اور کچھ بمبئی کی جامع مسجد میں۔

کے فتویٰ پر موقوف رکھا جب حضرت شاہ صاحب آپ سے ملنے گئے۔ تو اس قدر متاثر ہوئے کہ دست ارادت آپ کے ہاتھوں میں دیدیا اور فتویٰ کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور شیخ علی متقی سے کہا کہ حضرت گوالیاری کے کمالات تک ابھی آپ نہیں پہنچے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بظاہر شریعت جو کچھ تم کہتے ہو۔ وہ صحیح ہے۔ لیکن بہ حقیقت جو کچھ حضرت گوالیاری نے فرمایا وہ درست ہے۔ اور اکثر معتبر لوگوں سے تحقیق کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت غوث محمدؒ اہل دعوت میں سے تھے۔ اور درجہ کمال کو پہنچ گئے تھے۔ حضرت شاہ صاحب کی عمر ۸۸ برس کی تھی اور "وجیہہ دین" سے یہ تاریخ نکلتی ہے۔ محرم ۹۹۸ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ اور "شیخ وجیہہ دین" سے اس کی تاریخ معلوم ہوتی ہے۔ محلہ خان پور میں شہر پناہ کے اندر اس مکان میں جہاں آپ درس دیا کرتے تھے دفن کئے گئے۔ صادق خاں نامی ایک رئیس نے جو آپ کا مرید صادق تھا۔ ایک گنبد اور مدرسہ بنوا دیا۔ اور آپ کی اولاد میں سے شیخ حیدر نے کنواں اور مسجد تعمیر کی۔ آپ کی اولاد کسبِ علوم کر کے اپنے بزرگوں کے مسند کو زینت بخش رہے ہیں۔ حیدر آباد اور برہان پور (خاندیس) میں بھی آپ کی اولاد مقیم ہے۔ موضع بار یجری ضلع احمد آباد اور دوسری متفرق زمینیں آپ کے فرزندوں کو بطور مدد معاش دی گئیں۔ اور ایک روپیہ چار آنہ شامل مقبرہ سلطان احمد روزانہ برائے طلبہ و مساکین و مسافرین مقرر ہے۔ آج کل بہ سبب بدنظمی سلطنت لوگ (غالباً طلبہ) محتاج ہیں[1]۔ اور سخت ابتری پڑی ہوئی ہے۔ آپ کا مزار فیض انوار عقیدتمندوں کے لئے مرجع ہے۔ فاتحہ خوانی کے لئے لوگ آتے ہیں

---

[1] سید شجاع الدین آخری عالم ہیں جو درس دیتے رہے۔ ۱۲۲۶ھ تک صرف ایک گاؤں رہ گیا تھا۔ آجکل سجادہ نشین "بڑا میاں" صاحب ایک نوجوان شخص ہیں۔ اس خاندان کے آخری عالم سید احمد صاحب علوی تھے۔ جو ۱۳۵۰ھ میں وفات پاگئے۔ اب اس وقت خاندان میں کوئی مستند عالم نہیں ہے۔ اب نہ مدرسہ ہے نہ خانقاہ، صرف روضہ رہ گیا ہے۔ جمعرات کو فاتحہ کے لئے لوگ جاتے ہیں۔ وہاں کے حوض کا پانی تبرک سمجھ کر لے جاتے ہیں۔ ولیؔ گجراتی اور اردو کا مشہور شاعر اسی خاندان سے تھے اور اپنے خاندانی مقبرہ میں مدفون ہے۔

فصل چھٹی

سادات نور بخشیہ (مہدویہ)

سید محمد جونپوری

سید محمد نام، نور بخش خطاب، جونپور کے رہنے والے تھے۔ حضرت نجم الدین کبری قدس سرہٗ کے سلسلہ سے آپ کو بیعت تھا۔ صاحب تصرف اور کشف و کرامات تھے اور اس کا چرچا ہند میں جا بجا تھا۔ خصوصاً ضلع دھندار میں بڑا شہرہ تھا۔ ہند میں آپ کے مریدوں کی تعداد بے شمار۔ ایک دفعہ سیر کرتے ہوئے گجرات آ پہنچے ایک عالم کو گرویدہ کر لیا۔ شہر، قصبہ سے گذر کر گاؤں تک آپ کے مرید ہو گئے۔ چنانچہ پالن پور اور اُس کے اطراف اور پرگنہ بیرم گام، منڈل دساورہ وغیرہ سب عقیدت مند ہو گئے چونکہ اُن کے کرامات اور خرق عادات بکثرت لوگوں نے دیکھے۔ اُن کے مریدوں نے اُن کو مہدی آخر الزماں کہدیا۔ پھر فی الحقیقت ان کا اعتقاد ہو گیا۔ کہ مہدی آخر الزماں جو آنے والے تھے۔ وہ یہی سید محمد ہیں۔ اور یہ عقیدہ اُن میں پختہ ہو گیا۔ حالانکہ مرشد نے اُن کو ایسا نہیں بنایا تھا۔ یہ صرف مریدوں کی ایجاد ہے۔ آخر میں سلطان محمود ثالث اور مظفر شاہ ثالث اُس کا وزیر اعتماد خاں، شیر خاں، موسیٰ خاں فولادی فوجدار پٹن اور حکام پالن پور سب اسی عقیدہ کے پابند ہو گئے۔ اور اس شہر کے اکثر اہل حرفہ بھی اسی کے پابند ہوئے۔

سید راجو

سید راجو اور پالن پور کے اطراف کے سادات عہد شاہجہاں میں جب کہ عالمگیر صوبہ گجرات کا ناظم تھا۔ سرکاری ملازمت میں شامل ہو گئے۔ عالمگیر بھی ان لوگوں پر ہمیشہ عنایت فرمایا کرتا۔ ایک دفعہ ایک مجلس میں عالمگیر نے اُن کی تعریف کی۔ کہ یہ شخص بڑا بہادر اور اچھا آدمی ہے۔ مجلس میں ایک شخص جو ان کے عقائد سے واقف تھا۔ عرض کیا۔ کہ ان کے عقائد فاسد ہیں اور مہدی طریق کے پیرو ہیں۔ اور ان کا اعتقاد ہے کہ امام مہدی آ چکے۔ اور چونکہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ امام مہدی کے آنے پر توبہ کا دروازہ

بند ہو جائیگا۔ اس لئے یہ لوگ بعد نماز دُعا نہیں مانگتے ہیں۔ عالمگیر نے کہا کہ کسی مجلس میں اس کا امتحان ہو گا۔ چنانچہ سید راجو مع اپنی جماعت کے جب سلام کے لئے حاضر ہوئے تو باتوں بات میں حضرت مہدی کا ذکر آیا۔ ہر شخص نے اسلام کے موافق اس کا جواب دیا، سید راجو نے کہا۔ کہ مہدی موعود آ کر چلے گئے اب کوئی نہیں آئیگا۔ عالمگیر نے علماء کی طرف متوجہ ہو کر دریافت کیا کہ اس معاملہ میں کیا رائے ہے۔ لوگوں نے کہا۔ کہ کتابوں میں لکھا ہے کہ بہت لوگوں نے مہدی موعود کا دعویٰ کیا اور اُن کے پیرو ہو گئے اس معنی میں تو صحیح ہے، لیکن اس مہدی موعود کے متعلق کہ احادیث میں جس کا ذکر ہے اور اُس کی نشانیوں میں قیامت کا ہونا بھی ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ سید محمد جونپوری تھے۔ تو اس کی ان کے پاس کیا دلیل ہے۔ سید راجو نے کہا کہ اس دلیل ہماری تیز تلوار ہے۔ غرض اس طرح بات بڑھ گئی۔ اور عالمگیر نے مجلس برخاست کر دی۔ اور کچھ دنوں کے بعد ان لوگوں کو ملازمت سے برخواست کر دیا۔ سید راجو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ گلاب باغ کے پاس ٹھیرے۔ دوسرے دن ان لوگوں نے مشورہ کیا۔ کہ اس طرح ذلت کے ساتھ چپ چاپ چلا جانا تو غیرت اور حمیت کے خلاف ہے۔ ہم کو چاہیئے کہ تمام اطراف سے مریدوں کو بلا کر ایک جنگ عظیم کی جلئے، چنانچہ ہر طرف خطوط روانہ کیئے۔ شہر کے اہلِ پیشہ کو بھی مدعو کیا۔ جو اس خیال کے احمد آباد میں موجود تھے۔ چنانچہ کچھ لوگ جمع بھی ہو گئے جب عالمگیر کو اس کی خبر ہوئی تو علماء اور فضلا کو بلا کر اس معاملہ میں مشورہ کیا۔ علما نے کہا کہ یہ گروہ اہل بدعت میں سے ہے اس لئے ان کا قتل کسی صورت سے جائز نہیں ہے۔ ان کو حکم دیا جائے۔ کہ یہ لوگ اپنے اپنے گھر چلے جائیں۔ اگر نہ جائیں۔ تو جنگ کر کے بزور ان کو واپسی پر مجبور کیا جائے چنانچہ قاضی کے ساتھ چوب دار اُن کے پاس روانہ کیا گیا اُس نے سمجھایا کہ جب تم لوگ ملازمت سے الگ ہو گئے ہو تو اب تمہارا یہاں ٹھہرنا مصلحت کے خلاف ہے۔ لہٰذا فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔ جب اس کا کوئی معقول جواب ان لوگوں نے نہ دیا۔ اور ٹھیرے رہے۔

تو پھر ایک معتبر آدمی بھیجکر پیغام دیا۔ کہ شاہزادہ اورنگ زیب حاکم صوبہ کا حکم ہے کہ تم فوراً چلے جاؤ۔ ورنہ غضب سلطانی میں گرفتار ہو گے۔ اور پھر اُس کا کوئی تدارک تم سے نہ ہوگا۔ انھوں نے جواب دیا۔ کہ مَیں اپنے پیر کے سوا کسی کا حکم نہیں مانتا۔ تب عالمگیر نے حکم دیا۔ کہ ان کے خیمے کی رسّیاں کاٹ ڈالی جائیں اور اُن کو یہاں سے نکال دیا جائے اور تھوڑی سی فوج ان کی مدد کے لئے روانہ کی۔ جب رسّیاں کٹنے لگیں تو یہ تلواروں سے جنگ پر آمادہ ہو گئے اور آخر جنگ شروع ہو گئی۔ عالمگیر کو جب خبر ہوئی۔ تو امدادی فوج اور بھیجدی۔ چونکہ ان لوگوں کو باہر سے ابھی مدد نہیں ملی تھی۔ صرف آس پاس کے پیشہ ور لوگ لاٹھیاں لے لیکر جمع ہو گئے تھے۔ اس لئے تھوڑی دیر میں اپنی جان بچا کر بھاگ نکلے۔ سید راجو اور اُن کی فوج سب قتل ہوئے۔ اور اُن کے عقیدہ کے بموجب یہ لوگ شہید ہوئے اور اسی لئے سید راجو شہید مشہور ہو گئے اس شہر میں اہلِ حرفہ، جلاہے، شیر فروش وغیرہ اکثر مہدوی ہیں۔ پالن پور، دھولکا، بیرم گام، دسارہ اور منڈل میں اُن کی راسخ العقیدہ آبادی ہے۔ اس قوم کو نور بخشی کہتے ہیں۔ لیکن بڑی جاہل اور فقہ و حدیث سے بے خبر ہے۔ بڑے جھگڑالو ہیں اور ذرا سی بات میں جنگ کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں[1]۔

---

[1] ممکن ہے کہ مصنف کے زمانہ میں لوگ ایسے ہوں۔ راقم الحروف کی ملاقات اُن کے علما اور عوام سے بار ہا ہوئی احمد آباد، پالن پور، میسورہ، چن پٹن وغیرہ میں انکو سنجیدہ اور امن پسند پایا۔ البتہ عقائد میں سخت ہیں۔ دنیا میں رویتِ باری کے قائل ہیں۔ ۲۷ رمضان کو شب قدر یقینی جانتے ہیں۔ بعد عشا تسبیح "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَلْقُرْاٰنُ وَ الْمَهْدِیُّ إِمَامُنَا" کی پڑھتے ہیں۔ باقی تمام عقائد بالکل اہل سنت کی طرح ہیں۔ چند فروعی مسائل میں اختلاف ہے۔ ترک دنیا، صبر، توکل کو افضل ترین زندگی سمجھتے ہیں۔ میں نے ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ میرا ذاتی خیال ہے۔ کہ ان کا فرقہ، مجددیہ، قادریہ، شاذ میہ اور عیدروسیہ کی طرح ہے۔ ان کی تعلیمات کا زور تبیلِ سنّت اور تصوفانہ عقائد پر ہے۔ لیکن بعد وفات سید محمد کے مقلدوں نے اپنے کو عام مسلمانوں سے الگ کر لیا۔ اور نہ صرف اپنا فرقہ الگ بنا لیا۔ بلکہ دوسرے مسلمانوں کی تکفیر بھی کرنے لگ گئے۔ چنانچہ "العقائد" مطبوعہ شمس الاسلام ۱۳۲۲ھ میں لکھا ہے کہ جو آپ کو مہدی نہ مانے وہ کافر ہے اور اس کو عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ حدیث متواتر المعنی سے ثابت ہے کہ مہدی میری اولاد سے ہوگا، اُس کا نام محمد باپ کا عبداللہ ماں کا آمنہ ہوگا۔ اور معصوم عن الخطا ہوگا۔ اور مشرق سے اُس کا ظہور ہوگا۔ قدم بقدم میری پیروی کریگا اور یہ سب باتیں آپ میں موجود تھیں۔ اور حدیث متواتر کا منکر کافر ہے اس لئے مہدی کا منکر کافر ہوگا۔ یہ صحیح نہیں ہے کہ بعد نماز یہ لوگ دعا نہیں مانگتے۔ مگر افضل اُن کے یہاں یہ ہے کہ سجدہ میں جا کر دعا مانگیں۔ اور اس سے دیکھنے والوں کو یہ خیال گذرتا ہے کہ سجدہ تو کیا مگر دعا نہیں مانگی حالانکہ ہاتھ اٹھا کر بھی دعا مانگتے ہیں۔ مگر افضل سجدہ میں دعا مانگنا ہے۔ ۱۲

فصل ساتویں

بزرگانِ سلسلۂ چشتیہ

شاہ بارک اللہ چشتی

ان لوگوں میں سے جو یہاں آکر آباد ہو گئے اور اسی جگہ ان کی قبریں ہیں۔ ایک شاہ بارک اللہ ہیں۔ آپ حضرت نظام الدین اولیاؒ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ آپ کا مزار ایڈنہ دروازہ (دتی دروازہ) کے باہر حاجی پور کے باڑہ میں واقع ہے۔ آپ کی نسبت یہ واقعہ مشہور ہے کہ جب حضرت شاہ عالم کو اللہ جل شانہٗ کی طرف سے "شاہ عالمؒ" کا خطاب ملا اور رسولِ مقبول صلعم نے بھی اس کی بشارت دی۔ تو عرض کیا۔ کہ میں خود اس کا اظہار کس طرح کروں حکم ہوا کہ اپنے والد ماجد کے پاس جاؤ، وہ تم کو شاہ بارک اللہ کے پاس روانہ کریں گے۔ جب حضرت قطب عالم کے پاس پہنچے تو آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ آؤ شاہ عالم، اور پھر ارشاد ہوا۔ کہ حضرت شاہ بارک اللہ کے پاس جاؤ۔ آپ شاہ صاحب کے پاس پہنچے دیکھا کہ دیوار بنا رہے ہیں۔ اور مریدین گارا اور مٹی لا کر دے رہے ہیں۔ آپ بھی پھولوں کا ایک ٹوکرا سر پر رکھ کر قریب پہنچے۔ شاہ صاحب نے دیکھتے ہی فرمایا کہ شاہ عالم آؤ، تمھارے سر پر تو چترِ شاہی موزوں دیتا ہے۔ ان سے پھول لے کر کام میں لائے اور دیوار سے اُتر کر اپنے بھائی شیخ عطاء اللہ کے گھر لے گئے۔ دیکھتے ہیں کہ ایک دیگ میں لوبیا پک رہی ہے۔ آپ اُٹھا کر باہر لائے اور شاہ عالمؒ کو دیا، اور خادم کو ہدایت کی کہ ان کے ساتھ جاؤ۔ اور جس جگہ زمین آسمان۔ اِدھر اُدھر غرض ہر طرف سے "شاہ عالمؒ" کی آواز آئے۔ تو واپس آجاؤ۔ چنانچہ شاہ عالمؒ لوبیا کی دیگ سر پر رکھ کر واپس لوٹے۔ جب بتن دروازے کے پاس آئے تو دیکھا کہ ایک دہل زن، اندھا بہرا لنگڑا گونگا موجود ہے۔ جب اس کے قریب آئے تو قدرت الٰہی سے تندرست ہو کر نقارہ بجانا شروع کیا اور ساتھ ہی در و دیوار تک سے صدا "شاہ عالمؒ" کی آنے لگی۔ حضرت شاہ عالمؒ نے خادم کو رخصت کر دیا۔ حضرت شاہ عالمؒ جب حضرت قطب عالمؒ کے پاس پہنچے تو دیگ

صفحہ نمبر ۹۲

روضہ حضرت پیر بارک اللہ صاحب چشتی

لوبیا کی نذر کی، اسی واقعہ سے گجرات میں یہ مثل مشہور ہوئی کہ "چشتیوں نے پکائی اور بخاریوں نے کھائی"[۱]۔

موسیٰ سہاگ مشہور ہے کہ آپ سلسلہ چشتیہ سے ارادت رکھتے تھے اور ہاتھوں میں چوڑیاں پہنے ناچنے گانے والوں کے ساتھ رہتے اور اس طرح اپنے کو پوشیدہ رکھتے تھے۔

روضات شاہی میں لکھا ہے کہ جب اُن کا انتقال ہوگیا۔ تو حضرت شاہ عالم کو کشف سے معلوم ہوگیا۔ آپ نے میاں مخدوم کو حکم دیا۔ کہ جاؤ۔ اُن کے کفن دفن کا سامان کرو اور خبردار اُن کے ہاتھوں کی چوڑیاں نہ اُتارنا، کیونکہ مطابق حدیث "جس طرح زندگی بسر کرتے ہیں اُسی طرح اُٹھائے جائیں گے" اُن کو دفن کر دینا۔

جس طرح اپنی زندگی میں عام لوگوں کے ساتھ رہ کر اپنے کو پوشیدہ رکھا۔ مرنے کے بعد بھی اُن کی قبر چار ہم جنس قبروں کے باعث مشتبہ ہوگی۔ شاہی باغ کی طرف احاطہ کئے ہوئے قبرستان میں آپ کا مزار ہے۔ اور چاروں قبریں اس طرح سے ہیں کہ یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ حضرت موسیٰ سہاگ کی قبر کون ہے۔ آپ کا عرس دس رجب کو ہوتا ہے[۲]۔

شیخ حسن محمد چشتی شیخ محمد نام ابوصالح کنیت، لیکن عوام میں شیخ حسن محمد کے نام سے مشہور ہیں، ابن شیخ احمد میاںجی ابن شیخ نصیر الدین، آپ ظاہر اور باطن میں یکساں طور صاحب فضائل تھے۔ پانچ چھ سال کی عمر میں شیخ جمال الدین جمّن سے خلافت اور ارادت حاصل کی اور شیخ محمد علی ابن نور بخش سے جو متقی اور صاحب کمال تھے، ماضی حال اور استقبال کی خبریں دیتے تھے۔ سلسلہ قادریہ، نوربخشیہ، طیفوریہ وغیرہ کی خلافت پائی اور سورۂ تکاثر سے

---

[۱] شاہ بارک اللہ کا مقبرہ انقلاب زمانہ سے ویران ہوگیا تھا اور ہر چیز شکستہ ہوگئی تھی۔ درگاہ حضرت پیر محمد شاہ کی طرف سے ایک معتدبہ رقم خرچ کرکے اس کی مرمت کرائی گئی۔ اور اب اچھی حالت میں ہے۔ ایک کمیٹی کے زیر نگرانی اس کا انتظام ہے۔ [۲] آج بھی یہ قبر موجود ہے۔ لوگ فاتحہ خوانی کو جاتے ہیں۔ اور قبر کے پاس جو درخت ہے چوڑیاں اُس کی شاخوں میں ڈالتے ہیں شاخیں موٹی ہوکر اس کے برابر آجاتی ہیں۔ عوام غلط فہمی سے اس کو کرامت سمجھتے ہیں۔

آخر قرآن تک کی تعلیم بھی آپ ہی سے لی۔ جوان ہو کر اپنے والد کی خدمت بھی آپ کے حصہ میں آئی۔ آپ گویا مادرزاد ولی تھے۔ اپنے باپ کے سامنے ہی شہرت حاصل کی، بچپن سے لوگ آپ کے معتقد تھے۔ سلطان محمود شہید اور دوسرے امیر آپ کے معتقد تھے۔ اسی سبب سے سلطان نے اساورہ اور دوسرے چار گاؤں آپ کو دے رکھا تھا۔ شاہ پور دروازہ کے باہر اور رکن الملک کا چکلہ بھی آپ کے قبضہ میں تھا۔ باطنی کمالات کے ساتھ ظاہری دولت سے بھی آپ سرفراز کئے گئے تھے۔ عرسوں اور فقیروں پر خرچ کرنے کے بعد بھی بچ رہتا تھا جس سے شاہ پور دروازہ کے اندر ایک پتھر کی مسجد بنانی شروع کی، آٹھ نو سال میں بن کر تیار ہوئی۔ ایک لاکھ روپیہ خرچ ہوا۔ لیکن پھر انقلاب سلطنت کے سبب تمام سامان ان کا لُٹ گیا۔ اور اسی لئے مسجد کے ایک حصہ کی دیوار اور مینارے ناقص رہ گئے۔ بنیاد مسجد کی تاریخ محراب کے بائیں جانب پتھر پر کندہ ہے۔ اشعار کا مطلب یہ ہے۔ کہ قطب زمانہ شیخ حسن نے ایک مسجد بنائی تاکہ شیخ کے لئے اہل عبادت دعا کریں۔ جب شیخ نے اس بلند مکان کی بنیاد رکھی اور ازل سے اُس کی تاریخ "بنا شیخ" ہوئی۔

اس میں بنا شیخ کے لفظ سے تاریخ نکلتی ہے۔ آپ کی تصنیف ایک تفسیر محمدیؒ ہے۔ جس میں ربط آیت کو ظاہر فرمایا ہے[1]۔ علماء میں کافی مقبول ہوئی۔ بیضاوی کے حاشیہ کے علاوہ اور دوسرے حواشی بھی آپ کے ہیں۔ ۴۱ سال آپ مسند ہدایت پر رونق افروز رہے ۲۷ سال اپنے باپ کے سامنے اور ۱۴ سال بزرگ باپ کی وفات پانے پر۔ آپ کی ولادت ۹۲۳ھ میں ہوئی۔ ۲۸ ذوالقعدہ ۹۸۲ھ بروز سہ شنبہ آپ کا وصال ہوا۔ ۵۹ سال کی عمر پائی۔ چار لڑکے اور دو لڑکیاں آپ کی تھیں،

(۱) شیخ کمال الدین (۲) شیخ محمد اپنے پدر بزرگوار کے جانشین ہوئے۔ اور قطب کے مرتبہ

[1] اسی قسم کی تفسیر حال میں علامہ مولوی حمید الدین فراہی (اعظم گڑھی) برادر علامہ شبلی نعمانی نے عربی میں تالیف کی ہے۔ جس کے بعض حصے طبع ہو گئے ہیں۔

مسجد قبلہ حضرت میاں حسن ؒ صاحب چشتی در شاہپور

پر پہنچے۔ (۳) شیخ قطب محمد برہان پورہ کی طرف چلے گئے اور اسی جگہ ان کا وصال ہوا۔ شیخ ماجن کے روضہ کے پاس آپ کی قبر ہے (۴) شیخ صالح محمد۔ (۱) بی خدیجہ (۲) بی عائشہ جو "اچھی ماں" کے نام سے مشہور ہوئیں۔ اور بڑی نیک، عابدہ، زاہدہ تھیں۔ ہمیشہ ذکر اور تلاوتِ قرآن میں مصروف رہتی تھیں۔

میاں شیخ محمد چشتی

شیخ محمد نام، ابوالحسن کنیت، شمس الدین خطاب بن شیخ حسن محمد چشتی، ولادت آپ کی ۹۵۶ھ میں ہوئی۔ جیسا کہ لفظ "شیخ ولی" سے ظاہر ہے۔ علوم ظاہری اور باطنی کی تحصیل اور ہر قسم کا استفادہ صرف اپنے بزرگ باپ سے کیا۔ اور بعد وفات پدر تمام مشکلات کا حل اپنے باپ کی روح سے خواب میں کرتے۔ آپ کی ملاقات حضرت ماہ عالمؒ سے بھی ہوئی تھی۔ آپ نے بڑی تعظیم میاں صاحب کی کی۔ اور فرمایا کہ یہ شخص خلق کثیر کو فائدہ پہنچائیگا۔ میاں شیخ صاحب سے بے شمار کرامت کا اظہار ہوا۔ جب آپ اپنے والد کے مسند پر رونق افروز ہوئے تو فقر و فاقہ کا دور تھا، مریدوں نے عرض کیا۔ کہ شاہانِ گجرات کے عہد کی سندیں اگر عنایت ہو تو اکبر بادشاہ کو دکھا کر آپ کی جاگیریں واپس دلائی جاسکتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کے رازق کو چھوڑ کر بادشاہوں کا احسان مند ہونا فقیروں کو کیا ضرور ہے۔ مریدوں کے اصرار پر تمام دستاویز حوض میں دھو ڈالے۔

فقر ظاہری اور بعض مخالفوں کے سبب سابرمتی کے کنارے ملک مقصود کی مسجد میں گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ چند سال تک آپ نے اسی طرح زندگی بسر کی۔ صرف نمازِ جمعہ کے لئے مسجدِ خانقاہ میں تشریف لاتے تھے اور کبھی تو چلہ ہی ختم کرکے اُٹھتے۔ اور اس درمیان میں اپنے تمام اوراد اور اشغال جاری رکھے۔ جب آپ سے کرامات اور خرق عادات بکثرت ظاہر ہونے لگے تو مخلوق کا رجحان ہوا اور لوگ مرید ہونے لگے، تب آپ پھر شہر میں اپنی خانقاہ تشریف لے آئے اور درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔ بزرگوں کے اکثر عرسوں میں شریک ہوتے اور قوالی بغیر مزامیر کے سنتے۔ اس وقت آپ پر عجب حالت طاری ہوتی آنکھوں سے اشک جاری ہوتے۔

مشہور ہے کہ ایک دفعہ غیب سے آواز آئی کہ تم کو بشرطِ تحمل قطبیت کا درجہ عطا ہوا۔ اس بشارت سے تین روز تک بے ہوش رہے، تیسرے دن خلعت قطبیت سے سرفراز کئے گئے اور اسی دن تمام شہر میں مشہور ہو گیا۔ کہ آپ قطب زمانہ ہیں۔ چنانچہ ۱۰۲۲ھ میں ۲۶ رمضان کو آپ نے اپنے خادم ولی کو حکم دیا۔ کہ کچھ مصری لاکر فجر کی نماز میں حاضر رہو اور جب میں تم کو حکم دوں۔ شریف صاحب کو دینا۔ ۲۷ ر رمضان کو شریف عبد القادر بن شریف شیخ عید روس صبح کو حاضر ہو کر ملاقات کی اور نمازِ صبح آپ کے ساتھ ادا کی۔ بعد نماز ذکر اور فاتحہ سے فارغ ہوئے شیخ صاحب نے مصافحہ کیا۔ اور فرمایا کہ قطبیت مبارک ہو۔ اور اسی قسم کی آواز ہر طرف سے آئی پھر آپ نے مصری بطور تبرک عطا فرمایا۔ شیخ نے تمام حاضرین مجلس کو عنایت کیا۔ چاشت کے وقت شیخ عید روس اپنے گھر واپس آئے۔ ایک دفعہ آپ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے مزار پر انوار کی زیارت کو تشریف لے گئے، اتفاق سے کوئی مجاور موجود نہ تھا۔ اپنے خادموں کو باہر ٹھیرا کر خود اندر تشریف لے گئے۔ مزار مبارک درمیان سے شق ہوا اور اندر قبر کے چلے گئے ایک خادم نے ایک گوشے سے یہ ماجرا دیکھا۔ اُس نے دوسروں کو خبر کی، سب اندر آئے اور بے حد متحیر ہوئے، دو گھنٹہ کے بعد آپ باہر نکلے، آفتاب کی طرح آپ کا چہرہ روشن تھا۔ چنانچہ آج تک قبر کا پتھر درمیان سے شق ہے۔ عوام میں جب یہ خبر مشہور ہوئی تو اُمرا دولت نے جہانگیر بادشاہ کو اس کی اطلاع دی۔ جہانگیر نے فوراً فرمان جاری کیا حضرت جب واپسی پر اجمیر شریف فاتحہ کے لئے تشریف لائیں۔ تو زاد خرچ عنایت کیا جائے اور استدعا کی جائے۔ کہ مجھ سے بھی ملاقات کریں۔ چنانچہ اجمیر شریف میں بعد فاتحہ خوانی جہانگیر بادشاہ سے ملاقات کی اور اسی دن رخصت ہو کر روانہ ہو گئے۔ امرا کے توسط سے بہت اصرار کرنے پر بھی کوئی وظیفہ یا جاگیر قبول نہیں فرمایا۔ البتہ ایک گاؤں جو اُن کے نام پر تھا۔ اپنے فرزند کے نام مقرر کرایا۔ مشہور ہے کہ ۱۰۲۷ھ میں جب جہانگیر احمد آباد آیا اور سید احمد قادری صاحب کے ذریعہ سے ملاقات کی استدعا کی، تو ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ اتفاقاً اس وقت بادشاہ شیروں کا

تماشا دیکھ رہا تھا۔ کہ ایک شیر نے پنجرہ توڑ ڈالا، لوگ بھاگ گئے، شیر باہر نکل کر حضرت کے پاس آیا اور مثل گتے کے آپ کے قدموں پہ سر رکھدیا اور دُم ہلانے لگا۔ اتوار کے دن چاشت کے وقت ۹ ربیع الاول سنہ ۱۰۴۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ اپنے باپ کے پہلو میں مشرقی جانب خانقاہ ہی میں دفن کئے گئے۔ " واصل حق محمد چشتی" سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔

آپ کے چار لڑکے تھے (۱) حسن محمد، جو ہمیشہ یہ دعا کرتے تھے۔ کہ باپ کے سامنے ہی مجھے اُٹھالے۔ کیونکہ باپ کی جدائی میری برداشت سے باہر ہے چنانچہ باپ کے مرنے کی خبر جب آپ کو ملی۔ تو بیہوش ہو گئے اور تیسرے دن انتقال ہو گیا۔

(۲) شیخ محمود، آپ کے محبوب ترین لڑکے تھے۔ گوشہ نشین رہتے۔ کسی جگہ آمد و رفت نہ کرتے، اُسی سال ۶ ربیع الثانی کو وفات پاگئے۔

(۳) شیخ سراج الدین جو آپ کی خانقاہ کے مہتمم اور منتظم بھی تھے، وصیت پدر کے بموجب اپنے برادر زادہ شیخ یحیٰی کو آپ کا جانشین بنایا۔ اور خود سجادہ نشین ہوئے۔ سنہ ۱۰۵۰ھ میں ۱۷ تاریخ کو رحلت فرما گئے۔

(۴) شیخ عزیز اللہ، جن کی پرورش شیخ سراج الدین نے کی۔

میاں شیخ یحییٰ چشتی یحییٰ نام، ابو یوسف کنیت، محی الدین خطاب، ابن شیخ محمود بن شیخ محمد چشتی، آپ کی ذات بابرکات مشائخوں کے لئے ایک روشن دلیل تھی خلف بلکہ سلف میں بھی کم لوگ اس پایہ کے گذرے ہونگے۔ جمعرات کے دن ۲۰ رمضان المبارک سنہ ۱۰۱۰ھ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ۲۰ برس کی عمر میں تمام علوم ظاہری اور باطنی اپنے جد امجد سے حاصل کر لئے۔ آپ حافظِ قرآن بھی تھے۔ اپنے جد بزرگوار کی زندگی ہی میں سیف خاں اور مرزا عیسیٰ ترخاں کے سرکار میں ملازم ہو گئے تھے، اور باوجود ملازمت کے حد درجہ کا تقویٰ آپ میں موجود تھا، چنانچہ ایک دفعہ کاٹھیاواڑ کے حملہ میں کسی گاؤں پر حملہ آور ہوئے۔ اُن کے ہمراہی دانہ اور گھاس لوٹ لائے، خود بھی کھایا۔ اور گھوڑوں کو

بھی دیا۔ شیخ صاحب ایک گوشہ میں بیٹھے رہے۔ اُن کے رفیقوں نے بہت اصرار کیا کہ تم بھی کچھ کھاؤ۔ کیونکہ اس کے سوا یہاں کچھ ملنے کی اُمید نہیں ہے۔ مگر یہ نہ مانے۔ اور بھوکے سو رہے۔ رات کو ایک شخص اچانک آپہنچا۔ اُس کے ایک ہاتھ میں گھاس اور دوسرے میں ایک رومال جس میں روغن سے تر خرما (چھوہارے) بندھا تھا آپ کو دیکر چلا گیا۔ آپ نے سیر ہو کر نوش فرمایا اور گھوڑا بھی آسودہ ہو گیا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ وہ شخص حضرت خضرؑ تھے۔ اپنے جد بزرگوار کی وفات پر گوشہ نشین ہو گئے۔ ہر جگہ کا آنا جانا ترک کر دیا۔

اورنگ زیب عالمگیر جب گجرات کا صوبہ دار تھا۔ تو اپنے اُستاد شیخ نظام کے ذریعہ سے آپ کی ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ درویشوں کی ملاقات کا مطلب دعاء خیر ہوا کرتا ہے۔ اور فقیر اسی جگہ سے آپ کے لئے دعا خیر کرتا ہے۔ رہا معاملہ حاکم کی اطاعت کا، تو بندہ حسب الحکم آئیگا۔ مگر پھر خلوصِ دل سے دعا نہ ہو گی۔ اس جواب کے بعد عالمگیر خود خانقاہ میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا اور استدعا کی کہ دعا فرمایئے کہ وہی بات ظہور میں آئے۔ جس سے اسلام کا بول بالا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔ چنانچہ آپ کی پیشین گوئی کے مطابق ایسا ہی ہوا، کہ عالمگیر ہندوستان کا بادشاہ ہو گیا۔ اور اُس کے ہاتھوں اسلام کا بول بالا ہوا۔

اورنگ زیب جب شاہزادہ رہا۔ ہر سال دو سو روپے آپ کی نظر کرتا رہا۔ اور جب بادشاہ ہو گیا۔ تو ایک ہزار نقد ایک عمامہ، عبا، اور کمر بند اور ایک خط اپنے ہاتھ سے لکھ کر سالانہ روانہ کرتا رہا۔ سلسلہ چشتیہ ہونے کے سبب آپ کا رجحان مولود میں قوالی سننے کی طرف بہت تھا۔ جیسا کہ چشتیہ لوگ عرسوں اور محفلوں میں بغیر باجہ کے گانا سنا کرتے ہیں۔ چونکہ عالمگیر بادشاہ کو شریعت کی پابندی کا بڑا خیال تھا۔ اس لئے مرزا باقر محتسب نے تمام مولود خواں اور گانے والوں سے مچلکہ لیا تھا۔ کہ آئندہ ایسا نہ کرینگے۔

اس لئے اس عہد میں ہر جگہ سے یہ بات موقوف ہوگئی تھی۔ سوائے شیخ موصوف کی خانقاہ کے، کہ یہاں حسب معمول مولود خوانی برابر ہوتی تھی۔ جناب محتسب صاحب اور دوسروں کو یہ بات بڑی بُری معلوم ہوئی۔ چنانچہ محتسب ایک دن مقرر کر کے میر عرب کے گھر میں آیا اور ارادہ کیا۔ کہ آج تمام قوالوں کو گرفتار کر کے سزا دے۔ جب شیخ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو مریدوں کو حکم دیا۔ کہ مسلح ہو کر بیٹھ جاؤ اور اگر محتسب خانقاہ میں دست اندازی کرے تو اس سے جنگ کرو۔ اور خود بھی نیمچہ لیکر بیٹھے۔ جب یہ خبر میر عرب اور محتسب کو معلوم ہوئی تو میر عرب نے کہا کہ ذرا ٹھیرو۔ میں پہلے شیخ کی خدمت میں جا کر سمجھا دوں۔ اگر نہ مانیں تو تم جانو اور تمہارا کام۔ چنانچہ میر عرب نے شیخ سے مل کر یہ عرض کیا۔ کہ محتسب اس نیت سے آیا ہوا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ کچھ دنوں کے لئے قوالی موقوف رکھیں اور بادشاہ سلامت سے اجازت منگوا کر کام حسب دستور سابق جاری رکھیں۔ شیخ یہ سنتے ہی برہم ہوئے اور کہا کہ کون بادشاہ ہے۔ جس کو میں تخت پر بٹھاؤں وہی بادشاہ۔ جاؤ محتسب سے کہو۔ کہ جلد آوے۔ میر عرب محتسب کے پاس آئے اور کل ماجرا بیان کیا۔ اور مشورہ دیا۔ کہ بہتر یہ ہے کہ اس وقت طرح دے دو اور کسی دوسرے وقت کے لئے یہ بات اُٹھا رکھو۔ ورنہ بہت بڑا ہنگامہ برپا ہو گا۔ محتسب نے بھی دیکھا کہ کوئی زور اس وقت چلتا نظر نہیں آتا۔ مجبوراً واپس چلا گیا۔ شیخ نے یہ تمام حالات لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں عبداللہ بن نظام کے معرفت چند بار بھیجا۔ مگر یاروں نے بادشاہ تک پہنچنے ہی نہ دیا۔ آخر میر سید علی رضوی خاں کی معرفت خط بادشاہ کے پاس پہنچا۔ بادشاہ نے خط کو سر آنکھوں پر رکھ کر بوسہ دیا، اور معذرت نامہ بھیجا اور چار فرمان چار شخص کے نام جاری کئے (۱) راجہ جسونت سنگھ صوبہ دار گجرات (۲) نظام الدین احمد دیوان صوبہ۔ (۳) میر بہاؤ الدین (۴) قاضی محمد شریف، ان کو لکھا کہ مرزا باقر محتسب کو فہمائش کر دو۔ کہ آئندہ پھر ایسی حرکت نہ کرے، اور مختلف فیہ مسائل میں اس قدر سختی کو کام میں نہ لائے۔

اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت میری طرف سے کرو، اور ایک ہزار روپیہ اور چار تولہ عطر نذر کرو۔ چنانچہ ہر ایک نے آ کر معذرت کی، اور بادشاہ کا تحفہ نذر کیا۔ اور پھر محتسب کی سب نے خوب خبر لی۔ اس کے بعد سے پھر قوالی اور مولود کیلئے کوئی مزاحم نہ ہوا۔

شیخ نے دو دفعہ بیت اللہ کی زیارت کی، پہلی دفعہ جب جانے لگے تو اُن کی والدہ مانع آئیں اور کہا کہ اس وقت تمہارا بھائی بھی موجود نہیں ہے وہ دکن گیا ہوا ہے ایسی صورت میں میری موت واقع ہو تو۔ کون کفن دفن کریگا۔ غرض ان کو سمجھا کر اور اقرار کر کے کہ ہم دونوں حج کے بعد فوراً ہی واپس آئیں گے۔ حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ چنانچہ حج کعبہ اور زیارت مدینہ کے بعد جلد ہی واپس آ گئے۔ دوسری مرتبہ بعد وفات والدہ زیارت بیت اللہ کا شوق ہوا۔ اور ہجرت کے خیال سے بلا اطلاع خانقاہ سے نکل کر کھاڑیا میں مولانا محمد قائم کی مسجد میں مقیم ہوئے۔ لوگ جوق جوق رخصت کرنے کے لئے آتے۔ عبدالواحد بوہرہ جو علوم ظاہری کے ساتھ تقویٰ اور پرہیزگاری میں بھی مشہور تھے اور خود اپنے مثل کسی دوسرے کو نہیں سمجھتے تھے۔ اور فرقہ صوفیہ خصوصاً قوالی سننے والوں سے عداوت کلی رکھتے تھے۔ اُن کے رفیقوں نے کہا۔ کہ شیخ یحییٰ مدینہ جا رہے ہیں اور پاس ہی ٹھیرے ہوئے ہیں۔ لوگ ملاقات کے لئے جاتے ہیں۔ چلو ہم بھی ملاقات کر آئیں۔ چونکہ وہ قوالی (سماع) کا منکر تھا۔ اور شیخ اس پر عامل تھے۔ اس لئے اُس نے کہا۔ کہ کیا ایسے شخص کے ملنے کے لئے جاؤں جو غین غین سنتا ہو۔ (مولود اور سماع (قوالی) کو غین غین کہا حضرت شیخ یحییٰ کا خیال ان سے ملنے کا تھا کہ ایک دن خادم نے یہ واقعات گوش گذار کئے۔ یہ سن کر ملاقات موقوف رکھی۔ اور حالت غصہ میں فرمایا کہ یہ شخص خود غین غین کریگا۔ جب مغرب کے وقت مولوی عبدالواحد صاحب نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو غیر المغضوب کو ادا نہ کر سکے بلکہ ہر بار غین غین کر کے رہ جاتے آخر کسی دوسرے کو امام بنا کر الگ ہوئے خود باہر نماز ادا کر لیتے مگر نماز میں ادا نہ کر سکتے۔ اور غین غین ہی نکلتا، یہ حالت اُن کی آخری عمر تک رہی۔ تواتر کے ساتھ

یہ روایت خاص و عام میں مشہور ہے۔

جب شیخ احمد آباد سے روانہ ہو کر بندر سورت میں پہنچے تو لوگوں نے عرض کیا کہ استنجا اور وضو کے لئے جہاز پر سخت تکلیف ہوتی ہے، آپ نے فرمایا کہ انسان ایسا کیوں کرے جس سے ان باتوں کی احتیاج پیدا ہو۔ چنانچہ جس وضو سے جہاز پر سوار ہوئے وہی وضو جدہ تک رہا۔ اس درمیان میں نہ آپ نے بجز قہوہ کے کچھ نوش فرمایا، نہ نیند سوئے۔ آخر چالیس دن کے بعد جدہ پہنچا۔ یہ کرامت آپ کی ہر جگہ مشہور ہے۔ پیروں کی بیماری کے سبب مکہ میں ایک سال اور دوسرے سال مدینہ میں مقیم رہے۔ اس طرح ۱۴ سال تک آپ نے اپنی عمر گذاری سنیچر کے دن ۲۸ صفر ۱۰۱۱ھ میں بوقتِ نماز عین سجدہ کی حالت میں روح سعید عنصر خاکی سے جدا ہو کر ازلی اور ابدی قدس اعلیٰ سے جا ملی۔ حضرت عثمانؓ کے روضہ سے متصل آپ کی قبر مدینہ میں ہے۔ ۹۱ برس کی عمر پائی۔ آپ کی اولاد ابھی تک موجود ہے۔

شیخ علی متقی

شیخ علی متقی بن شیخ ابو محمد بن شیخ حسین، ابن شیخ راجا، حضرت سلمان فارسی کی اولاد سے ہیں۔ اور شیخ محمد چشتی کے خلفا میں سے ہیں۔ تقویٰ اور پرہیزگاری میں بے مثل تھے، کسی کے گھر کچھ نہیں کھاتے تھے۔ سوائے اپنے مرشد کے گھر، جب اُن سے ملنے جاتے۔ آپ اپنی غذا اس طرح حاصل کرتے کہ سبزی فروش دریا کے کنارے سبزی دھوتے۔ اس میں سے نکمی پھینک دیتے۔ آپ اُن کو اٹھا لاتے اور مٹی کی ہانڈی میں جوش دیکر نوش فرماتے۔ بعض تصنیفات بھی آپ کی ہیں۔ آپ کی کرامات اور خرق عادات مشہور ہیں۔ آخر عمر میں چلنے سے معذور ہو گئے تھے۔ ۱۱ رجب ۱۰۲۰ھ میں رحلت فرما گئے۔ آپ کی قبر پر ایک گنبد ہے۔ جو شاہ بھیکن کے روضہ کے مقابل قدیم اساول میں موجود ہے

مخدوم شیخ عزیز اللہ

آپ متوکل علی اللہ کے نام سے مشہور تھے۔ صاحب فضل و کمال اور کشف و کرامات تھے۔ آپ کے خرق عادات مشہور ہیں۔ آپ کے فرزندان میں اکثر علوم ظاہر اور باطن میں ممتاز ہوئے ہیں۔ آپ کی قبر معدل پور میں ہے۔ ۲۳ صفر کو

آپ کی وفات ہوئی۔

مخدوم شیخ رحمت اللہ

شیخ رحمت اللہ بن عزیز اللہ، سلسلہ نسب کے لحاظ سے آپ صدیقی ہیں متقی اور پرہیزگار تھے۔ سلطان محمود بیگڑا آپ کا مرید تھا۔ شیخ پورہ آپ ہی کا آباد کیا ہوا تھا۔ ۲۸ رجمادی الثانی آپ کا عرس مقرر ہے۔

خوشترا بی بی، خونزا بی بی مخدوم شیخ رفیع اللہ بن شیخ سعد اللہ بن شیخ عزیز اللہ کی لڑکیوں میں سے ہیں۔ اور شیخ محمد چشتی کی خالہ تھیں۔ بڑی عابدہ اور زاہدہ تھیں۔ عمر بھی اچھی پائی۔ سنہ ۱۰۲۶ھ میں جہانگیر بادشاہ احمد آباد آیا۔ تو ان سے ملاقات کا طالب ہوا۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ میں تو گوشہ نشین عورت ہوں۔ بادشاہوں کی ملاقات سے کیا کام۔ البتہ غائبانہ دُعا کرتی ہوں۔ جہانگیر نے بھی معذرت قبول کرلی۔ اور آپ کا معتقد ہو گیا۔ آپ کی قبر نصیر آباد میں میاں مخدوم عطاء اللہ بن شیخ نصیر اللہ چشتی کے روضہ کے قریب ہے

میاں خان چشتی

میاں خان چشتی سابرمتی کے کنارے محلہ ملتان پورہ میں ایک حجرہ بنا کر عبادت میں مشغول رہتے۔ حجرہ کا دروازہ ہمیشہ بند رہتا۔ جو کوئی آکر آواز دیتا تو اندر ہی سے فرماتے کہ کون ہے۔ نام بتانے پر دریافت کرتے کہ کبھی ملاقات کر چکے ہو؟ اگر انکار کرتا تو دروازہ کھول کر بلاتے اور تھوڑی دیر بات کرکے جلد واپس کر دیتے اور اقرار کرنے پر کہدیتے کہ میں وہی آدمی ہوں جس سے پہلے تم مل چکے ہو۔ اب دوبارہ ملنے کی کیا حاجت ہے۔ آپ سلسلہ کے لحاظ سے چشتی ہیں اور مندرجہ ذیل واسطوں سے حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی تک آپ کا سلسلہ پہنچتا ہے۔ آپ مرید حضرت نظام الدین نارنولی کے اور وہ خواجہ خاتون علی تاج ناگوری کے اور وہ اسمٰعیل بن خواجہ حسن سرست خانی کے اور وہ خواجہ حسن سرست بن خواجہ سالار کے اور وہ خواجہ اختیار الدین عمر کے اور وہ خواجہ محمد سادی کے اور وہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی۔

ایک دن شیخ محمد چشتی بن شیخ حسن محمد چشتی اپنے پدر بزرگوار سے اجازت لیکر ملنے آئے۔ حسبِ دستور سوال کیا۔ کون ہے؟ شیخ محمد نے ایک جذبہ کے ساتھ پُر جوش طریقہ

صفحه نمبر ۱۰۱

مسجد و روضه میان خان چشتی

سے کہا کہ دروازہ کیوں بند ہے۔ میاں خان نے تھوڑے تامل کے بعد درد بھرے دل سے ایک سرد آہ کھینچی۔ اور کہا۔ کہ معلوم ہو گیا۔ کہ حسن محمد کے لڑکے ہو، آؤ۔ حجرہ کھول دیا۔ اور دونوں باتوں میں مشغول ہو گئے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ کن اسرار اور رموز پر گفتگو رہی۔ ۵۔ جمادی الاول سنہ ھ کو[1] اس سرائے فانی سے عالم جاودانی کو کوچ فرما گئے۔ آپ کی قبر اسی جگہ ملک مقصود کی مسجد کلاں کے پاس ہے۔

میاں غیبن شاہ

جن کو لوگ بابا غیبی بھی کہتے ہیں۔ ایک مجذوب تھے۔ شیخ محمد چشتی کی خدمت میں اکثر آتے رہتے۔ جب مظفر شاہ سوم دہلی سے گجرات چلا آیا۔ اور اکبری حکام کو نکال کر گجرات پر قابض ہو گیا۔ تو شیخ حسن خاں لینے کے لئے بابا صاحب کے پاس آئے۔ بابا صاحب نے کہا کہ مظفر کیا آ گیا مظفر تو میں ہوں۔ چنانچہ چند ہی روز کے بعد مظفر شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ اور گرفتار ہو کر مارا گیا۔ بابا صاحب کی قبر شاہپور دروازہ کے باہر ہے۔ اندنوں بابا صاحب کے مریدین کہتے ہیں کہ مزار پر ماش کی روٹی اور اور بکری کی اوجھڑی پکا کر لوگ برائے فاتحہ لاتے ہیں اور مرادیں پاتے ہیں۔

فصل آٹھویں

اُن بزرگوں کے متفرق سلسلے جن میں سے بعض اسی جگہ اور بعض قصبات میں رہ کر وفات پائے اور بعضے اس ملک میں وارد ہوئے۔ اور کچھ رہ کر کسی دوسری جگہ تشریف لیگئے۔

شیخ علی متقی کلاں

شیخ علی آپ کا نام، متقی لقب، ابن حسام الدین عبد الملک متقی قادری، شاذلی، مدنی، چشتی، آپ کے بزرگوں کا اصلی وطن جونپور ہے۔ لیکن آپ کی ولادت برہان پور میں ۸۸۵ھ میں ہوئی۔ آپ کے والد نے سات آٹھ سال کی عمر میں

---

[1] سنہ مذکور نہیں ہے۔

شاہ باجن چشتی کے بھائی سے جو برہان پور میں تھے۔ مرید کرا دیا۔ اور خود پھر جلد ہی انتقال فرما گئے۔ باپ کے گذر جانے پر امور دنیاوی میں مشغول ہو گئے۔ ابتدا جوانی میں منڈہ (مالوہ) کے کسی امیر کی ملازمت اختیار کر لی، جس سے فارغ البالی کے ساتھ کچھ پس انداز بھی ہو گیا۔ اس درمیان میں جذبہ الٰہی پیدا ہوا اور دنیاوی سے منہ موڑ کر شیخ عبدالحکیم بن شیخ باجن کے پاس پہنچ کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ پھر ملتان پہنچ کر شیخ حسام الدین متقی کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ دو سال کی مدت میں تفسیر بیضاوی اور عین العلم کا مطالعہ کرتے رہے۔ جب شوق نے آپ کو بے چین کر دیا۔ تو دیارِ محبوب میں جا پہنچے۔ زیارت حرمین سے فارغ ہو کر شیخ ابوالحسن بکری کی صحبت اور شاگردی میں اوقات بسر کرنے لگے۔ دیگر علما اور مشائخ سے بھی فیضیاب ہوتے، خصوصاً شیخ محمد بن محمد سخاوی سے قادریہ، شاذلیہ، مدنیہ مغربیہ کا خرقہ خلافت حاصل فرمایا۔ اور مکۂ معظمہ میں مقیم ہو کر تصنیف اور تالیف میں مشغول ہو گئے۔ آپ کو تصوف اور حدیث سے خاص محبت تھی، اس لئے جمع الجوامع کو فقہی ابواب پر ترتیب دی۔ جس کے متعلق شیخ جلال الدین سیوطی مصنف کتاب مذکور کا دعویٰ ہے کہ اس میں حضرت سرور کائنات صلعم کے تمام اقوال اور اعمال جمع کر دئے گئے ہیں۔ اور حروف تہجی کے ذریعہ ترتیب دیا تھا۔ پھر اسی کتاب کا انتخاب کر کے ایک الگ مجموعہ تیار کیا۔ تلبین الطریق بھی آپ کی تصنیف ہے۔ جس کو الہام غیبی سمجھنا چاہیے۔ ایک دوسری کتاب "مجموعہ حکم کبیر" ہے، جس میں تصوف کے متعلق مراتب تحریر کئے ہیں۔ شیخ ابن حجر جو اپنے وقت میں فقہاء مکہ میں سے بہترین عالم تھے۔ ابتدا میں شیخ کے استاد تھے۔ بارہا اپنے حقیقی شاگرد ہونے کا اظہار فرمایا ہے۔ اور آپ سے مرید ہو کر خرقہ خلافت بھی حاصل کیا۔

آپ اپنے سفر میں ہمیشہ دو تھیلے رکھتے۔ ایک میں چاول، ماش، آٹا۔ روغن، برتن وغیرہ اور دوسرے میں کلام مجید اور دیگر کتب، اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتے اور کسی سے مدد

نہیں لیتے۔ لیکن کسی ضرورت کے وقت اور وہ بھی اُجرت کے ساتھ۔ بہادر شاہ گجراتی کے عہد میں احمد آباد تشریف لائے۔ سلطان آپکے کمالات سنکر ملاقات کا مشتاق ہوا۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ ہمیشہ حجرہ بند رکھتے اور کسی کو آنے نہ دیتے۔

قاضی عبداللہ سندھی جو مدینہ میں اقامت کے لئے وطن سے چل کر احمد آباد میں کچھ دنوں ٹھیرے ہوئے تھے۔ شیخ سے محبت اور عقیدت راسخ رکھتے تھے۔ سلطان کو جب ملاقات کا شوق بہت زیادہ ہوا۔ تو قاضی صاحب موصوف کے ذریعہ پھر اجازت مانگی۔ شیخ نے کہا بات یہ ہے کہ ان لوگوں کی صورت اور لباس خلافِ شرع ہوتا ہے۔ اور جب کوئی شخص ان کو دیکھے تو کیونکر حکم شریعت اُن تک نہ پہنچائے۔ قاضی صاحب نے کہا کہ آپ کو اس امر کا اختیار ہے۔ چنانچہ بہادر شاہ گجراتی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بگوش ہوش آپ کے تمام نصائح سنتا رہا۔ دوسرے دن آپ کے پاس ایک کرور گجراتی تنکہ[۱] ارسال کیا۔ شیخ صاحب نے یہ کہکر کہ یہ فتوح تمہارے توسل سے حاصل ہوا ہے۔ تمہیں اس کے زیادہ مستحق ہو۔ قاضی صاحب ہی کو بخش دیا۔

آپ ہمیشہ اتباعِ سُنت میں کوشش فرماتے۔ اسی لئے اس عہد کے تمام فضلا اور اہلِ کمال آپ کے فضائل اور برتری کے معترف تھے۔ آپ اپنے معاش کی صورت محض کتابت سے حاصل کرتے۔ کبھی کبھی بیوہ عورتوں سے جو سُننے کا کام کرتیں قرض لیتے۔ اور کسبِ حلال کر کے جو نذرانہ دیتا۔ اس سے اس قرض کو ادا فرماتے۔ آپ فرماتے تھے کہ بارہا ایسا اتفاق ہوا ہے کہ جنگلوں اور بیابانوں میں جانور پانی پینے کے لئے کنوؤں کے پاس کھڑے ہو کر پانی کو حسرت سے دیکھتے ہیں کہ یکبار گی کنواں کا پانی جوش مارتا ہوا اوپر تک اُبل آیا۔ اور سیر ہو کر جانوروں نے پیا۔ اور شاید کہ اس بندہ نے بھی نوش کیا ہو۔ سلطان محمود گجراتی کو پانی کے متعلق ہمیشہ شک رہتا۔ اور اس معاملہ میں وہ شکی مزاج کا

---

[۱] گجراتی تنکہ سے محمود ثالث مراد ہے۔

ہو گیا تھا۔ شیخ کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتا۔ ایک دفعہ شیخ نے اپنی ٹوپی ایک طشت میں تین بار دھو کر پانی پھینک دیا اور چوتھی دفعہ کا پانی سلطان محمود کو یہ کہہ کر دیا۔ کہ بابا محمود شریعت میں یہ پانی پاک ہے۔ اس کو پی جاؤ۔ اور ہرگز کسی قسم کا وسوسہ دل میں نہ لاؤ کہ یہ شیطانی کام ہے۔ چنانچہ سلطان پی گیا اور اُسی دن سے وسوسہ اُس کے دل سے نکل گیا۔ آپ کی وفات ۲ رجمادی الاولی ۹۷۵ھ بمقام مدینہ منورہ ہوئی اور آپ کی عمر ۹۰ سال کی تھی۔

شیخ عبدالوہاب

شیخ عبدالوہاب بن ولی اللہ متقی، قادری، حنفی، شیخ علی متقی کے مرید، اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مرشد تھے۔ آپ کا اصل وطن منڈو (مالوہ) ہے اور آپ کے والد منڈو کے بزرگانِ شہر میں سے تھے۔ بعض حالات کے سبب آپ برہان پور میں رہ پڑے۔ بچپن ہی میں آپ کے سر سے والدین کا سایہ اُٹھ گیا۔ اور اسی عمر سے فقر کے ساتھ سفر اختیار فرمایا۔ زیادہ تر سیاحت آپ کی گجرات، دکن، لنکا میں ہوئی۔ ۲۹ سال کی عمر میں مکّہ معظمہ پہنچے۔ شیخ علی متقی چونکہ ان کے والد کے آشنا تھے، اس لئے ان سے ملنے آئے۔ اور اپنے ساتھ رہنے کو کہا۔ مگر آپ نے اُس وقت انکار کر دیا۔ آخر فضل و کمال کو دیکھ کر کچھ دنوں کے بعد آپ کی صحبت سے مستفیض ہونے لگے۔ شیخ متقی کی تصنیفات کی کتابت اور تصحیح کرتے، کتابت کی مشق اس قدر بڑھ گئی تھی کہ روزانہ معمولی کتابت کے علاوہ ایک رات میں ایک ہزار سطریں لکھ ڈالتے۔ شیخ متقی کو خوش رکھنے میں اس قدر کوشش کی، کہ گویا فنافی الشیخ ہو گئے۔ بارہ سال شیخ موصوف کی خدمت کی اور ۲۴ حج ادا کئے اور اتنی مدت مکّہ میں مقیم رہے۔ شیخ مذکور کی رحلت پر ایک سال کے بعد شہر کے بعض قرابت دار تشریف لائے، اور بعض ہمدیوں کے ساتھ ناموافقت کے سبب مکّہ واپس تشریف لے گئے۔ جو سخت عداوت آپ سے رکھتے تھے۔ اور اس سال بھی حج ادا کیا، حرمین، یمن، مصر، شام کے علما اور مشائخ بالاتفاق

آپ کی فضیلت اور بزرگی کے قائل تھے۔

ملک محمد اختیار ملک محمد نام، اختیار لقب، آپ محمود بیگڑا کے امرا میں سے تھے۔ تخت نشینی کے وقت جب سلطان نے سب کو خطابات دئے۔ تو انھوں نے خطاب لینے سے انکار کر دیا، اور کہا کہ میرا نام "محمدؐ" ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا خطاب ہو سکتا ہے، البتہ جاگیر لے لی اور عرصہ تک امیرانہ طریقہ سے زندگی بسر کرتے رہے۔ ایک دن پالکی پر سوار ہو کر "مٹھاپور" کی طرف سے گذرے۔ موسم گرما ہونے کے سبب ایک درخت کے نیچے ذرا آرام لینے کے لئے ٹھیر گئے۔ دیکھا کہ مسجد کے ایک کونہ میں ایک مُلّا بچّوں کو پڑھا رہا ہے۔ یہ ملا شیخ کبیرالدین تھے۔ جو شیخ حمیدالدین ناگوریؒ کی اولاد سے تھے۔ ملک محمد تھوڑا آرام لے کر مسجد میں گئے اور ظہر کی نماز شیخ کے ساتھ پڑھی۔ نماز کے بعد شیخ نے ایک نگاہ گرم سے ان کو دیکھا۔ یہ تو مدہوش جیسے ہو گئے۔ جب افاقہ ہوا۔ تو گھر واپس آئے۔ اس کے بعد سے۔ روزانہ وہاں جاکر واپس آتے۔ ایک دن شیخ نے تنہائی میں کہا کہ تم اپنا تمام کاروبار چھوڑ کر خواہ مخواہ یہاں آکر کیوں وقت ضائع کرتے ہو اور خدا طلبی مدِنظر ہے تو ماسوا کو ترک دو، ورنہ یہاں نہ آیا کرو۔ ملک نے کہا کہ آج کی مہلت دیجیے کہ میں اپنے دل سے مشورہ کر لوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ شیخ نے کہا۔ کہ اچھا ایسا کرو۔ ملک نے گھر پہنچ کر سب سے پہلے تو تمام لین دین کے معاملہ کو صاف کر ڈالا۔ اور ہر شخص کو اس کے حق سے زیادہ دیا۔ پھر تمام لونڈی غلاموں کو بلا کر اُن کی خواہش کے موافق شادی کر دی یا آزاد کر دیا۔ اور تمام بقیہ نقد و جنس کو لکھ کر سلطان کے سامنے پیش کیا اور عرض کیا کہ بندہ اب دنیا سے سیر ہو گیا، اس دولت و نعمت کو جس کو مستحق سمجھیں عنایت فرمائیں۔ میں تو اب اس کی خدمت کرنا چاہتا ہوں، جس نے تاج سلطانی آپ کے سر پر رکھا ہے۔ یہ کہہ کر ملک محمد گھر واپس آ گئے۔ سلطان سمجھا کہ شاید کسی سبب سے امیر ناراض ہو گیا ہے۔ اس لئے اپنے دو امیروں کو

اُس کی رضامندی معلوم کرنے کا اشارہ کیا۔ دریا خاں اور الف خاں، ملک کے دوستوں میں سے تھے۔ بادشاہ کے اشارہ پر عرض کیا کہ انشاء اللہ میں اس کو سمجھالوں گا۔ جب یہ دونوں ملک کے گھر پہنچے تو ملک ان کا مطلب سمجھ گیا۔ کہا کہ باہر تھوڑی دیر توقف کریں۔ میں آیا۔ اندر پہنچ کر نائی کو بُلایا اور چار ابرو کا صفایا یہ کہا کہ واڑالا کہ یہ سب حرام یا مشتبہ مال کی پیداوار تھے۔ اس کے بعد اپنی بیوی کو بلا کر کہا کہ جو کچھ تمہارے قبضہ میں ہے وہ سب تمہارا ہے اور میں تم کو تمہاری ماں کے یہاں رخصت کرتا ہوں اور اگر تم کو شوہر کی ضرورت ہو تو تم کو اختیار ہے۔ نیک بخت بی بی نے کہا کہ اگر اس راستہ پر چلنے میں میری جُدائی شرط ہے تو مجبور ہوں۔ ورنہ جس راستہ پر تم چلوگے سایہ کی طرح مجھے ساتھ پاؤگے۔ بھلا کس طرح ہو سکتا ہے کہ تمہاری اس دنیاوی دولت میں ساتھ رہی اور اب دینی دولت کے وقت تم مجھے الگ کر رہے ہو۔ ملک نے کہا کہ اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو زر و زیور کو دُور کر دو اور اپنا لباس اس لونڈی کو دیدو۔ اور اس کا لباس پہن لو۔ جب بی بی نے اس حکم کی تعمیل کی تو اُس کا ہاتھ پکڑا اور تمام لوگوں کے سامنے روز روشن میں گھر سے باہر نکل کر شیخ کے گھر کا راستہ لیا۔ دریا خاں اور الف خاں دونوں دیکھ کر متحیر ہو گئے اور سلطان سے جا کر عرض کیا کہ ملک مجنون ہو گیا اور غالباً آسیب زدہ ہو گیا ہے۔

غرض ملک جب شیخ کے مکان پر پہنچے تو استقبال کر کے اندر لے گئے۔ اور ملک کی بی بی کو زنان خانہ میں لیجا کر اپنی زوجہ سے کہا۔ کہ دیکھو یہ ہمارے وقت کے ادہم کی بی بی ہے۔ وقت کو غنیمت سمجھو اور خدمت میں دریغ نہ کرو۔ اس کے بعد ملک کی روحانی تربیت میں شیخ مشغول ہو گئے۔ لوگ کہتے ہیں کہ آپ روزانہ کوزہ پانی کا سابرمتی سے بھر کر اپنے شیخ کے لئے بر سر بازار نکلتے۔ لوگ دیکھ کر پاگل سمجھتے۔ لیکن زمانہ گذرتا گیا۔ اور لوگوں پر ان کے کمالات کا اظہار ہوتا رہا۔ پھر تو مخلوق اس قدر ان کی گرویدہ

ہوئی کہ یہ خود تنگ آگئے۔ آخر نجات کی یہ صورت نکال لی کہ ہر شخص سے کچھ مانگنا شروع کر دیا سو وہ ایک سے لیتے اور دوسروں کو دیدیتے تھے۔ کچھ دنوں جب اس طرح سوال کا سلسلہ جاری رہا۔ تو مخلوق کو ان سے نفرت ہوگئی۔ اور ملک کا مطلب حاصل ہوگیا۔ خداوند تعالیٰ نے بھی ان کی ہمت اور خلوص کو قبول فرما کر "ملک محمد اختیار" کا لقب عنایت فرمایا۔ چنانچہ مخلوق میں یہ نام مشہور ہوگیا۔ اور یہ بھی ماسوا کو ترک کر کے بالکل خدا کی طرف متوجہ ہوگئے۔ محبوب باری شاہ عالم بخاریؒ کا ایک مرید ملک محمد کی کی صحبت میں اعتقاد کے ساتھ رہنے لگا۔ ایک شخص نے حضرت شاہ عالمؒ سے اُس کو بیان کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

ہر کرا باشد دو عالم اختیار   او کند خدمت محمد اختیار

ایک دفعہ اتفاقیہ ملک محمد اور شاہ عالمؒ کی راستہ میں ایک دوسرے سے ملاقات ہوگئی۔ دونوں نے ایک دوسرے سے خرقہ طلب کیا۔ ملک نے کہا کہ بخشش بادشاہوں کی طرف سے ہوتی ہے۔ حضرت شاہ عالمؒ نے فرمایا کہ ملک بھی اُنھیں میں سے ہے۔ آخر حضرت نے پیراہن عطا فرمایا اور ملک نے کلاہ۔

ملک محمد اختیار اور شیخ کبیر الدین کی قبر لوہرول کے مقبرہ سے متصل، سرس پور اور راج پور کے درمیان واقع ہے۔

افضل خاں شہید بنبانی

افضل خاں بنبانیؒ[1] سلطان محمود ثالث کے وزرا میں سے ہیں۔ باوجود ملک و دولت، جاہ و جلال کے ہمیشہ تقویٰ، نیک نفسی، خدا ترسی سے زندگی بسر کرتے۔ مشہور ہے کہ جب مسند وزارت پہ بیٹھے تو ایک آدمی آپ کے سامنے کفن لے کر کھڑا رہتا۔ اور کہتا۔ کہ اے افضل خان خیال رکھ کہ تجھے یہ کپڑا پہننا

---

[1] بنبان ایک مقام کا نام ہے جو یمامہ (عمان کے پاس) میں ہے (معجم البلدان ج ۲) لیکن عام طور پر مشہور ہے کہ سندھ میں بھی کوئی مقام ہے۔ محب مکرم جناب قاضی ... بڑودہ کے قاضی اسی خاندان سے ہیں۔

ہے۔ اور مر کر خدا کے آگے جانا ہے، یاد رکھو کہ یہ دولت و حکومت سب فانی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آج کا مواخذہ کل قیامت کے دن تجھ سے کیا جائے۔ افضل خاں ہمیشہ یادِ خدا میں مشغول رہتا۔ اور خود لرزتے اور کانپتے ہوئے کاموں کو انجام دیتا۔ آپ کی شہادت اس طرح ہوئی کہ برہان نامی غلام نے جب رات کے وقت سلطان محمود کو شہید کر ڈالا۔ آصف خاں اور خداوند خاں کو بھی بُلا کر فنا کی راہ بھیجا۔ تو پھر افضل خاں سے اس معاملہ میں گفتگو کی اور بڑی لجاجت سے دستگیری کی التجا کی، افضل خاں نے کہا کہ احمق یہ تیرے سر میں کیسا سودا سمایا ہے۔ کہ ایسی فضول باتیں کرتا ہے۔ غرض جب ناامید ہو گیا۔ تو افضل خاں کو شہید کر ڈالا۔ بمقام محمود آباد، جمعہ کی رات ۱۳ ربیع الاول ۹۶۱ھ میں اُن کی شہادت واقع ہوئی۔ احمد آباد میں شہر پناہ سے باہر رائے پور اور سارنگ پور دروازہ کے درمیان آپ کی قبر ہے۔ لوگ زیارت کرتے ہیں اور برکت حاصل کرتے ہیں۔ اور جلد از جلد حصول مقصد کے لئے آپ کا مزار مشہور ہے۔ آپ کے پہلو میں مشرقی جانب آپ کے بھائی ملک زین الدین کی قبر ہے۔ جو میاں قطب الدین شاہی کے مرید تھے۔ افضل پور اور قبر سے متصل ایک سرائے آپ ہی کی آباد کی ہوئی ہے۔ آپ کی اولاد اس پر قابض تھی۔ مگر آج کل ویران ہے۔ مقبرہ کے ساتھ ایک اعلیٰ خوشنما اور پسندیدہ پتھر کی مسجد تھی۔ جب مومن خاں احمد آباد پر قابض ہو گئے اور مرہٹوں نے اس کا محاصرہ کیا۔ تو چونکہ یہ مسجد شہر پناہ سے قریب تھی۔ اور یہ خدشہ تھا کہ مرہٹے اس کو اپنا مورچہ نہ بنالیں۔ اس لئے مومن خاں نے مسجد میں لکڑی بھر کر اُس کو آگ لگا دی۔ اور مسجد گرا دیگئی۔ افسوس کہ کس قدر خرچ کر کے یہ مسجد تیار کی گئی تھی۔ اور کس طرح تباہ ہوئی۔ سردار خاں کے مقبرہ کے پاس جمال پور میں اندرون شہر بھی ایک مسجد افضل خاں بنبانی کی بنائی ہوئی ہے۔

صفحہ نمبر ۱۱۱

روضہ حضرت بابا علی شیر صاحب ورسونز

تفصیل چار احمدؒ اور اُن بارہ باباؤں کی جو بنا احمد آباد میں شریک تھے

چار احمد (۱) شیخ احمد کھٹو جن کا سرکھیج میں مزار ہے۔ (۲) سلطان احمد شاہ (۳) ملک احمد ٹوپی والے کی پول کے پاس پٹھان واڑہ کے سامنے آپ کی قبر ہے۔ (۴) قاضی احمد جن کا حال پٹن کے بزرگوں کے ساتھ تحریر کروں گا۔

(۱) باباخوجو (۲) بابالاڑو (۳) باباکرامت، ان تینوں کی قبر دھولکا میں ہے۔

(۴) بابا محمود سرخیز میں آپ کی قبر ہے۔ (۵) بابا علی شیر، آپ مجذوب تھے، برہنہ بدن ہمیشہ رہتے۔ جب شیخ احمد کھٹو ملنے آتے تو لوگوں سے کہتے کہ "شرع ناکوٹ آوے چھے" لوگڑوں لاؤ۔

یعنی شریعت کا قلعہ آتا ہے، کپڑا لاؤ۔ ۱۰ رجمادی الاوّل کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

(۶) بابا توکل، نصیر آباد میں قبر ہے، ۱۹ ر محرم کو عرس ہوتا ہے۔ (۷) بابا محمد عرف بابا لولوئی، منجھوری میں قبر ہے۔ ۲ ر محرم کو عرس ہوتا ہے (۸) بابا احمد ہنکوری جو نعل بندی کے ساتھ مشہور ہیں۔ حالانکہ خود نعل بند نہ تھے، چونکہ چوک نخاس میں نعل بند مسجد کے قریب سارے نعل بند اپنے کام میں مشغول رہتے ہیں اور وہی ان کا عرس کرتے ہیں۔ اس لئے آپ اس مناسبت سے نعل بند مشہور ہو گئے۔ آپ کو حضرت نظام الاولیاؒ سے (بتوسط دوسروں کے) خرقہ خلافت حاصل ہوا ہے، ۱۹ ر ذوالقعدہ کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ الف کی مسجد کے سامنے آپ کا روضہ ہے۔ جس میں کریم شاہ باپو کی بھی قبر ہے[۱]۔

[۱] کریم شاہ باپو صاحب حال اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ جناب ڈاکٹر احمد میاں صاحب جو شہر احمد آباد کے مسلمانوں میں سب سے پہلے ڈاکٹر ہیں۔ حضرت کی بہت خدمت کرتے تھے اور آپ کو حضرت سے ظاہری اور باطنی بہت فیض حاصل ہوا۔ تاوقت جناب ڈاکٹر احمد میاں صاحب کریم شاہ باپو کی درگاہ پہ روزانہ بلاناغہ بعد از عصر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے جاتے ہیں اور آپ کی طرف سے بطور لنگر چا اور بسکٹ جاری رہتا ہے۔ جو شخص آتا ہے وہ چا اور بسکٹ سے نوازا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف شہر کے معززوں میں (بقیہ برصفحہ ۱۱۲)

(۹) بابا الدھا، مکڑی حلیم کے پاس آپ کی قبر ہے (۱۰) بابا دھوکل دہلی اور شاہ پور دروازہ کے درمیان آپ کی قبر ہے۔ ۹ رجب کو عرس ہوتا ہے۔ (۱۱) بابا سیاح، ضلع بیرم گام میں قبر ہے (۱۲) بابا کمال کرمانی، بہرام پور میں یک منارہ والی مسجد کے متصل آپ کی قبر ہے۔ لوگ اس معاملہ میں مختلف الرائے ہیں کوئی کہتا ہے۔ کہ بارھویں بابا کرمانی ہیں۔ اور کوئی کہتا ہے کہ کمال مالوی ہیں۔ یہ تمام مذکورہ حضرات چشتیہ سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور بلاواسطہ یا بواسطہ حضرت نظام الدین اولیاؒ سے خرقہ ارادت حاصل کر چکے تھے۔ چنانچہ بابا لولوئی حضرت نصیر الدین چراغ دہلی سے اور بابا دھوکل، بابا توکل سے اور بابا توکل مرید حضرت نظام الدینؒ ہیں اور صوبہ گجرات کی ولایت جب خاص مرید کو عطا کر کے گجرات روانہ کیا۔ جن کا مزار دھولکا میں ہے۔ تو اُن کے ساتھ بڑی تعداد بزرگانِ دین کی شامل ہو گئی۔ گجرات میں ان دنوں مظفر شاہ اوّل کی حکومت تھی۔ اس نے ہم وطنی (دہلی) کے خیال سے ان لوگوں کی عزّت افزائی کی اور مختلف مقامات میں سکونت کا بندوبست کر دیا۔ کسی کو مکان دیا۔ کسی کو زمین دی۔ غرض جو ہو سکا وہ خدمت ان بزرگوں کی کی اور یہ لوگ بھی اسی جگہ رہ پڑے، اور اسی جگہ وفات پائی۔

بابا شیخ کمال مالوی عرف پیر کمال

شیخ کمال یعنی المشہور پیر کمال نام، مالوہ کے باشندے تھے۔ بزرگ کامل، عابد و زاہد تھے، مصنف مرآۃ سکندری نے آپ کے متعلق ایک طویل قصہ درج کیا ہے۔ جو ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۱۱) اور بہت بارسوخ آدمی ہیں۔ عرصہ تک میونسپل ممبر رہ چکے ہیں۔ خلق اللہ کی خدمت کے لیے آپ نے اپنی عمر وقف کر دی ہے۔ دواخانہ میں جو مریض آتا ہے بفضلِ خدا شفایاب ہوتا ہے۔ فیس کا بھی کوئی تعین نہیں۔ اگر کسی نے کچھ دیا تو لے لیا۔ ورنہ آپ نے کبھی کسی سے کچھ طلب نہیں کیا۔ مزاج میں اس قدر بردباری ہے کہ جس وقت جو شخص بلانے آتا ہے تو بہت خندہ پیشانی سے مریض دیکھنے چلے جاتے ہیں اور وزٹ یا گاڑی طلب نہیں فرماتے۔ فقیر دوست آدمی ہیں۔ شاید ہی کوئی سوالی دروازہ سے خالی جاتا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا اور سخی دل عطا فرمایا ہے۔ شب بیدار اور تہجد گذار ہیں۔

سلطان محمود خلجی مالوہ کا بادشاہ ایک لائق و ہوشمند بادشاہ گذرا ہے، علماء اور صلحاء کے علاوہ درویشوں سے خاص عقیدت رکھتا تھا، عزت افزائی اور نذر و نیاز میں کبھی دریغ نہ کرتا تھا اور ہمیشہ دعا کا طالب ہوتا۔ ہموطنی کے سبب شیخ کمال سے بھی خاص عقیدت رکھتا۔ اکثر نذر بھیجتا رہتا۔ اور اس بات کی استدعا کرتا کہ خدا برتر سے دعا فرمائیں کہ گجرات کا ملک میرے زیرِ اقتدار ہو جائے۔ میں تین کروڑ تنکہ گجراتی خانقاہ اور خدام کیلئے مقرر کر دونگا۔ اور ساتھ ہی پانچ سو اشرفی بطور نذر آپکی خدمت میں ارسال کی کسی خوشامدی اور خود غرض مصاحب نے سلطان محمد شاہ ثانی سے کہا۔ کہ شیخ کمال کو باوجود ادعائے درویشی کے روپیہ اس قدر محبوب ہے کہ قرآن کے غلاف میں رکھتا ہے۔ سلطان محمد نے اس کی تفتیش کرائی تو بات صحیح نکلی۔ سلطان نے وہ سب روپے لے کر خزانہ میں داخل کیا۔ شیخ کمال کو اس پر بڑا غصہ آیا۔ اور دن رات درگاہ الٰہی میں دعا کرنے لگے کہ سلطان محمد معزول ہو اور محمود خلجی کو یہ ملک سپرد کیا جائے۔ ادھر محمود خلجی کو بھی لکھ دیا۔ کہ آجاؤ اور گجرات پر قبضہ کر لو۔ وہ بھی اسی ہزار سوار لے کر گجرات پر آدھمکا۔ اور اُن وجوہات کی بناء پر جن کی تفصیل مرأۃ سکندری میں درج ہے، امراءِ گجرات نے سلطان محمد کو معزول کر کے اس کے لڑکے سلطان قطب الدین کو گجرات کا بادشاہ بنائیا۔

چونکہ سلطان محمود کی کثرت فوج اور فتوحات کے ساتھ تیزی سے آنے کی خبریں تواتر قطب الدین تک پہنچیں تو گھبرا کر حضرت قطب عالمؒ کے پاس پہنچ کر مرید ہو گیا۔ اور عرض کیا۔ کہ یہ سلطنت بھی عطا کی ہوئی آپ کے بزرگوں کی ہے۔ اس وقت بھی نیاز مند کو دعا سے سرفراز کیا جائے اور سلطان محمود خلجی کے شر سے نجات دی جائے، آپ نے فرمایا کہ یہ سب درویشوں کو تکلیف دینے کا نتیجہ ہے، اور تمہارے باپ کی ناعاقبت اندیشی سے یہ حالت

---

[1] افسوس ہے کہ مرأۃ سکندری کے مصنف نے یہ واقعہ غلط لکھا ہے۔ سلطان محمد پہلے ہی سے علیل تھا اور چانپانیر کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ محمود کی آمد معلوم کر کے بودھرہ آیا۔ اور تیاری جنگ میں مصروف تھا کہ سخت علیل ہو کر احمد آباد پہنچا۔ اور چند دنوں میں فوت ہو گیا۔ ظفر الوالہ میں اس کی پوری تفصیل لکھی ہوئی ہے

پہنچی، تاہم تم اطمینان رکھو۔ اس کا تدارک کیا جائیگا۔ پھر مجلس کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ کہ کوئی ہے؟ جو شیخ کمال کی طرف جائے اور میری طرف سے معافی مانگے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ کہ شاہ عالمؒ کے سوا کوئی اس کام کے لائق نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ سچ کہا۔ بابا منجھن (کہ شاہ عالم کو اسی نام سے پکارتے تھے۔ جاؤ اور سلام کے بعد میری طرف سے معافی مانگو اور کہو کہ باپ کا بدلہ بیٹے سے لینا جائز نہیں ہے۔ قرآن میں ہے۔ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِزْرَ اُخْرٰی۔ یعنی ایک کے گناہ کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھاتا۔ پس آپ معاف کر دیں اور محمود خلجی کو لکھ دیں کہ صلح کر لے۔ شاہ عالم نے کمال مالوی سے آکر اپنے پدر بزرگوار کا پیغام پہنچایا۔ نہ مانے، واپس آکر اپنے والد سے عرض کیا، آپ کو پھر بھیجا، آپ دوبارہ ناکام واپس آئے، پھر آپ کو لوٹایا گیا۔ اور ہر دفعہ بڑی عاجزی اور نیازمندی سے استدعا کی۔ آخر بابا کمال کو غصہ آگیا اور کہا کہ سات سال سے خداوند کی درگاہ میں یہ التجا کر رہا ہوں کہ گجرات کی سلطنت محمود کو ملے۔ اب جب کہ اس کے باپ نے میرے ساتھ ظلم کیا، اس کے لڑکے کو تو سلطنت ملے اور محمود خلجی جو درویشوں کا خدمت گذار اور مخلص ہے۔ وہ محروم ہو کر واپس جائے ایسا نہیں ہو سکتا، جاؤ سید زادہ برہان الدینؒ سے دعا کہو اور یہ معاملہ تیر کمان سے نکلا ہوا ہے۔ اس کا واپس آنا محال ہے۔

حضرت شاہ عالم یہ سن کر مسکرائے اور کہا۔ "شعر"

اولیا را ہست قدرت از الٰہ　　　تیر رفتہ باز گرداند ز راہ

یہ سنتے ہی بابا کمال کو اس قدر غصہ آیا۔ کہ آپے سے باہر ہو گئے اور کہا کہ بابا یہ بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ لوح محفوظ میں یہ مقدر ہو چکا ہے۔ کہ دکن (گجرات) کے بادشاہوں سے سلطنت لیکر سلطان محمود خلجی کو دیگئی۔ اپنے پدر بزرگوار سے جا کر کہدو کہ اس معاملہ میں زیادہ اصرار سے فائدہ نہیں ہے۔ یہ کہکر اوپر ہاتھ بڑھایا اور ایک طومار (پلندہ) ایک طرح کا ہاتھ میں لیکر شاہ عالم کو دیا۔ کہ دیکھ لو لوح محفوظ میں تحریر ہو چکا ہے

اس جواب سے شاہ عالم کی رگ ہاشمی جوش میں آئی اور اس طومار کو ٹکڑہ ٹکڑہ کر دیا۔ اور کہا کہ یہ تحریر دیوان قضا و قدر میں بغیر دستخط قطب عالم کے جاری نہیں ہو سکتا۔ بابا کمال کی اب آنکھ کھلی اور سمجھے کہ تقدیر میں یہی لکھا تھا۔ بابا یہ کہہ کر بیہوش ہو گئے کہ سید زادہ نے زور کیا اور پھر روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ یہ واقعہ ۸۵۰ھ کا ہے۔ جب یہ خبر حضرت قطب عالم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ میاں منجھلہ (شاہ عالم) نے جاری کی۔ سزا صبر اور تحمل چاہیئے تھا۔ اور محمود خلجی کا انجام شرح سے تاریخ میں درج ہے کہ کس طرح شکست کھا کر واپس گیا۔ بابا کمال کی قبر خداوند خاں کی مسجد کے پیچھے حلیم پورہ میں واقع ہے۔[1]

شیخ کمال کرمانی ایک دن حضرت قطب عالم آپ سے ملنے تشریف لے گئے۔ ادھر آپ کے ہاتھ میں سیاہ دانے کی تسبیح تھی۔ شیخ نے کہا کہ سیاہ دانہ کی تسبیح موجب فقر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اور جو شخص فخر کے لئے فقر کو اختیار کرے تو اس کی نسبت آپ کیا کہیں گے۔ کہا کہ کمال کی کیا طاقت کہ تمہارے موروثی فقر کی حدیث زبان پر لائے لیکن اس قسم کی سیاہ دانہ کی تسبیح موجب فقر اضطراری ہے۔ اس لئے میں نے گستاخی کی۔ حضرت نے تسبیح توڑ ڈالی۔ شیخ نے بھی اپنی تسبیح جو مرجان کی تھی توڑ ڈالی اور پھر دونوں کو ملا کر سرخ و سیاہ کی دو تسبیح کی۔ ایک خود لی اور دوسری حضرت کو دی۔

شیخ کمال مرید اور خلیفہ سید نعمت اللہ ولی کے تھے۔ اور وہ شیخ عبداللہ یافعی کے، جو شیخ مکہ کے نام سے مشہور ہیں۔ بہرام پور میں شیخ کمال کی قبر ہے۔

شیخ سراج حکایات شاہی مصنفہ سید جعفر بدر عالم کے ابتدا میں اس طرح لکھا ہے کہ حکایت ہم لوگ بیان کرتے ہیں کہ شیخ سراج جو حضرت قطب عالم کے مرید تھے اور شیخ علی خطیب خلیفہ قطب عالم سے تذنت حاصل کرتے تھے

---

[1] یہ مقبرہ آج بھی موجود ہے۔ اور مصنف مرآۃ سکندری نے اس معجزانہ روایت کی تحقیق میں نے اپنی کتاب تاریخ گجرات جلد دوم میں بڑی تفصیل سے کی ہے۔

ایک دن حضرت شاہ عالمؒ نے آپ سے فرمایا کہ دیکھو کسی وقت سلطان محمود کو خدا طلبی کی بیماری پیدا ہو گی۔ اس وقت اس کے علاج سے جی نہ چرانا۔ ایک مدت کے بعد سلطان محمود کو خدا طلبی کی لو لگی۔ اور شاہ عالم کی وہ سفارش بھی یاد آئی جو شیخ سراج کیلئے کی تھی ان کی تلاش میں رہا مگر چونکہ شیخ موصوف پیشہ طبابت میں رہ کر اپنے کو پوشیدہ رکھتے تھے اس لئے ان کی شناخت نہ ہو سکی۔ اس لیے ذرا پریشان خاطر تھا۔ اتفاقاً ایک ملازم بیمار ہو گیا۔ ہر چند اطباء سے علاج کرایا۔ مگر افاقہ نہ ہوا۔ آخر کوئی شیخ سراج کو لایا جن کے علاج سے اچھا ہو گیا۔ آپ نے اس سے کہا کہ دیکھو۔ اگر سلطان دریافت کرے کہ کس کے علاج سے شفا پائی تو میرا نام بتانا اور پوشیدہ طور پر یہ بھی کہنا۔ کہ میں وہی ہوں کہ جس کے متعلق شاہ عالم نے سفارش کی تھی۔ مجھ کو اطباء کے زمرے میں نوکر رکھ کر شریک کر لیں۔ اور روحانی علاج کی ضرورت ہو تو کبھی کبھی تنہائی میں طلب کیا کریں۔ اور عام طور پر معمولی طبیبوں کی طرح میرے ساتھ سلوک کریں۔ نوکر جب شفا یاب ہو گیا۔ تو سلطان محمود بیگڑا کے سلام کو حاضر ہوا۔ محمود نے تمام حالات دریافت کئے۔ اور اس نے بھی شروع سے آخر تک اپنی کہانی کہہ سنائی۔ خلاصہ یہ ہے کہ شیخ سراج حکیموں میں داخل کر لئے گئے۔ اور تنہائی طلب کر کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ شیخ نے پوچھا کہ محبت الٰہی کس حد تک پہنچی ہے۔ آپ نے کہا کہ اس موروثی ملک میں ہڈی اور روٹی کے بازار میں اگر بھیک مانگنا پڑے اور نیچے پتھر اور اینٹ ماریں تو جو کچھ تم کو حاصل ہے۔ اس کے دسواں کا دسواں حصہ بھی مجھے مل جائے تو نہ صرف میری اپنی سلطنت بلکہ دنیا بھر کی سلطنت سے اُس کو افضل جانتا ہوں۔ شیخ نے کہا کہ الحمد للہ کہ ترک دنیا کی تم کو حاجت نہیں ہے۔ پھر سلطان کی اصلاح اور تکمیل میں شیخ مشغول ہو گئے۔ مرآۃ سکندری میں بھی تھوڑے فرق کے ساتھ یہ حالات درج ہیں۔ ۶ ربیع الاوّل کو شیخ کا عرس ہوتا ہے۔

شیخ پیر | شیخ فتح اللہ بن محمود کشمیری نے اپنے مرشد شیخ پیر کے مناقب میں ایک رسالہ

لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا نام شیخ پیر بن شیخ جلال بن شیخ جعفر چشتی ہے۔ شیخ محمد غوث گوالیاری کے مرید تھے۔ اور آپ کا وطن چانپانیر ہے۔ ابتدا میں وطن سے نکل کر مختلف مقامات کی سیر کی اور پھر حرمین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ کے بزرگوں سے یہ وصیت چلی آرہی ہے کہ ہمیشہ طاہر باوضو اور تلاوت قرآن میں مشغول رہیں۔ کہ ہمارے خاندان کی ساری برکت اسی کے بدولت ہے۔ اور شیخ شہاب الدین سہروردی نے اس معاملہ میں مخصوص اوراد بتلائے ہیں۔ شیخ پیر اپنے مرشد کے ساتھ احمد آباد آئے۔ اور اسی جگہ شادی کر کے رہ پڑے اور وفات پائی۔ آپ کی اولاد میں سے مثل سیف اللہ وغیرہ کے صلحا میں سے گذرے ہیں۔

مولانا صدر جہاں آپ کا مزار شریف نور گنج میں واقع ہے۔ حضرت شاہ عالم سے ملاقات کی ایک دلچسپ حکایت مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ میاں مخدوم روزانہ مولانا کے پاس برائے تعلیم جایا کرتے۔ لیکن جب شاہ عالم کا ذکر آتا۔ تو ناپسندیدہ طریقہ سے مولانا فرماتے۔ میاں صاحب کو ایک دن سخت ناگوار خاطر ہوا اور ارادہ کر لیا۔ کہ آئندہ سے یہاں نہ آؤنگا۔ جب حضرت کے پاس پہنچے تو ارشاد ہوا۔ کہ میاں تم مولانا کے پاس روزانہ جا کر سبق لیتے ہو؟ کہا جی ہاں۔ حکم ہوا کہ دیکھو ناغہ نہ کرنا۔ روز جایا کرو ایسا لائق آدمی مشکل سے ملتا ہے۔ مجبوراً میاں مخدوم کو دوسرے دن جانا پڑا۔ پھر ایک دن ایسا ہی اتفاق پیش آیا۔ میاں مخدوم سے نہ رہا گیا۔ ان پر رقت طاری ہوئی اور رونے لگے۔ مولانا نے پوچھا کہ یہ کیا۔ آپ نے کہا۔ کہ آپکی حالت پر مجھے رونا آتا ہے پوچھا کیوں؟ جواب دیا۔ کہ آپ شاہ عالم جیسے صحیح النسب سید جو سنت رسول اللہ کا پابند ہو۔ اُس کی صحبت سے نہ صرف آپ محروم ہیں۔ بلکہ اُن کے خلاف آپ خیالات رکھتے ہیں۔ مولانا تو سوچ میں پڑ گئے۔ پھر کہا کہ اچھا میں تمہارے مرشد سے ملونگا۔ اگر چند شرطیں وہ منظور کر لیں۔ اول تو نہ ریشم کا کپڑہ استعمال میں بوقت ملاقات ہو۔ نہ زربفت کا فرش۔

میاں مخدوم نے کہا۔ کہ جناب وہ تو سوتی کپڑا اور فرش رکھتے ہیں اور جو خلوت میں استعمال کرتے ہیں وہی جلوت میں۔ لیکن اگر خدا جو مالک اور قادر ہے۔ وہ لوگوں کی نظر میں ریشم کر کے دکھلائے تو اس میں حضرت کا کیا قصور۔ مولانا نے کہا کہ جب میں چلے جاؤں تو وہ کوئی ایسی علمی بحث نہ کریں جو عام طور پر لوگ نہ کرتے ہوں۔ اور جب واپس آنے لگوں تو مجھے کچھ نہ دیں۔ کیونکہ ان کا ذریعہ معاش کچھ نظر نہیں آتا اور خرچ بہت زیادہ۔ اس لئے غالباً جناتوں کے ذریعہ آدمیوں کا مال منگواتے ہیں۔ جو حرام ہے۔ میاں مخدوم نے کہا۔ کہ بسم اللہ تشریف لے چلیے۔ کہا نہیں پہلے میری شرطیں اُن سے قبول کرالیں۔ تب میں جاؤنگا۔ میاں صاحب نے کہا۔ کہ یہ سب شرطیں اُن کو معلوم ہو گئیں ہیں۔ اب آپ چلیں مولانا نے کہا۔ کہ اللہ اکبر آپ کو ان پر اس قدر اعتقاد ہے۔ غرض کہ مولانا سوار ہو کر رسول آباد پہنچے۔ مولانا نے کہا کہ اطلاع کرو۔ آپ نے کہا کہ اگر میں جاؤنگا تو آپ کو بدگمانی ہوگی۔ کہ مَیں نے اُن کو تمام باتوں سے آگاہ کر دیا ہے۔ اس لئے دربان کے ذریعہ اطلاع کرائی۔ حکم ہوا۔ کہ دیوان خانہ میں انتظار کریں۔ دیوان خانہ میں پہنچے تو کھجور کی چٹائی بچھی تھی۔ مولانا نے کہا۔ کہ پہلی شرط تو ٹھیک نکلی۔ زنان خانہ سے حضرت جب نکلے تو دیکھا لنگی باندھے ہیں اور کمبل کا کُرتہ اور عمامہ باندھے ہیں۔ مولانا نے اشارہ سے کہا کہ وہ بات پوری ہوئیں حضرت شاہ عالم نے دریافت کیا کہ کیا فرشتوں کو بھی خدا کا دیدار نصیب ہوگا۔ مولانا نے کہا نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا تو فرماتا ہے "کہ جو کوئی مجھ سے ملنا چاہے تو نیک عمل کرے اور اپنے رب کے ساتھ شرک، عبادت میں نہ کرے۔

مولانا نے کہا۔ کہ فرشتہ لطیف ہیں اور انسان میں کثافت ہے اور اسی سبب سے ہم خدا کو دیکھ سکیں گے۔ ارشاد ہوا۔ کہ جس میں بذریعہ کثافت دیدار کی طاقت پیدا کرنے کی قدرت ہے۔ بلا واسطہ کثافت بھی قدرت دیدار کی رکھتا ہے۔ مولانا نے کہا کہ ہمارا اعتقاد نقلی ہے۔ عقلی نہیں ہے اور بزرگوں سے کوئی روایت ایسی نظر سے نہیں گذری۔ البتہ

حضرت جبرئیل کی نسبت بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ دیدار باری سے مشرف ہونگے۔
حضرت نے فرمایا کہ یہ کیا کہا کہ بزرگوں نے اس کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہے۔ امام فخرالدین
رازی نے اپنے رسالہ میں تحریر کیا ہے۔ کہ جبرئیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ، عزرائیلؑ بلکہ کل
فرشتے دیدار سے مشرف ہونگے۔ یہ کہہ کر آپ نے وہ رسالہ منگوا کر بتایا۔ مولانا دیکھ کر بولے
کہ آج تک میری نظر سے یہ رسالہ نہیں گذرا تھا۔ پھر حضرت نے دریافت کیا کہ خدا تعالیٰ
فرماتا ہے کہ اگر اللہ اپنے بندوں کے رزق میں کشادگی عطا کرے، تو زمین میں فساد برپا کرنے
لگیں۔ حالانکہ حضرت سلیمان و یوسف اور ذوالقرنین کو اللہ نے وسعت رزق عنایت کی۔
مگر یہ سب اطاعت گذار بندے تھے۔ مولانا نے اس کا جواب دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ
یہ جواب خلاف تفسیر میں ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے۔ غرض مولانا نے دس جواب دئے۔
اور حضرت نے تفسیر کا حوالہ دیکر سب کو رد فرمایا۔ آخر مجبور ہو کر دریافت کیا۔ کہ اس کا کیا
حل ہے۔ ارشاد ہوا کہ قواعد عرب کے رو سے جب کسی فعل کا تعلق فاعل سے ظاہر
کریں تو فعل فاعل کے لائق ہونا چاہیے۔ جیسا کہ بادشاہ نے شہر بسایا" میں ہے۔ کہ شہر
کا آباد کرنا بادشاہ کے لائق کام ہے۔ پس خدا اس آیت میں فاعل مضمر نہیں لایا ہے۔ بلکہ
فاعل ظاہر۔ اس لئے اس کے معنی یہ ہوئے کہ جس طرح رزق کی وسعت خدا کے لائق اور
اور اس کی قدرت میں ہے۔ وہ اپنے تمام بندوں کو عنایت کرے تو فساد ہو جائے، مگر
اپنی قدرت کے مطابق اس نے آج تک دنیا میں کسی کو وسعت رزق دی ہی نہیں اس لئے
آیت بالا سے لزوم بغاوت لازم نہیں آتا۔ مولانا نے آفرین کہہ کر فرمایا کہ یہ آپ کو علم
لدنی سے حاصل ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم نے ایک لفظ "لدنی" کہہ کر میری ساری
محنت پر پانی پھیر دیا۔ اور آستین الٹ کر دکھلایا کہ ٹیک لگا کر کثرت مطالعہ سے نشان
پڑ گئے ہیں۔ مولانا اس کو بوسہ دیکر رخصت ہوئے تو باہر پر جب پہنچے تو چادر کا کونہ وزنی
محسوس ہوا۔ آپ نے دیکھا۔ تو کچھ بندھا ہوا ہے۔ مولانا نے کہا۔ کہ یہ آخری شرط پوری

نہیں ہوئی۔ میاں مخدوم نے کہا۔ کہ آپ بدگمانی دُور کریں اور اس کو لے لیں۔ آپ نے ضد کے ساتھ انکار فرمایا تو میاں صاحب اندر جاکر حضرت سے دریافت کر کے آئے اور کہا۔ کہ حضرت فرماتے ہیں کہ آپ مفتی شہر ہیں۔ اور جب کبھی فتوی کی ضرورت ہو گی۔ تو آپ ہی سے لونگا۔ برائے مہربانی انصاف آپ ہی کیجئے کہ رقم جو آپ کی چادر میں بندھی ہے۔ وہ نہ میں نے آپ کو دی۔ نہ میرے آدمیوں نے۔ اور نہ آپ نے میرے گھر سے اُٹھائی ایسی صورت میں کس طرح میں اسکو لے سکتا ہوں۔ یہ تو قادر قیوم نے دوسری جگہ کی طرح آپ کی چادر میں بھی پیدا کر دی ہے۔ پس آپ اگر مجھ کو اپنی طرف سے ہبہ کر دیں۔ تو بے شک میں لے سکتا ہوں۔ مولانا نے کہا۔ کہ میاں مخدوم تمہارا پیر جس طرح طریقت میں کامل ہے شریعت میں بھی کامل ہے۔ اس کے بعد ہمیشہ آپ زیارت کے لئے آتے رہے۔

مولانا عمادالدین طارمی

آپ کا نام محمد، عمادالدین خطاب، آپ کا وطن شیراز کے علاقہ میں "طارم" نامی ایک گاؤں ہے۔ آپ کے والد ایک تاجر آدمی تھے۔ زرلبفت کا مرصع اور مکمل خرگاہ لے کر دہلی آئے۔ لیکن وہاں کے بادشاہ نے اُس کو قبول نہ کیا۔ مایوس ہو کر احمد آباد آئے۔ اور حضرت شاہ عالمؒ سے ملے۔ آپ نے حالات دریافت فرما کر اس خیمہ کو نولاکھ میں خرید لیا۔ اور لٹا دیا۔ تاجر نے جب نولاکھ روپے سکہ ایران جو قالین کے نیچے سے اُس کو دیئے گئے لے کر عرض کیا۔ کہ آپ کی دعا سے اب دنیا کی ہوس نہیں رہی۔ البتہ اس بڑھاپے میں ایک بچہ کا خواہشمند ہوں۔ آپ دعا کریں کہ خدا عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایک لڑکا انشاءاللہ ہوگا۔ جو دین کا ستون ہوگا۔ اُس کا نام میرے نام پر محمد رکھنا۔ چنانچہ تاجر جب گھر پہنچا تو خدا نے ایک لڑکا پیدا کیا۔ تاجر نے ان کا نام محمد رکھا۔ جب تحصیل علم کے بعد محمد نے علوم و فنون میں اس قدر ملکہ حاصل کیا کہ عمادالدین کا لقب ملا اور چونکہ آپ کو معلوم تھا۔ کہ حضرت شاہ عالمؒ کی دعا سے پیدا ہوئے۔ اس لئے قدرتی طور پر گجرات کے سفر کا شوق ہوا۔ چنانچہ احمد آباد تشریف لائے۔ اور ملک قطب الدین آپ کے

خلیفہ خاص سے مرید ہو کر اشاعت علوم و فنون میں مشغول ہو گئے۔ چنانچہ آپ کے شاگردوں میں سے حضرت شاہ وجیہ الدین رح بھی ہیں۔ ۱۰ ر جمادی الاوّل کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

احمد بن سلیمان کردی آپ کا نام احمد اور ان کے والد کا سلیمان جو کردستان کے رہنے والے تھے اور شیخ عبدالحق محدث دہلی کے فیض یافتہ تھے۔ علوم و فنون میں آپ کا پایہ بڑا بلند تھا۔ آپ کے لڑکے احمد نے تحصیل علوم احمد آباد ہی میں کی۔ علوم نقلیہ اور شرح مواقف وغیرہ مولانا ولی محمد سے حاصل کیا۔ قرآن مجید کی تجوید اور تصوف شیخ فرید اور بھی شاہ قباد دیانت خاں سے سیکھی بعض فنون کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ بقیہ علوم مولانا محمد شریف صاحب سے، آپ صاحب تصانیف بھی تھے۔ "فیوض القدس" علم کلام میں بہترین کتاب آپ کی ہے۔ گویا الہامی ہے۔ ۲۰ ر جمادی الثانی روز دوشنبہ بوقتِ عصر آپ رحلت فرما گئے۔ مخدوم شیخ نورالدین نے آپ کی وفات کی تاریخ لکھی ہے۔ کہ شمعیکہ بود انجمن علم گل شدہ۔ مولانا احمد اور سلیمان دونوں کی قبریں موتی سہاگ کی قبر کے پیچھے مغرب جانب ہے۔

خوب میاں محمد چشتی عرف شاہ خوب محمد نام، خوب میاں عرف، درویش کامل اور شاعر قادر الکلام تھے۔ جام جہاں نما کی ایک شرح بھی کافی ہے۔ امواج خوبی اور خوب ترنگ بھی آپ ہی کی تصنیف ہے، ۱۴ ر شوال ۱۰۳۲ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ "خوب تھی" آپ کی تاریخ وصال ہے۔ کار نجہ کے سامنے نالہ کے پاس چوک احمد آباد میں متصل مسجد فرحت الملک جس کو شاہ خوب کی مسجد بھی کہتے ہیں۔ آپ کی قبر ہے[۲]۔

سید تاج الدین خلیفہ جناب مخدوم جہانیاں، قبر اندرون شہر احمد آباد مرزا پور میں

---

[۱] آپ کی اولاد آج بھی کٹھیانہ (دھرتھ یعنی جونا گڈھ کے متصل) میں موجود ہے۔ کچھ جاگیر بھی بادرد وقت موجود ہے۔ ایک بڑا مدرسہ یہاں جاری تھا۔ عرصے سے اب بند ہے۔

[۲] آج بھی آپ کی قبر اسی جگہ موجود ہے عرس ہوتا ہے آپ کی اولاد مسجد اور متعلقہ زمین پر قابض ہے۔ آپ کی تمام تصنیفات کتب خانہ درگاہ حضرت پیر محمد شاہ احمد آباد میں قلمی موجود ہیں۔

محمد بیگ خاں کی حویلی سے متصل واقع ہے۔ عرس آپ کا ۲ر شوال کو ہوتا ہے۔

شاہ محبوب | ایک مجذوب درویش تھے۔ کالوپور دروازہ کے باہر آپ کی قبر ہے۔ ۱۸ر شعبان کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

میاں خان مان شاہ | آپ کی قبر احمد آباد میں ہے۔ عرس ۱۴ر جمادی الثانی کو ہوتا ہے

سید عبداللطیف رسالدار | سرخیز کے تالاب پر آپ کی قبر ہے۔ ۲۹ر جمادی الاول کو آپ کا عرس مقرر ہے۔

سید عبدالکریم شترسوار | استوریہ دروازہ کے باہر آپ کی قبر ہے، ۳ر رجب کو عرس ہوتا ہے۔

حاجی جمال :- قبر آپ کی بہرام پور میں ہے، ۲۶ر رجب کو عرس ہوتا ہے۔

شیخ علیمی :- آپ کی قبر رائے پور میں واقع ہے۔ ۱۲ر شعبان کو عرس ہوتا ہے۔

گنج شہدا :- مقبرہ متصل اساول کے واقع ہے، ۲۶ر رجب کو عرس مقرر ہے۔

پیر غیب :- قبر متصل گنج شہدا، عرس ۱۹ر رجب کو ہے۔

گوہر شہید :- قبر متصل کانکریہ تالاب۔

سالار شہید :- قبر نزدیک تالاب کنٹوریہ ۱۶ر رجب کو عرس ہوتا ہے۔

میراں شاہ سعید شہید :- آپ کی قبر عینپور میں ہے۔ ۲۵ر رجب میں لوگ عرس کرتے ہیں

بالا پیر :- استوریہ اور رائے پور دروازہ کے درمیان دیوار قلعہ کے نیچے اندرون شہر آپ کی قبر ہے۔ ۱۴ر رجب عرس کے لئے معین ہے۔

سید پیر محمد شاہ | اس ملک میں آئے اور جامع مسجد میں مقیم رہے، اس وقت بھی اُن کے خادم اُسی جگہ رہتے ہیں۔ سلسلہ آپ کا قادریہ تھا۔ میاں وجیہہ الدین کی طرف سے بھی آپ کو خلافت پہنچی ہے۔ صاحب سلوک اور طریقت تھے۔ لوگوں کو تلقین اور ہدایت کرتے تھے۔ عمر بھر مجرد رہے۔ گوشہ نشینی میں عمر صرف کی، اور کسی جگہ آتے

صفحہ نمبر ۱۲۲

روضہ حضرت پیر محمد شاہ صاحب

جاتے نہیں تھے۔ آپ کو تصوف میں بڑا غلو تھا۔ بعض دفعہ شطحیات بھی زبان سے نکل جاتے چنانچہ "منم پیر محمد عین اللہ" آپ ہی کا مقولہ ہے۔ اور خدا ہی جانتا ہے کہ اس سے آپ کی کیا مُراد تھی۔ ظاہری اعتبار سے بہت مشکل ہے۔ یا یہ کہ اس مقولہ سے رجوع کئے گئے ہوں۔

چونکہ قوم بواہر (شنی) سے اکثر آپ کے مرید تھے۔ اور زین العارفین بن اخوند عبدالعزیز بھی مرشد کی حیثیت سے اکثر بوہروں کو مرید کرتے تھے۔ اس لئے یہ بات آپ کو اور آپ کے مریدوں کو گراں گزری، پس آپ کے اشارہ سے بعضے مریدوں اور معتقدوں نے زین العارفین کو بے آبروئی کے ساتھ پکڑ کر مچلکہ لیا۔ کہ اس کے بعد وہ کسی کو مرید نہ کریں، یہ بات سُن کر جواں مرد خاں بابی سخت برہم ہوا اور گرفتاری کیلئے سپاہی بھیجے کہ پکڑ کر حاضر کرو۔ کیونکہ وہ اگر حاکم ہیں تو بھدر میں آکر بیٹھیں، چونکہ انور خاں بابی آپ کا مرید تھا۔ اپنے بھائی جواں مرد خاں سے عذر و معذرت کر کے آپ کی گرفتاری موقوف کرائی۔ لیکن اس ناگوار واقعہ سے رگ حمیت سید جوش میں آئی۔ اور چونکہ آپ پر تو جلالی رکھتے تھے۔ اس لئے حرارت اس درجہ بدن میں سرایت کر گئی۔ قلق اور اضطراب سے زمین پر لوٹتے تھے۔ پہلو پر پہلو بدلتے تھے، خدام ہر چند ٹھنڈا پانی آپ کے کان اور بدن پر ڈالتے۔ لیکن کسی طرح یہ دل کی آگ نہ بجھی۔ تین چار روز اسی حال میں گذرے۔ آخر ۲۷ جمادی الاولی سنہ ۱۰۶۳ھ میں رحلت فرما کر جوارِ حق میں جا پہنچے، اندرون شہر متصل حویلی صلاح الدین خاں دفن کیے گئے۔ اُن کے مریدوں نے گنبد، مسجد، اور باغیچہ وغیرہ تیار کر دیئے۔

لہ آپ بیجاپور دکن کے رہنے والے تھے، ۹ برس کی عمر میں مکہ چلے گئے۔ بیس برس کی عمر میں احمد آباد واپس آ گئے۔ چالیس برس جامع مسجد میں معتکف رہے۔ سنہ ۱۰۰۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ سید عبدالرحمٰن اپنے چچا سے خلافت اور اجازت حاصل کی۔ ابتدائے عمر میں والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔ چچا نے پرورش اور تعلیم و تربیت دی۔ حافظ قرآن تھے، علوم ظاہریہ اور باطنیہ میں کمال رکھتے تھے۔ ہندی اور فارسی میں متعدد تصانیف آپکی ہیں۔ دیگر بزرگوں کی طرح عالم مستی میں بعض جملے زبان سے نکل جاتے (بقیہ بر صفحہ ۱۲۴)

شیخ علی رضا سرہندی

سرہند کے رہنے والے تھے، احمد آباد آکر مقیم ہوگئے۔ اپنے بزرگوں سے نقشبندی سلسلہ کی خلافت رکھتے تھے۔ آپ کو خلافت میاں شیخ یحییٰ چشتی سے حاصل تھی، صاحب ذوق اور صاحب حال تھے۔ قوالی سنتے اور اس سے اس قدر متاثر ہوتے کہ آنسوؤں کا تار بندھ جاتا۔ اکثر شب بیدار رہ کر عبادت الٰہی میں مصروف رہتے . . . خدا نے ظاہری دولت بھی عطا کی تھی۔ فیروز جنگ بہادر کے ساتھ جو دکنی امرا آئے تھے۔ اکثر ان میں سے آپ کے مرید تھے۔ یکم ذوالقعدہ ۱۱۴۲ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ جوہری واڑہ کے متصل آپ کی قبر ہے۔ آپ کے بڑے لڑکے محمد شاہ نے جو صاحب علم اور خوش نویس تھے۔ آپ کی قبر پہ پتھر کا ایک گنبد تیار کرایا۔ موضع کوچپ، سودھل، رہناس ضلع احمد آباد آپ کی اولاد کے مدد معاش کے لئے مقرر ہے۔

سید محمد علی

آپ سالک شریعت اور واقف اسرار حقیقت تھے۔ احمد آباد آپ کا وطن تھا۔ ترک دنیا کر کے ابتدار جوانی ہی سے افضل خاں بنبانی وزیر سلطان محمود ثانی کی مسجد میں مقیم ہوگئے۔ جو جمال پور کے راستہ میں واقع ہے۔ شب و روز ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ تین بار آپ حج بیت اللہ و زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہوئے۔

(بقیہ صفحہ ۱۴۳) وحدۃ الوجود کے قائل تھے۔ ۶۲ برس کی عمر تھی۔ مصنف مرآۃ احمدی نے وفات کے واقعہ کو غلط تحریر کیا ہے۔ ملازین العارفین کے معاملہ کو آپ سے کوئی تعلق نہیں۔ نہ آپ نے برا مانا۔ نہ آپ نے اس کے متعلق مریدوں کو صراحتہً یا اشارۃً کوئی حکم دیا۔ البتہ بعض مریدوں نے اپنی طبیعت سے بلا مرضی حضرت کے اس کام کو انجام دیا۔ جیسا کہ اس محلکہ نامہ سے ظاہر ہے جو اس وقت بھی درگاہ حضرت پیر محمد شاہ میں موجود ہے۔ آپ کی وفات بھی واقعہ جواں مرد خاں کے سبب سے نہیں ہوئی۔ بلکہ اس واقعہ کے دو ماہ بعد ہوئی۔ بات یہ ہے کہ آپ پر ظہور صفت جلال کا ہوتا۔ اور اس وقت کئی کئی دن بے ہوش رہتے۔ اور یہ حالت آپ کی اکثر ہوتی رہتی۔ وفات سے تین دن پہلے بھی آپ پر یہ کیفیت طاری ہوئی۔ اور اسی میں آپ کی وفات ہوگئی۔ آپکی درگاہ اس وقت احمد آباد میں مشہور ہے۔ اس کے متعلق مکانات درگاہ کے ارد گرد دیے ہوئے ہیں۔ جو وقف ہیں۔ درگاہ، اسٹیٹ اور عرسوں کا انتظام ایک کمیٹی کے ماتحت ہے اور کتب خانہ بھی عربی کا یہاں ہے جس میں ہر علم کی مطبوعہ کے علاوہ نایاب قلمی کتابیں ہیں اور ہر شخص کو اس سے فائدہ اٹھانے کی اجازت ہے۔ سالانہ اس کتب خانہ پر معقول رقم خریداری کتب کی رہتی صرف ہوتی . . . میں نے ایک مفصل رسالہ آپ کی سوانح عمری کے طور پر تحریر کیا ہے۔ ناظرین تفصیل سے حالات معلوم کرنا چاہیں تو اس رسالہ کو ملاحظہ فرمائیں

اتوار کی رات، ۷ صفر ۱۱۵۴ھ میں داعی حق کو لبیک کہہ کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ اور اسی مسجد کے صحن میں مدفون ہوئے۔ میر حسام الدین خاں اُمّی نے چند شعر آپ کی وفات کی تاریخ میں تحریر کئے ہیں:۔

بحرِ مواجِ حقیقت، مرشدِ روشن ضمیر — پیر اصحاب طریقت، سیدِ صاحب وقار
معرفت را شمع تاباں، شرع را چشم و چراغ — اہلِ دل را مقتدا و، اہلِ دیں را افتخار
گر تو با اسمِ محمد ضم کنی اسمِ علی — از لب لعلت کنی، گُل نامِ آں والا تبار
از صفر ہفتم زیکشنبہ قریب نیم شب — کردہ از دارِ فنا رحلت سوئے دار القرار
از سروش اُمّی چو سالِ انتقالش خواست گفت — پنج کرت یا محمد یا علی در دل بیار

ابراہیم شہید نین پور باڑہ کے راستہ میں آپ کی قبر مشہور ہے۔ ۲۶ رجب کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

شاہ عباس منھوری میں آپ کی قبر ہے۔ مرد کامل صاحب سلوک تھے۔ مختلف کتب آپ کی تصنیفات ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب سادات مشہدیہ رضویہ تک پہنچتا ہے۔ ۱۰۲۰ھ میں یہاں آئے، پھر مکہ روانہ ہو گئے اور پانچ سال مقیم رہ کر ۱۰۲۶ھ میں احمد آباد تشریف لائے۔ ۱۰۶۳ھ میں وفات پائی۔ (کسی نے دو بیت میں آپ کی تاریخ وفات لکھی ہے)

س و ج علی الف ھجر بہ — کاں و با و ہا و من ربیع الاوّل
عمرہٗ دل انہٗ حکیم — راح لیل الخمیس فی الربیع الاوّل

منھوری میں ایک پتھر کی مسجد بنائی ہے جو اب مرمت طلب ہو گئی ہے۔ ۷ ربیع الاوّل کو آپ کا عرس مقرر ہے۔

فصل نوئیں

ان بزرگوں کے احوال میں جو صوبہ احمد آباد کے شہروں، قصبوں اور گاؤں میں آکر مقیم ہوئے اور اسی جگہ رحلت کر گئے۔

نہروالہ پٹن

سید محمد برہمن

منازل الاولیا جس میں شیخ جہاں سید احمد صاحب نے بزرگان پٹن کے حالات تحریر کیے ہیں۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ سدھ راج جی سنگھ کے ابتدائی چالیس سال کے بعد پٹن آکر سید محمد صاحب برہمنوں کے لباس میں ملازم ہوگئے اور بیس سال تک اُس کے باورچی کی حیثیت سے اُس کو پکا کر کھلاتے رہے۔ آخر ایک دفعہ اُس کو معلوم ہوگیا۔ تنہائی میں بلا کر دریافت کیا۔ آپ نے مجبوراً اقرار کرلیا۔ اُس وقت سدھ راج نے آپکو آگ میں زندہ جلانا چاہا۔ لیکن قدرت خدا سے آپ وفات پاکر پھولوں کے ڈھیر ہوگئے۔ سدھ راج نے اپنے آدمیوں کو بلا کر سہسلنگ تالاب کے کنارے دفن کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ آج تک قبر موجود ہے[۱]۔

باباحاجی رجب

حضرت امیر روم شیخ محمد باباحاجی رفاعی، راجہ جے سنگھ سدھ راج کے عہد میں پٹن تشریف لائے[۲]۔ "آفتاب اسلام" سے آپ کی آمد کی تاریخ سنہ ۶۱۶ھ معلوم ہوتی ہے، اور ۱۲ ار رجب سنہ ۶۲۶ھ میں آپ کی وفات ہوئی جسکی تاریخ "کفر شکن" سے نکلتی ہے۔ آپ کی قبر اُسی جگہ ہے۔ آپ مرید اور خلیفہ سید احمد کبیر رفاعی کے تھے۔

---

[۱] غالباً احباب لاش مخفی طور پر اُٹھالے گئے اور پھول رکھ گئے۔ جیسا کہ اس عہد میں متعدد واقعات ایسے ہوئے ہیں۔

[۲] سدھ راج کی عمر ۵۰ برس کی تھی۔ اس لیئے صرف دس برس یا اس سے کم رہے ہونگے۔ اور بیس برس تسلیم کرنے کی صورت میں سدھ راج کی تخت نشینی کے چالیس برس سے پہلے آئے ہونگے جو بیہم دیو ثانی سونگی کا عہد ہے۔ نہ سدھ راج کا۔

شیخ احمد دہلوی

احمد نام، ابن محمد جو بابا دھلیا کے نام سے مشہور تھے، شیخ محی الدین علی دہلوی کے خلیفہ تھے، ۵۲۳ھ میں بعہد سدھ راج پٹن تشریف لائے۔ تاریخ آمد "رونق الاسلام" اور تاریخ وفات "نور کبریاء اللہ" سے ۵۵۰ھ ظاہر ہے۔

بعضوں کا خیال ہے کہ سدھ راج جے سنگھ کو سید محمد برہمن نے مسلمان بنایا تھا۔ لیکن پھر وہ مرتد ہو گیا۔ ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجی بابا رجب نے اُس کو تلقین اسلام کیا اور پھر پوشیدہ ہو گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ بابا حاجی نے اُس کو مار ڈالا۔ لیکن صحیح طور پر معلوم نہیں کہ وہ مسلمان ہو گیا۔ یا مار ڈالا گیا۔ ہندو کہتے ہیں کہ جوگیوں کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ وہ نہ مسلمان ہوا نہ مرا وہ اب تک زندہ ہے۔ البتہ وہ پوشیدہ ہو گیا ہے۔ واللہ اعلم۔ گو ان باتوں پر اعتبار نہیں۔ لیکن بہرحال سدھ راج جے سنگھ غائب ہو گیا[۵۳]

حاجی ہود

ہود نام، ابوبرکات کنیت بن ابوصالح عبداللہ، بعد فراغت زیارت حرمین بہ عہد راجہ کرن سولنگی پٹن تشریف لائے۔ جس کی تاریخ لفظ "بلوح الشمس" سے نکلتی ہے۔ ۱۵ ماہ رجب ۵۳۶ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ اس کی تاریخ لفظ "عشق اللہ" سے معلوم ہوتی ہے۔ آپ کا نسب حارث بن نوفل تک پہنچتا ہے۔ اور فقیہ ابواللیث سمرقندی کے چچا زاد بھائی ہیں[۵۴]۔

---

[۵۳] بوہروں کی تاریخ کوکب فلک میں ہے کہ سدھ راج جے سنگھ کو سیدی احمد نے مسلمان بنایا۔ سیدی احمد مصر سے براہ یمن گجرات کی مشہور بندرگاہ کھنائت میں آئے۔ اور کچھ مدت کے بعد سدھ راج کو معہ وزیر بھارمل اور تارمل کے مسلمان بنایا۔ لیکن چونکہ یہ لوگ اسماعیلیہ شیعہ تھے۔ اس لئے یہ لوگ تا عمر تقیہ کرتے رہے اور جب سدھ راج مر گیا۔ تو اُس کی وصیت کے مطابق مخفی طور پر اسی کے محل کے صحن میں اُس کو دفن کر دیا اور اُس کی چارپائی پر پھول رکھ دیئے اور لوگوں سے کہدیا کہ چونکہ نیک دل عابد راجہ تھا۔ اس لئے اس کی لاش کو دیوتا اُٹھا لے گئے۔

[۵۴] آپ کی تشریف آوری "بلوح الشمس" کے حساب سے ۵۴۲ھ ہوتی ہے اور وفات "عشق اللہ" کے حساب سے ۵۶۰ھ ہے۔ شاید مصنف نے صحیح لکھا ہو اور کاتب نے غلطی کی ہو۔ اور عہد کرن میں آنا بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا عہد ۴۶۵ھ سے ۴۸۷ھ تک ہے۔ دراصل آپ بھیم دیو اول سولنکی کے عہد میں تشریف لائے۔ اسی طرح آپ کے نسب کے متعلق حارث بن نوفل تک سلسلہ پہنچنا بھی غلط ہے (بقیہ بر صفحہ ۱۲۸)

شیخ احمد عرفانی عباسی

شیخ احمد نام، عرفانی لقب، طائف آپ کا وطن تھا۔ عرصہ تک مکہ میں قیام رہا۔ جبلِ عرفات پہ عبادت الٰہی میں مشغول رہے۔ اس لئے لوگ آپ کو عرفانی کہنے لگے۔ مکہ سے پٹن سدھ راج جے سنگھ کے عہد ۵۶۱ھ میں تشریف لائے ہیں۔ آپ بلند مرتبہ صوفی تھے۔ مذہب شافعی رکھتے۔ سلسلۂ نسب آپ کا صادق بن عباس تک پہنچتا ہے۔ ۶۴۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

شیخ معزالدین سلیمان شہید

سلطان علاؤالدین خلجی جس نے نورِ اسلام کو سب سے پہلے گجرات میں روشن کیا اور ظلمت کفر کو تیغ آبدار سے دُور کیا شیخ معزالدین اسی سلطان کے ساتھ گجرات آکر شہید ہوئے۔ واقعہ کی تفصیل یہ ہے۔ آپ کا نام سلیمان، معزالدین لقب بن شیخ علاؤالدین گنج رواں جو شیخ فریدالدین گنج شکر کے پوتوں میں سے تھے۔ خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے دہلی تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور سلطان علاؤالدین آپ کے پدر بزرگوار کا مرید تھا۔ وہ حضرت سے ملنے آیا۔ اور کہا کہ میں نے روز اوّل حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کو خواب میں دیکھا۔ فتح گجرات کا حکم فرماتے ہیں۔ پھر دوسرے دن بھی خواب میں حکم ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک تلوار عنایت فرمائی اور چہرہ

(بقیہ صفحہ ۱۲۷) آپ کا صحیح سلسلہ نسب یہ ہے۔ ابوالبرکات سلطان حاجی ہود بن سید عوانہ بن سید فروہ بن سید زہیر اور یہ سلسلہ امام باقر تک جاتا ہے اور آپ کی والدہ ماجدہ کا نسب سیدنا عبدالقادر جیلانی سے ملتا ہے۔ آپ کے مفصل حالات کتاب مخبرالاولیا کے صفحہ ۳۴۴ پر درج ہیں۔ یہ قلمی کتاب شیخ رشیدالدین چشتی کی تصنیف ہے۔ جو مصنف مرأۃ احمدی کے ہم عصر ہیں اور اسی لئے مرأۃ احمدی کی اس غلطی کی تردید کی ہے۔ اس مادہ میں اس کا ماخذ دیگر کتب کے علاوہ رسالہ خنفور یہ ہے۔ خنفور دمشق کے متصل ایک مقام کا نام ہے۔ مخبرالاولیا اس وقت تک قلمی ہے۔ اس کا ایک ناقص نسخہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی کے کتب خانہ میں ہے اور دوسرا کامل نسخہ شیخ نصیرالدین میاں صاحب بن شیخ فریدالدین صاحب بن شیخ محمود صاحب چشتی کے پاس ہے۔ کاش اس نسخہ کو شائع کراتے تو اہلِ علم بے حد فائدہ اٹھاتے، اور شکر گذار ہوتے۔ کیونکہ خدا نے آپ پر دنیاوی رحمت آپ کے ہمعصروں سے زیادہ نازل فرمائی ہے۔ طبع ہونے کے بعد یقین ہے کہ شائقین ہاتھوں ہاتھ خرید لیں گے۔ خصوصاً اگر اس کا اردو میں ترجمہ کرالیا جائے۔

ل یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ یہ عہد کمار پال سولنکی کا ہے۔ کیونکہ سدھ راج ۵۲۳ھ میں وفات پاچکا تھا۔

میری پیٹھ پر ملا۔ جب میں بیدار ہوا تو تلوار کمر میں بندھی تھی اور قبضہ پر ہاتھ تھا۔ نمازِ صبح سے فارغ ہو کر فتح گجرات کے لیے میں مستعد ہو گیا۔ اور اب رخصت کیلئے آپ کے پاس آیا ہوں۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ تم رخصت کے لئے آئے حالانکہ مجھے حکم تمہارے ساتھ چلنے کا ہوا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم نے مجھے شہادت کی بشارت دی ہے۔ سلطان یہ سن کر بہت خوش ہوا اور حضرت شیخ کو ساتھ لیکر فتح گجرات کے لئے روانہ ہوا۔ ۴۱ روز کے بعد پٹن کے نزدیک پہنچے۔ اناواڑہ محلہ جو مولراج سولنکی کے عہد میں بسایا گیا تھا تاراج ہو گیا اور تین ہزار راجپوت قتل ہوئے۔ سلطان اسی محلہ کے ایک دلکشا باغ میں مقیم ہوا۔ اور حضرت شیخ اپنے اہل و عیال کے ساتھ باغ باکھیلہ میں اُترے۔ ۲۲ روز تک کفار کے ساتھ جنگ ہوتی رہی۔ حضرت شیخ کے لڑکے فضل سلطان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بیس روز سے روزانہ جنگ تو ہوتی ہے۔ لیکن فتح کی صورت ابھی تک نظر نہیں آتی ہے۔ سلطان نے مسکرا کر کہا کہ آنحضرت صلعم نے مجھ کو تمہارے والد کے ساتھ بھیجا ہے اور اس شہر کی فتح تمہارے باپ کے نام مقدر ہے۔ شیخ فضل واپس آکر اپنے والد کو تمام باتیں سنا ہی رہے تھے کہ یکایک خبر ہوئی کہ سلطانی فوج شکست کھا کر پسپا ہو رہی ہے سلطان فوراً سوار ہو کر تعاقب میں روانہ ہوا۔ حضرت شیخ کو جب سلطان کی روانگی کا حال معلوم ہوا۔ تو اپنے لڑکے کو بُلا کر خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ اور اپنے بعد سجادہ نشین قرار دیکر محل سرا اور چھوٹے بڑے سب اُن کے سپرد کیے، اور وصیت کر کے سوار ہو گئے۔ جب میدانِ جنگ میں پہنچے۔ تو سلطان کی آواز کان میں پہنچی کہ یا شیخ مدد، میں ایک مشکل میں پھنس گیا ہوں۔ آپ نے گھوڑا دوڑایا اور قریب پہنچ کر سلام علیک کہا۔ اور معرکہ کے میدان میں پہنچ کر جنگ میں مصروف ہو گئے۔ گو حق نے فتح دی۔ مگر آپ شہید ہو گئے۔ پندرہ زخم تیر کے اور تین تلوار کے تھے اور ۳۲ کفار مرے پڑے تھے۔ عین معرکہ میں آپ نے راجہ کے لڑکے کو پکڑ کر شیخ فضل کے حوالہ کیا۔ لڑکے نے دور سے

اپنے باپ کو دیکھا، تو کہا کہ تم اگر میرے باپ کے پاس لے جاؤ۔ تو بہت زر و مال تم کو ملے۔ پوچھا کون ہے؟ اشارہ سے بتایا کہ سامنے فلاں شخص ہے۔ جو راجپوتوں کے درمیان کھڑا ہے۔ شیخ فضل نے لڑکے کو گھوڑے پر اپنے پیچھے بٹھایا اور اُس کی طرف گھوڑا دوڑایا۔ راجہ نے جو اپنے بیٹے کو آتا ہوا دیکھا۔ تو بہت خوش ہوا۔ مگر شیخ فضل کا اس قدر رعب پڑا کہ راجپوت سب ادھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ شیخ فضل موقع دیکھ کر راجہ کو بھی گرفتار کر لائے اور سلطان کے سامنے پیش کیا۔ سلطان نے دونوں کو قتل کر ڈالا۔ بعض کہتے ہیں کہ لڑکے کو شیخ فضل کے حوالے کر دیا۔ قلعہ قدیم اور راجپوتوں کے تمام مال تاراج ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ سلطانی لشکر میں گیارہ سو تیئس ۱۱۲۳ پیادہ اور نو سو ترپن ۹۵۳ سوار سوائے شیخ معز الدین کے شہید ہوئے اور سات ہزار نو سو پچاسی ۷۹۸۵ کفار قتل ہوئے، ۱۲ محرم ۷۱۴ھ کا یہ واقعہ ہے اور ۱۳ کو بعد ظہر کے تمام شہدا دفن کئے گئے ا گنج تو علیحدہ ہوئے۔ اور حضرت شیخ معز الدین سلیمان کو سب سے الگ مدفون کیا۔ تاریخ وفات لفظ "قدوۃ الاصفیا" سے معلوم ہوتی ہے۔ سلطان خود بھروچ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور خان اعظم سرور خاں غوری کو پٹن حوالہ کر گیا۔ خان موصوف نے اپنے عہد میں ایک بڑا تالاب تیار کرایا اور اُس کا نام "خان سرور" رکھا جو آج تک موجود اور مشہور ہے اور شیخ فضل کو سلطان اپنے ساتھ دہلی لے گیا۔[1]

مولانا یعقوب	یعقوب نام، ابو یوسف کنیت، ابن سید ابو الحسن احمد نبیرہ سید مرتضیٰ آپ صاحب کرامات تھے۔ جامع علوم و فنون اور کامل معقول و منقول صاحب

[1] مجھے حیرت ہے کہ مصنف نے یہ واقعہ کس طرح بلا تحقیق درج کر دیا۔ گجرات ۶۹۷ھ میں اُلغ خاں نے فتح کیا۔ علاؤ الدین خلجی تو عمر بھر کبھی گجرات آیا ہی نہیں۔ البتہ صرف ایک دفعہ بغرض شکار آیا تھا۔ اس کے علاوہ راجہ بھی گرفتار نہ ہوا۔ بلکہ اپنی لڑکی دیول دیوی کو لیکر "بگلانہ" چلا گیا۔ جو گجرات کی سرحد پر واقع ہے اور اپنی موت سے وہیں مرا۔ اس لئے اس واقع کو ۱۲ محرم ۷۱۴ھ کے ماتحت درج کرنا خلاف واقع ہے۔ شیخ معز الدین سلیمان کی شہادت کی تاریخ قدوۃ الاصفیا سے ۷۲۲ھ نکلتی ہے۔ اور یہ وقت غیاث الدین تغلق کا ہے اور یہاں کا گورنر تاج الدین جعفر تھا۔ ممکن ہے کہ اس کے ساتھ شیخ نے کسی راجہ کی بغاوت کو فرد کرنے میں شہادت پائی ہو۔

تصانیف تھے۔ ٹھٹھہ سندھ (سندھ) سے الف خاں سنجر کے ہمراہ پٹن تشریف لا کر اسی جگہ مقیم ہو گئے۔ حسن یوسفی اور ولایت مرتضوی کے آپ حامل تھے۔ جب سلطان سنجر[1] نے الف خاں سنجر کو نہروالہ پٹن فتح کرنے کے لئے سات ہزار سوار و پیادہ کے ساتھ روانہ کیا، اور اس وقت حکومت راجہ ہردمول باگھیلا کی تھی۔ پانچ سال گیارہ ماہ تک مقابلہ اور محاصرہ کرتے رہے اس مدت میں قلعہ کے مقابل ایک سنگین مسجد تیار کرانی شروع کر دی۔ ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی۔ کہ سلطان سنجر کی وفات کی خبر آئی۔ الف خاں راجہ سے (تاوانِ جنگ) لے کر واپس چلا گیا۔ مولانا یعقوب جو الف خاں کے ساتھ آئے تھے۔ پٹن میں مقیم ہو گئے۔ اور ہمیشہ اس مسجد میں درس فرمایا کرتے۔ الف خاں نے چلتے وقت دس ہزار ٹنکہ نذرانہ دیا۔ ایک شاعر نے مسجد کی تاریخ کہی،

بناشد مسجدِ جامع منوّر — نباشد مثلِ او در ملک دیگر
خلیل اللہ در مکہ حرم ساخت — بہ مثلش در پٹن شد بیت خوشتر
بہ شہر نہروالہ دار اسلام — شدہ مسجد بہ حکمِ شاہ سرور
بفرقش عرش میگردد فلک وار — برائے دیدنِ محراب و منبر
حریم کعبہ شد در دار اسلام — کہ جنت المدائن گشت بہتر
بناشد خانہ از امر خداوند — بگو از لفظ ہادی بیت اکبر
بنا کرد است عالی بیت اسلام — از و رونق شدہ دینِ پیمبر
بہ سن شش صد پنجاہ و پنج بود — ز ہجرت سید سالارِ محشر
رسانده در مہ ذیقعدہ اتمام — الف خاں نامور سلطان سنجر

[1] راقم الحروف نے اپنی تاریخ گجرات جلد اول میں تفصیل کے ساتھ اس پر بحث کی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ہند کی تاریخ میں کوئی بادشاہ سلطان سنجر کے نام سے تخت نشین نہیں ہوا البتہ سندھ (ٹھٹھہ) کا گورنر سنجر نامی غالباً ۶۲۳ھ میں ناکامیاب حملہ کر کے واپس گیا۔ تاریخ سے یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ خود آیا تھا یا کسی افسر کو بھیجا تھا۔ پھر ہردمول تو کوئی راجہ گجرات کا ہوا ہی نہیں۔ اس لئے یہ ناممکن ہے کہ تہیرہ حوں ہو (بقیہ برصفحہ ۱۳۲)

مخدوم عالم مخدوم عالم بن اسمٰعیل، بن الوالقاسم بن الوجعفر بن الو یوسف یعقوب نہروالی۔ اور پندرہ واسطوں سے آپ کا نسب امام کاظمؓ تک پہنچتا ہے۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ سلطان مظفر اوّل جس وقت گجرات کا وائسرائے ہو کر آیا تھا اور جس کا اصلی نام ظفر خاں تھا اور نظام مفرح راستی خاں کی گوشمالی میں مصروف تھا اور وہ بھاگ کر کھنبائیت چلا گیا تھا، تو ظفر خاں حضرت مخدوم عالم سے ملنے کے لئے روانہ ہوا۔ راستہ میں بڑی مسجد ملی۔ اندر جا کر دو رکعت نماز ادا کی، پھر حضرت سے ملاقات کی۔ حضرت نے ایک نیچہ جو حضرت جہانیاں سے آپ کو ملا تھا۔ ظفر خاں کو عنایت فرمایا۔ اور کہا کہ انشاء اللہ راستی خاں تیرے ہاتھ سے ہلاک ہوگا۔ اور حضرت جہانیاں کی مدد سے تم یہاں کے والی ہو گے۔ ظفر خاں رخصت ہو کر مکان واپس آیا۔

دوسرے دن حضرت مخدومؒ ظفر خاں کے مکان پر ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ اثنائے گفتگو میں ظفر خاں نے دریافت کیا۔ کہ یہ سنگین مسجد کس نے بنائی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ الف خاں سنجر نے اس کی تعمیر کی اور حضرت مخدوم جہانیاں نے دو دن قیام کر کے دس وقت کی نماز یہاں ادا کی ہے۔ یہ سنتے ہی ظفر خاں کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ حضرت فوراً تشریف لے چلیں اور وہ مقام مجھے بتائیں۔ جہاں حضرت مخدوم نے نماز ادا کی تھی۔ اسی وقت دونوں مسجد آئے اور ظفر خاں کو وہ جگہ بتائی۔ ظفر خاں دس دن تک اس جگہ پر اعتکاف میں بیٹھا اور مخدوم عالمؒ کو بھی ساتھ ہی رکھا۔ اس کے بعد ظفر خاں نے درخواست کی کہ اگر اجازت ہو تو ایک گنبد اس کے صحن میں تیار کرا دوں۔ حضرت نے فرمایا بہت خوب۔ چنانچہ ظفر خاں نے دیوار پر کنگرہ اور صحن میں ایک گنبد تیار کرایا۔

(بقیہ صفحہ ۱۳۱) جو باگھیلا خاندان کا ایک بہادر راجہ تھا۔ لیکن یہ راجہ سنہ ۶۴۲ھ میں مر چکا تھا۔ سنہ ۶۵۵ھ میں بی سل دیو باگھیلا راجہ تھا۔ اس نے سولنکی خاندان سے راج چھین لیا۔ ممکن ہے۔ کہ اس خلفشار سے سنجر نے فائدہ اٹھایا ہو۔ مگر تاریخ اس ذکر سے خالی ہے۔

سلہ آج پٹن میں اس کی ایک اینٹ بھی باقی نہیں ہے۔ راقم الحروف نے عہد خلجی کی عمارت بہت تلاش کی۔ مگر نہ ملی۔ متواتر جنگوں نے پٹن کو تباہ کر دیا۔ اور بے نظیر عمارتیں سطح خاک کے برابر کر دی گئیں۔

کسی شاعر نے اس کی تعریف میں مندرجہ ذیل اشعار لکھے ہیں۔

بحکم سید الاقطاب مخدوم ── زہندوستان بہ پٹن شہ مظفر
بشارت یافت از مخدومِ عالم ── نشستہ معتکف در زیرِ منبر
بامر شاہ دیں سلطان اعظم ── بماندہ پیشِ او مخدوم اکبر
بحکم شہ ستونہا را بہ مسجد ── شمردہ مرد ماں از راہ اطہر
ستونہا پنج ہزار و پانصد پنج ── دراں مسجد نہادہ شد بزیور
چو در آمد مظفر دید مسجد ── بصحنش کرد گنبد ایک مقرر
بگو تاریخ سال گنبد او ── بود ہفت صد نود و پنج بر سر

۷۹۵ھ

شیخ حسام الدین عثمان

عثمان نام، حسام الدین لقب بن داؤد، سلسلہ نسب حضرت فاروق تک پہنچتا ہے۔ حضرت نظام الدین اولیا کے خاص خلیفہ تھے۔ ۶۹۵ھ میں پٹن تشریف لائے۔ ۴۱ سال تک آپ رشد و ہدایت میں مشغول رہے۔ ولی کامل تھے۔ ۸ ذلقیعدہ ۷۳۷ھ میں رحلت فرما گئے۔ ۷۰ سال کی عمر پائی۔ (۶۳۹ھ میں بمقام ملتان پیدا ہوئے)۔

مخدوم سید حسین خنگ سوار

حسین نام۔ خنگ سوار[1] لقب، بن سید عمر عریضی، غیاث پور آپ کا وطن تھا۔ حضرت سلطان المشائخ کے خلیفہ تھے۔ ڈبھوی کے صاحبِ ولایت تھے۔ ۷۳۰ھ میں اپنے مرشد کے حکم سے پٹن تشریف لائے۔ عمر شریف ۱۳۵ سال کی تھی۔ ۹ جمادی الثانی ۷۹۸ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار فائق الانوار سہستر لنگ تالاب کے کنارے واقع ہے۔ حضرت مخدوم جہانیاں کے مرید اور پیش امام تھے۔ مخدوم شیخ حسام الدین عثمان کے برادر زادہ ہیں۔

---

[1] خنگ سوار کے معنے سفید گھوڑے پر سوار، غیاث پورہ دہلی کے پاس سلطان غیاث الدین کا آباد کردہ ہے۔ ۶۶۳ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ۶۷ برس کی عمر میں پٹن تشریف لائے اور ۶۸ برس مقیم رہے۔

شیخ جمال الدین اوچہ جو صاحب ولایت پٹن تھے۔ ۷۳۵ھ میں پٹن تشریف لائے۔ اور اپنی پھوپھی بی بی آمنہ یعنی شیخ حسام الدین کی بہن اور شیخ صدرالدین عمر فاروقی کی ماں کے مکان میں مقیم ہوئے، ۹ رجب ۷۴۵ھ میں اس دارفانی سے کوچ فرما گئے

شیخ صدرالدین صدرالدین نام بن شیخ عمر، سلسلہ نسب حضرت فاروق اعظم تک پہنچتا ہے۔ وطن خاص آپ کا ملتان تھا۔ شیخ حسام الدین کے بھانجے ہیں۔ شیخ عمر اپنے اہل وعیال کے ساتھ ملتان سے ناگور تشریف لائے اور آپ کے سبب سے ناگور میں اسلام کی روشنی چمکی، راجہ کی لڑکی سے آپ نے نکاح کر لیا اور مقام ٹھٹہ متصل ناگور میں مقیم ہوئے۔ جب شیخ حسام الدین کو معلوم ہوا۔ تو اپنی بہن کو بلایا۔ بی بی آمنہ معہ اپنے لڑکے صدرالدین کے پٹن چلی آئیں ان کی اولاد آج بھی پٹن میں موجود ہے اور شیخ عبداللطف جمال اللہ خلیفہ اور متبنی حضرت قطب عالم، شیخ صدرالدین کے پوتے ہیں۔ یعنی عبداللطیف بن جمال الدین بن سراج الدین بن صدرالدین۔

سید موسیٰ دراق الحسنی الچشتی مرید اور خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے ہیں۔ پٹن تشریف لا کر مقیم ہو گئے، مقتدائے اہلِ زمان اور صاحبِ خلق وعادات تھے۔ آپ کی اولاد فی الحال اکلیسر قریب بھروچ میں مقیم ہے۔

خواجہ رکن الدین کان شکر ابوالمظفر کنیت، مودود نام، رکن الدین خطاب، کانِ شکر لقب بن علم الدین بن محمد علاؤ الدین یوسف گنج رواں بن بدرالدین سلیمان بن حضرت شیخ فریدالدین مسعود شکر گنج فاروقی مرید اور خلیفہ حضرت زاہد چشتی رح کے تھے سلطان احمد اوّل آپ کا مرید تھا۔ تمام علوم سے واقف کامل طور سے تھے۔ ۲۰ شوال ۸۴۲ھ میں وفات ہوئی

مولانا یعقوب یعقوب نام، ابو یوسف کنیت، تاج الدین خطاب، بن حضرت خواجگی علوی، قاضی زین الدین دولت آبادی چشتی کے مرید تھے۔

کشف و کرامات اور خرق عادات میں مشہور اور علوم ظاہر اور باطن سے آگاہ تھے۔ شیخ رجب کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ ۱۲ رجمادی الثانی سنہ ۸۰۰ھ میں رحلت فرمائی۔ کسی نے "معشوق فرد" سے تاریخ نکالی ہے۔

سید محمد خدا بخش سید محمد بن سید حسین، مرید حضرت سید راجو قتال اور خلیفہ حضرت قطب عالم کے تھے۔ حضرت قطب عالم کی والدہ بی بی سعادت خاتون کے ساتھ بہ حکم سید راجو قتال پٹن تشریف لائے۔ علوم ظاہری و باطنی اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ پھر اپنے پیر سے اس کی تکمیل کی۔ فقہ اور حدیث پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ خانوادہ چشتیہ سے آپ کو ارادت حاصل تھی۔ ۵ رجمادی الثانی ۸۱۷ھ میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

سید احمد مخدوم جہاں شاہ سید احمد نام، مخدوم جہاں شاہ لقب، گردیز وطن اور سلسلہ نسب موسیٰ رضا تک پہنچتا ہے ۸۰۹ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ "وارث امام" سے تاریخ نکلتی ہے[1]۔ والد کی وفات کے بعد مانک پور (لکھنؤ) سے اوچھ (سندھ) میں تشریف لائے اور حضرت راجو قتال سے مرید ہو گئے۔ کچھ دنوں قیام کر کے مکہ معظمہ کے ارادہ سے باجازت اپنے مرشد حضرت راجو قتال اُچھ سے روانہ ہو کر پٹن چلے۔ حضرت نے ایک کملی عبا (جس میں پنجتن پاک بیٹھے تھے) بطور امانت اُن کے ساتھ کر دی اور جب یہ پٹن پہنچے تو حضرت قطب عالم کو جوان دنوں اسی جگہ تھے۔ یہ عبا سپرد کی چنانچہ آج تک کہ ۱۳۱۷ھ ہے اس میں اس کا ایک ٹکڑا مولانا نور الدین کے فرزندوں کے پاس موجود ہے۔ پٹن پہنچ کر اپنے چچا سید خدا بخش کے گھر میں مقیم ہوئے۔ مخدوم عالم اسمعیل نے خواب میں دیکھا کہ حضرت سرور عالم فرماتے ہیں کہ تو اپنی لڑکی کا نکاح میرے لڑکے سید احمد سے کر دے۔ صبح کو مخدوم صاحب خود پیش قدمی کر کے سید خدا بخش کے گھر

---

[1] وارث امام سے تاریخ ۸۰۹ھ نکلتی ہے۔ اور علی سے (۱۱۰) وارث امام علی سے ۹۰۹ء ہوتا ہے۔ اس لئے سنہ ولادت ۷۹۹ھ اور وفات ۹۰۹ھ ہونا چاہیئے۔ ۱۲

تشریف لے گئے اور اپنی لڑکی کا نکاح آپ سے کر دیا۔ اور اپنے گھر آپ کو بلا لائے۔ پانچ ماہ مقیم رہ کر سید احمد صاحب مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور بارہ سال اس دیار میں مقیم رہ کر حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ اور سیاحت بیت المقدس سے فارغ ہوئے۔ پھر خواب میں آپ کو حکم ہوا کہ پٹن جاؤ۔ اور وہاں لوگوں کو ہدایت کرو۔ اور بشارت آپ کو دی کہ جو عاصی تیری صورت دیکھیگا۔ خدا اُس کو بخش دیگا۔ اور جو شخص تیری قبر پہ فاتحہ خوانی کریگا۔ اُس کی شفاعت میرے اوپر واجب ہوگی۔ اور جو کوئی تیری زیارت کریگا۔ تو بہشت اُس پر عاشق ہوگی اور بہشت میں داخل ہوگا۔ حضرت قطب عالم اور شاہ عالم آپ کی بہت عزّت کرتے تھے۔ اور شیخ الاسلام شیخ احمد بھی آپ کی بڑی تعظیم اور تکریم کرتے۔ ایک دن کسی نے پوچھا کہ آپ شیخ اسلام ہو کر ان کی اس قدر عزّت کیوں کرتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ ایک دفعہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ سید احمد صاحب سرور دو عالمؐ کے زانو پر سر رکھ کر آرام فرما رہے ہیں۔ اور مخاطب ہو کر مجھے فرمایا۔ کہ اے شیخ احمد، میں احمد ہوں، اور یہ میرا لڑکا احمد ہے۔ مَیں اس دن سے ان کی عزّت کرتا ہوں۔ کیونکہ ان کو حضرت صلعم سے بہت ہی قربت حاصل ہے۔ ۹ ذوالحجہ ۸۹۹ھ میں عالم بقا سدھارے۔ آپ کی عمر ۱۱۰ سال کی تھی، اور لفظ "علیؓ" سے مدت عمر اور "وارث امام علیؓ" سے تاریخ وفات نکلتی ہے

مولانا محمد طاہر پٹنی بوہرہ

محمد نام، مجدالدین خطاب، ابن طاہر، بوہرہ قوم میں سے، خاص پٹن کے رہنے والے تھے۔ علم وفضل میں یکتا، روزگار تھے۔ حرمین شریفین تشریف لیجا کر علوم کی وہاں کے علماء سے تکمیل کی۔ اور خصوصاً حدیث میں میں بڑا ملکہ تھا۔ شیخ علی متقی سے زیادہ صحبت رکھتے اور ان سے مرید بھی ہو گئے تھے۔ واپسی وطن پر ہموطنوں کی اصلاح پر کمر باندھی، اپنی جماعت میں جو مفاسد اور بدعت تھے اُن کو دُور کیا۔ اہلِ بدعت[1] جو خود اُن کی جماعت میں سے تھے۔ اور سنت کے درمیان

---

[1] اہلِ بدع سے مراد مہدوی فرقہ کے لوگ ہیں۔ جو اس عہد میں بڑا زور پکڑ گئے تھے۔ (بقیہ بر صفحہ ۱۳۷)

تفریق کرادی - علم حدیث میں متعدد کتابیں آپ تصنیف کیں - ان میں سے ایک کتاب مسمّٰی بہ "مجمع البحار" ایسی لکھی - جو صحاح ستہ کے شرح کو حاوی ہے - اس کے علاوہ ایک رسالہ تحریر فرمایا جس میں اسماء الرجال کی تصحیح کی ہے - "تذکرۃ الموضوعات" بھی آپ ہی کی تصنیف ہے - ان سب کے مقدمے میں آپ نے شیخ علی متقی کی بڑی تعریف اور توصیف کی ہے - اپنی عادت یہ رکھی تھی کہ بحکم اپنے شیخ کے سیاہی (روشنائی) بنایا کرتے - یہاں تک کہ وقت تعلیم بھی اس میں مشغول رہتے اور تیاری کے بعد طلبہ میں اس روشنائی کو تقسیم فرماتے -

آپ نے بدعت اور اہل بدعت کے ازالہ میں کوئی کسر باقی نہ رکھی - جن کی اس ملک میں کثرت تھی - آخر اُنہیں کے ہاتھ سے آپ نے ۶ر شوال ۹۸۶ھ میں شربت شہادت نوش فرمایا - شیخ الاسلام خاں اور اُن کی اولاد ان کے پوتوں میں سے ہے -

شیخ عبداللطیف

حضرت قطب عالمؒ کے خلیفہ تھے - اور آپ کو ہمیشہ "بارھواں لڑکا" فرمایا کرتے، ظاہر اور باطن میں آپ کمال عنایت فرماتے - پٹن سے جب آپ کی تشریف آوری کی خبر حضرت قطب عالم کو کوئی آدمی دیتا - تو اُس کے ایمان کی سلامتی کی بشارت دیتے - اور خبر دینے والا کوئی غیر مسلم ہوتا تو سونے کی زبان برابر اُس کو روپیہ عنایت فرماتے، آپ عالمِ ربانی تھے، علوم وفنون سے آگاہ - مختلف کتب کے آپ مصنف ہیں - ان میں سے متعدد کتب اس ملک میں اب بھی پائی جاتی ہیں آپ توکل کے ساتھ بسر اوقات کرتے تھے - کیونکہ کسی جگہ سے آپ کے معاش کا سامان نہ تھا اس لئے

(بقیہ صفحہ ۱۳۶) خصوصاً امراءِ پٹن اکثر مہدوی ہوگئے تھے اور اُنہیں کے ہاتھ سے اُن کی شہادت مشہور ہے لیکن اسماعیلی بوہروں کی تاریخ "سنہ رسائل اور موسم بہار" میں تحریر ہے کہ محمد طاہر پٹنی نے احمد آباد آکر اُن کے برخلاف اس قدر ہل چل مچائی کہ آخر اُس عہد کے سیدنا کو پرنچ چلا جانا پڑا اور مخفی ہوگئے - اور جب احمد آباد سے چلے گئے تو سیدنا واپس آئے - اور پھر دہلی جاتے ہوئے اسماعیلیوں نے شہید کر ڈالا - لیکن بوہروں کے دعویٰ کی تائید کسی تاریخ سے نہیں ملتی -

فاقہ کی نوبت آجاتی۔ ایک دن اہل وعیال جمع ہو کر آئے اور مجبور کر کے کہا۔ کہ جب آپ شاہی انعامات رد فرما دیتے ہیں۔ تو ہم لوگوں کا رزق آپ کے مصلے کے نیچے سے نکلنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ آنحضرت صلعم نے فقر کو اچھی طرح سمجھا۔ اور اسی لئے فرمایا۔ کہ الفقر فخری یعنی فقر میرے لئے فخر ہے۔ ہملوگ اُسی کا شانہ کے جاروب کش ہیں۔ اُن کی پیروی کرنی چاہیے۔ حالانکہ ہمارے مرشد نے متعدد بار خزائن الٰہی کے تصرف کا اختیار دیا۔ مگر ہم نے کبھی اس پر نگاہ نہ کی۔ خیر جاؤ حجرہ میں سے بقدر ضرورت لے لو۔ جب لوگ اندر حجرہ کے گئے تو دیکھا کہ جواہرات اور اشرفیوں سے بھرا ہوا ہے۔ بلکہ مٹی کے تھال جو وہاں رکھے گئے تھے وہ سب سونے کے ہیں۔ آپ کی اہلیہ نے اُن تھالوں کو اُٹھا لیا اور اپنے خرچ میں لاتی رہیں۔ چنانچہ سنہ ۱۱۸۱ھ تک تھوڑا ٹکڑا اس سونے کا اس خاندان میں باقی تھا۔ آپ کا عرس ۱۷ر رمضان کو ہوتا ہے۔

شیخ سدھن | صدر الدین نام شیخ سدھن عرف بن شیخ عبد اللطیف، آپ ولی کامل تھے۔ کرامات اور خرق عادات میں مشہور۔ آپ کی قبر اسی جگہ پٹن میں واقع ہے۔ ۹ر شعبان کو عرس ہوتا ہے۔

چہل شہید و گنج شہدار | یہ سب ایک چبوترہ پر مدفون ہیں۔ عرس آپ لوگوں کا پٹن میں ۱۸ر شعبان کو مقرر ہے۔

شیخ سلیمان | مرید شیخ فریدالدین خلیفہ شیخ نظام الدین قُدِّس سرہٗ کے تھے۔ شیخ عبد اللطیف کمال کے مقبرہ میں قلعہ پٹن کے باہر مدفون ہیں۔ عرس ۲۷ر رجب کو ہوتا ہے۔

شیخ رکن الدین مجذوب | آپ کی قبر پٹن میں شیخ حسام الدین کے روضہ کے پاس ہے۔ ۲۷ر رمضان کو عرس ہوتا ہے۔

قاضی احمد | خلیفہ حضرت گنج احمد کے ہیں، بنا احمد آباد میں منجملہ چار احمد کے ایک آپ بھی

تھے۔پٹن میں آرام فرماتے ہیں۔ ۱۰ر شوال سنہ ۸۴۲ھ میں وفات پائی۔[1]

خواجہ احمد بن محمود مرید حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے ہیں۔پٹن میں مسجد کاٹھ کے نیچے آپ کی قبر ہے۔عرس ۸ر جمادی الاوّل کو مقرر ہے۔

شیخ زین الدین خیاط آپ کی قبر پٹن میں باہر دروازہ کھڑکی کے ہے۔عرس ۱۳ر جمادی الاوّل کو ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام شیخ سراج الدین شیخ سراج الدین شیخ کمال الدین، آپ اپنے ماموں شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے مرید تھے۔آپ کی قبر نہرواڑہ کے آنا واڑا کے قریب واقع ہے۔ ۱۸ر جمادی الاوّل کو عرس ہوتا ہے۔

بابو بہلول آپ کا نام فضل اللہ، بابو بہلول عرف، صدیقی غیاث پوری ہیں۔حضرت نظام الدین اولیاکے زمانہ میں ایک مجذوب تھے۔پٹن میں آپ کی قبر ہے ۲۷ر رمضان کو عرس لوگ کرتے ہیں۔

بابا دھلیہ پٹن کے مشہور بزرگ ہیں۔قبر اسی جگہ ہے۔ ۱۰ر ذوالحجہ کو عرس ہوتا ہے۔

شاہ قاضن آپ شطاریہ طریقہ کے ہیں۔حضرت شاہ وجیہ الدین قدس سرہٗ آپ ہی کے مرید ہیں۔ ۳ر صفر سہ شنبہ کے دن سنہ ۹۲۰ھ میں انتقال فرمایا۔خان سرور تالاب[2] پر پٹن میں آرام فرماتے ہیں۔

ملک بہاؤ الدین آپ کردستان کے رہنے والے ہیں۔مخدوم شیخ حسام الدین شیخ پٹن کے ہم صحبت تھے۔پٹن میں آپ کے سرہانے قبر واقع ہے۔ ۱۸ر صفر کو عرس

---

[1] پٹن میں مزار آج تک موجود ہے شکستہ حال تھا۔حال میں ایک انجمن نے جس کے سکریٹری محمد نور قطب صاحب تھے مرمت کرائی ہے۔آسیب زدہ عورتیں اکثر جاتی ہیں۔ راقم الحروف جب مزار پر گیا۔تو اس وقت بھی ایک عورت سر دھن رہی تھی۔لوگ کہتے ہیں۔عورتیں تندرست ہوکر واپس جاتی ہیں ۱۲

[2] خان سرور گجرات کا پہلا گورنر علاؤ الدین خلجی کے وقت کا ہے۔اپنے نام سے اس تالاب کو موسوم کیا چند برس گورنر رہا۔یہ تالاب آج بھی موجود ہے۔لیکن قابلِ مرمت ہوگیا ہے۔ ۱۲

مقرر ہے۔

مولانا احمد بن محمد بن قاسم سوہی، آپ مخدوم بوہرہ کے نام سے زیادہ مشہور ہیں۔ شہر نہروالہ میں استاد کل تھے۔ اسی جگہ قبر ہے، ۲۰ر صفر کو عرس ہوتا ہے۔

بی بی ہاجرہ ہاجرہ نام، سعادت خاتون لقب۔ حضرت قطب عالم کی والدہ تھیں۔ حضرت کو ساتھ لیکر اُچھ (سندھ) سے پٹن تشریف لائیں۔ ۳۰ر ذوالحجہ کو اسی جگہ آپ کی وفات ہوئی۔

شیخ محمد خلوتی مخدوم جہانیاں کے خلیفہ ہیں۔ پٹن میں شیخ سلیمان کے روضہ سے متصل دفن کئے گئے۔ ۲۰ر ذوالحجہ کو آپ کا عرس مقرر ہے۔ آپ نے سات حج کئے محلہ پنج بارہ میں قبر ہے۔

بی بی آراں حضرت سید حسن خنگ سوار کی بہن ہیں۔ پٹن میں قبر ہے[1] صفر ۸۵۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کی بہن بی بی بچیہ کی قبر تالاب سہستر لنگ پر واقع ہے۔

فصل دسویں

ان بزرگوں کے حالات ہیں جو بمقام بیرپور احمد آباد سے ۴۰ کوس پر آرام فرماتے ہیں

قاضی محمود دریائی محمود نام بیرپور وطن، جو احمد آباد سے چالیس کوس پر واقع ہے۔ دریائی لقب، آپ کے والد قاضی حمید عرف شاہ چالندہ حضرت شاہ عالم کے مریدوں میں سے تھے اور آپ کے دادا قاضی محمد حضرت قطب عالم سے شرف ارادت رکھتے تھے۔ قاضی محمود بچپن سے ولولۂ عشق کا رکھتے تھے۔ عالم جوانی میں مقام غوثیت سے گذر کر مقام محبوبیت پر پہنچے۔ سادات بخاریہ کا خیال ہے کہ آپ شاہ شیخ جیون بن سید محمود بن قطب عالم

[1] بعض نوادر میں ان کا نام بی بی آرام تحریر کیا ہے

کے مرید تھے ۔ مگر اس کا کوئی ثبوت نہ مل سکا۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ اپنے والد کے مرید تھے ۔
جب اُن کے والد کی عمر آخر ہوئی تو قاضی محمود نے خواب میں دیکھا کہ حضرت غوث الثقلین فرماتے ہیں ۔ کہ اگرچہ میری طرح تم بھی محبوبیت کے درجہ پر پہنچ گئے ہو ۔ مگر تم اپنے والد سے مرید ہو جاؤ ۔ کہ یہ بات اہل سلسلہ کے لئے لازم ہے ۔ صبح اُٹھ کر اپنے والد سے رات کا خواب بیان کیا ۔ آپ کے والد نے فرمایا کہ مجھ کو بھی اس کی اطلاع دی گئی ہے ۔ میری زندگی بھی آخر ہوئی ۔ ایک دن مرنے سے قبل انشاء اللہ تم کو مرید کر کے خرقہ خلافت عطا کروں گا ۔ دوسروں نے جب یہ تذکرہ سُنا تو وہ بھی دست بیعت دینے کے لئے تیار ہو گئے ۔ اتفاقاً اسی دن قاضی محمود کو اُن کے لڑکوں کے ساتھ بلا کر دوسرے اُمیدواروں کو بھی طلب فرمایا ۔ پہلے قاضی کے لڑکوں کو مرید کیا ۔ اس کے بعد دوسرے لوگوں سے بیعت لی ۔ آخر میں قاضی صاحب کو مرید کر کے خرقہ خلافت عطا فرمایا ۔ اور کہا کہ میرا کام ختم ہو گیا ۔ دوسرے دن ان کا انتقال ہو گیا ۔ قاضی محمود بعد وفات اپنے والد کے مسند پر بیٹھے ۔ آپ کے خرق عادات عالم میں مشہور ہیں ۔ عالم خاک کے ساتھ عالم آب کی خدمت بھی آپ کے سپرد تھی ۔ اس لئے اکثر کشتی جب گرداب میں آجاتی اور لوگ آپ کو یاد کرتے تو گرداب موج سے نجات پا جاتی ۔ اس لئے لوگ آپ کو دریائی بھی کہنے لگے ۔
مشہور ہے ۔ کہ بچپن میں ایک دفعہ حضرت شاہ عالمؒ کے پاس آئے تو حضرت نے دیکھ کر فرمایا کہ قاضی کا شملہ بڑا لمبا ہے ۔ اس سے مراد آپ کا تبحر علمی اور فضیلت کا کمال تھا ۔ جو زبان فیض ترجمان سے نکلا اور پورا ہوا ۔ آپ کا وطن بیر پور تھا اور قصباتی فصیح زبان نہیں بول سکتے ۔ اس سبب سے حضرت شاہ عالمؒ کے عرف منجھلہ کو "منجھن میاں" کہتے تھے ۔ ایک دن حضرت کی رحلت پر چند خاص لوگوں کی مجلس روضہ میں تھی ، شاہ جیو ، سلطان مظفر حلیم وغیرہ حاضر تھے کہ اتفاقاً آپ کی زبان سے حقائق و معرفت بیان کرتے کرتے نکلا کہ میاں منجھن سے ایسا کہا ۔ ایک شخص نے اعتراض کیا کہ اے قاضی شاہ عالم نام کیوں نہیں لیتے ۔ آپ نے کہا کہ میں

قصباتی ہوں۔ فصاحت نہیں جانتا اور شاید یہ بے ادبی مری مقبول ہو گئی۔ اس نے اصرار کیا۔ کہ نہیں میاں منجھن پھر نہ کہو۔ آپ نے کہا کہ فیصلہ کی یہ صورت ہے کہ ہم سب قبر پر چلیں اور اپنے اپنے پسندیدہ نام سے پکاریں جس کا جواب ملے سمجھو کہ وہی مقبول ہے۔ غرض سلطان مظفر حلیم، شیخ جیو، قاضی محمود وغیرہ دو چار آدمی سے زیادہ نہ تھے۔ یہ سب مقبرہ میں گئے اور ہر یک نے اپنے اپنے پسندیدہ نام سے پکارا۔ کسی کا جواب نہ ملا۔ تب قاضی محمود نے رو کر کہا کہ منجھن میاں، آستانہ بوسی کے لئے تمہارا خادم محمود آیا ہے اور آپ کو پکارتا ہے۔ برائے مہربانی جواب دیں۔ اندر سے آواز آئی کہ اے محمود میں نے تیری آواز سنی اور تمہارے سلام کو قبول کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر سلام قبول ہوا۔ تو کوئی تبرک بھی عنایت کیجیے تاکہ ہم لوگ کھائیں اسی وقت کمر تک کا پیکر نمودار ہوا اور گرم گرم حلوا روٹی عنایت کیا۔ جو سب نے چکھا۔ مشہور ہے کہ عماد الملک جو امرائے گجرات میں سے تھا۔ آپ سے بے حد اعتقاد رکھتا تھا۔ ایک دفعہ مہلک مرض میں مبتلا ہو گیا۔ اور آپ سے دعا شفا کا طالب ہوا۔ آپ نے درگاہ قاضی الحاجات میں دعا کی، حکم کیا کہ اس کا وقت ختم ہو گیا۔ آپ نے اصرار فرمایا، حکم ہوا کہ اچھا تمہاری عمر میں سے بارہ برس باقی ہیں وہ تم بخش دو۔ آپ نے قبول فرما لیا۔ جب مریدوں کو یہ حال معلوم ہوا تو بہت گھبرائے اور عرض کیا کہ حضرت کی زندگی سے تمام فیوضات جاری ہیں بعد آپ کے یہ دروازہ بند ہو جائیگا اور لوگ محروم ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اب قبول کر لیا ہے۔ واپس نہیں لے سکتا۔ غرض عماد الملک تندرست ہو گیا۔ لیکن آخر عمر میں اس نے بڑی تکلیف اٹھائی۔ پس قاضی محمود کی عمر چند دن باقی تھی۔ لوگوں کو بلا کر وصیت اور ہدایت کرنے میں مشغول رہے۔ آپ پر جب غلبہ شوق ہوتا تو ہندی میں کچھ فرمایا کرتے چنانچہ مقامات ہندیہ میں تحریر ہے۔ بچپن میں احمد آباد تشریف لائے۔ سنہ ۹۲۰ھ میں اپنے وطن واپس تشریف لیگئے۔ گیارہ سال کی عمر تھی کہ طلب الٰہی کا غلبہ آپ پر ہوا۔ اور اپنے والد سے اجازت لیکر آبادی سے الگ صحرا میں ایک زاویہ میں مقیم ہوئے۔ کچھ دنوں کے بعد واپس آگئے

اپنے والد کی صحبت سے مستفیض ہوتے رہے۔ پھر واپس زاویہ ہو گئے۔ اس طرح سے ۵۵ سال تک زندگی بسر کی۔ جب آپ کی عمر ۶۶ سال کی ہوئی۔ تو ۱۲ ربیع الثانی ۹۴۱ھ میں آپ کا وقت مقرر آپہنچا۔ آپنے قوالوں کو طلب کر کے قوالی شروع کرائی آپ پر غلبہ شوق اس درجہ طاری ہوا کہ ناچتے ناچتے سجدہ میں گر پڑے اور روح پاک قفس عنصری سے آزاد ہو گئی۔

لوگ کہتے ہیں کہ بعد وفات بھی جب لوگ قوالی کراتے ہیں تو قبر سے ایک قسم کا عرق (ربانی) نکلتا ہے۔ چنانچہ اکثر بزرگوں نے یہ ماجرا دیکھ کر اپنا رومال تر کر لیا۔ حقیقت حال خدا ہی خوب واقف ہے۔ آپ کی قبر قصبہ ببرپور میں ہے۔ دور و نزدیک کے اکثر آدمی زیارت کے لئے آتے ہیں۔

فصل گیارھویں

نڑیاد کے بزرگوں کے احوال

میاں الوالک

آپ کا نام شیخ محمد، میاں الوالک لقب، نڑیاد کے قریب کسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ صاحب حال میں سے ہیں۔ اتفاقاً ان دنوں حضرت شاہ عالمؒ کا گذر اس طرف ہوا، یہ اپنے گھر کے آگے بیٹھے ساگ بنا رہے تھے۔ حضرت کو دیکھ کر پیٹھ پھیر لی۔ اور دل میں خیال کیا۔ کہ آج مجھے کوئی خطاب ملتا۔ جب حضرت شاہ عالمؒ تشریف لائے تو ذرا ٹھیر کر آپ کے نام سے پکارا۔ کوئی جواب نہ دیا، پھر بلایا، کچھ نہ بولے پھر نام لیا۔ چپ رہے۔ تب مسکرا کر ارشاد فرمایا کہ اے میاں الوالک بولتے کیوں نہیں؟ یہ فوراً کھڑے ہو گئے اور قدم بوسی حاصل کی۔ قصبہ نڑیاد کے دروازہ کے باہر احمد آباد کی سڑک پر آپ کی قبر مشہور ہے اور زیارت گاہ عام و خاص ہے۔

سید امام الدین

آپ کے والد کا نام کبیر الدین تھا۔ عراق سے ہند تشریف لا کر ہدایت خلق میں مصروف رہے۔ صاحب کرامات تھے۔ اکثر ہندو آپ کے ہاتھ پر

مشرف باسلام ہوئے۔ آپ کی قبر لاہور میں ہے۔

سید امام الدین کی اولاد اپنے نسب کے سلسلہ کو حضرت اسماعیل بن جعفر صادقؒ تک پہنچاتی ہے۔ چنانچہ اس کا سلسلہ اس طرح ہے۔ امام الدین بن سید کبیر الدین حسن بن سید صدر الدین محمود۔ بن سید شہاب الدین بن سید نصیر الدین بن سید شمس الدین بن سید صلاح الدین صالح بن سید اسلام الدین بن سید عبد المومن بن سید خالد بن سید محب الدین بن سید محمود بن سید محمد بن سید ہاشم بن سید احمد ہادی بن سید جمال مستنصر باللہ بن سید عبد المجید بن سید غالب بن سید منصور بن سید اسمٰعیل ثانی، بن سید نور الدین بن سید اسمٰعیل بن حضرت جعفر صادقؓ۔

لوگ بیان کرتے ہیں کہ بڑی جماعت سید امام الدین صاحب کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئی۔ اور یہ حال آج تک اُن کے فرزندوں میں موجود ہے۔ اور اس نو مسلم قوم کو اصطلاح میں مومنہ کہتے ہیں۔ اور یہ لوگ اس درجہ پختہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اپنی کمائی کا دسواں حصہ اُن کی درگاہ میں ان کے فرزندوں کے پاس لاتے ہیں۔ غرض کہ مال کے علاوہ جان بھی ان کی خدمت میں دیدینا بہتر سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ عہد عالمگیر کے واقعہ قوم مینہ سے جو اُن کے مرید ہیں معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ اگر دس فرزند کسی کے ہوں تو ایک فرزند بھی خدمت کے لئے لے آتے ہیں۔ اور خادموں میں شامل کر دیتے ہیں۔ آپ کے فرزند تمام گجرات اور دکن میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مریدین اپنے اپنے گھروں سے ان لوگوں تک پہنچ کر ان کی خدمت کرتے ہیں۔ چونکہ بعض ہندوانہ رسم کو اس وقت تک اُن کے فرزندوں نے اسلام کی طرف مائل کرنے کیلئے باقی رکھ چھوڑے ہیں۔ اس لئے اس ملک کے مشائخ اس طرف کم متوجہ ہیں اور اُن کے عرسوں میں بھی کم جاتے ہیں۔ سید امام الدین کی قبر موضع کرمنہ میں واقع ہے جو احمد آباد سے پانچ کوس پر ہے۔ اکثر فرزنداں آپ کے اسی جگہ رہتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک یومیہ، ماہانہ اور

لہ اصل یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے مال سے خمس اور عشر نکالتے ہیں اور یہ امام کا حق ہوتا ہے۔ اور امام نہ ہو تو نائب امام اس کا مستحق ہوتا ہے۔ کاکا عرصہ سے کوئی مسند و ہوتا ہے۔ اور تمام انتظامات اسی کے ہاتھ میں ہے۔ سنا ہے کہ آج کل اُن کی اولاد اور کاکا میں سخت اختلاف رونما ہوگیا ہے اور عدالت میں مقدمہ چل رہا ہے۔

اور سالانہ درگاہ سے وظیفہ پاتے ہیں۔ درگاہ میں چاروں طرف سے نیاز بکثرت آتی ہے۔ آنے جانے والوں کے لئے ہمیشہ لنگر جاری رہتا ہے ان کے فرزندان اور مریدین انتظام کے لئے ہمیشہ ایک ایسے شخص کو مقرر کرتے ہیں جو اہل وعیال والا نہ ہو بلکہ تجرد کی زندگی بسر کرتا ہو اور عام طور پر اس کو لوگ کاکا کہتے ہیں۔ یہ لوگ کسی کو آمد و خرچ میں دخیل اور شریک نہیں بناتے ہیں اور فضول خرچ نہیں کرتے چنانچہ ان کے مریدین اور فرزند ہمیشہ اس کے تابع رہتے ہیں۔ آپ کا عرس ۲۷ رمضان سے مقرر ہے۔ لوگ زیارت کے لئے آتے ہیں اور برکت حاصل کرتے ہیں۔

فصل بارھویں

قصبہ دھولکا

شیخ حسن خطیب شیخ حسن نام، خطیب لقب، لوگ صاحب ولایت بھی کہتے ہیں۔ حضرت نظام الدین اولیا کے خلیفہ تھے۔ جنہیں بزرگان دین کے ساتھ دھولکا میں جو احمد آباد سے دس کوس پر واقع ہے مقیم ہو گئے۔ ایک دفعہ شیخ محمد عیسیٰ جونپوری کی ملاقات کا شوق ہوا۔ تو جونپور پہنچے۔ وہاں شیخ بہاؤ الدین کو دیکھا کہ ایک نوجوان غریب آدمی ہے۔ ان کا دل اس سے متاثر ہوا۔ کیونکہ شیخ بہاؤ الدین طالب علم اور لائق آدمی تھے۔ اور شیخ کی صحبت میں ہمیشہ آمد و رفت رکھتے۔ چونکہ شیخ حسن کیمیا جانتے تھے۔ اس لئے ان سے کہا کہ تم کو میرے ساتھ جنگل میں چلنا چاہیے۔ چنانچہ اُن کے ساتھ وہ گئے۔ کیمیائی عمل سے سونا تیار کر کے بہاؤ الدین کو دیا۔ کہ اس کو مصرف میں لاؤ اور جب ضرورت ہو تو مجھ سے کہنا۔ پھر میں تم کو دونگا۔ شیخ بہاؤ الدین نے کہا۔ کہ مجھ کو اس کی تو مطلق حاجت نہیں تھی۔ میں تو کسی اور کیمیا کا منتظر تھا۔ اس بات سے شیخ حسن بہت خوش ہوئے اور اُن کی باطنی تربیت میں مشغول ہو گئے۔ آخر شیخ عیسیٰ سے رخصت کا وقت آگیا۔ اور دھولکا کی طرف لوٹنے

لگے۔ تو بہاؤالدین نے ان کا دامن پکڑا۔ کہ حضرت ہم کو مرید بنا کر جائیے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری تقدیر میں میری صحبت اسی قدر تھی۔ اور تمہارا پیر نوشہر میں موجود ہے۔ چنانچہ عرصہ تک شیخ عیسیٰ کی خدمت کر کے ان سے مرید ہو گئے۔ شیخ حسن کا روضہ دھولکا میں پر فضا جگہ پر ہے۔ ۲ ذوالعقدہ سے چار پانچ روز تک آپ کا عرس ہوتا ہے۔

قصبہ منگلور

سید سکندر | سید سکندر بن سید مسعود منگلوری خلیفہ حضرت مخدوم جہانیاں کے ہیں۔ قبر آپ کی منگلور میں واقع ہے۔ ۱۱ ربیع الثانی کو آپ کا عرس مقرر ہے۔[1]

قصبہ بھڑیاد

سید محمود شہید | آپ کا روضہ قصبہ بھڑیاد میں واقع ہے۔ لوگ نزدیک اور دُور سے زیارت کے لئے آتے ہیں۔ اور اپنی مراد کو پہنچتے ہیں۔ آپ کا عرس ۱۳ رجب کو ہوتا ہے۔

قصبہ اونہ دیلواڑا

مولانا شمس الدین | قصبہ اونہ ضلع سورٹھ میں آرام فرماتے ہیں۔ یکم رمضان ۸۶۴ھ میں عالم جاودانی کو کوچ فرما گئے۔

قصبہ وڈھوال

چہل شہید | یہ کل وڈھوال میں آرام فرماتے ہیں۔ ۱۸ شعبان کو لوگ عرس کرتے ہیں۔

---

[1] سید سکندر بن مسعود کی ولادت ۷۵۰ھ میں ہوئی۔ ترمذ کے رہنے والے تھے۔ بچپن میں مخدوم جہانیاں کی خدمت میں بمقام ٹھٹھہ (سندھ) پہنچے۔ اور انہیں سے فیوضات حاصل کئے۔ مرشد نے خلافت عطا کر کے منگلور (کاٹھیاواڑ) ہدایت کے لئے روانہ کیا۔ آپ دہلی سے ملک عزیز الدین یحییٰ اعظم الملک بن آرام شاہ کے ساتھ منگلور پہنچے یہ فیروز شاہ تغلق کا عہد تھا، سخت جنگ کے بعد راجہ مارا گیا اور منگلور مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ آپ اسی جگہ مقیم ہو گئے خانقاہ کیلئے مخدوم پورہ گاؤں آپ کو دیا گیا۔ جو آج تک آپ کے خاندان کے قبضہ میں ہے آپ کی قبر زیارت گاہ عام ہے۔ راقم الحروف جب منگلور گیا تو خانقاہ میں بہت سے تبرکات کے دیدار سے مشرف ہوا۔ اس کا مفصل حال میں نے اپنی تاریخ گجرات جلد اول میں تحریر کیا ہے۔ ۸۲۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ سالانہ عرس ہوتا ہے۔

بندر کھنبائت

شاہ بابو چشتی شاہ بابو بن شیخ عمر صاحب کرامات اور خرق عادات تھے۔ آپ کا فضل و کمال، بزرگی وولایت مشہور ہے۔ ۲۵ ذی الحج ۱۰۸۰ھ میں وفات پائی آپ کا روضہ بندر کھنبائت میں ہے۔ لوگ زیارت کرتے ہیں اور برکت حاصل کرتے ہیں۔

قاضی نورالدین قاضی نورالدین صوفی، جو حضورؒ کے نام سے مشہور تھے کھنبائت میں مزار ہے۔ ۲۵ جمادی الاول آپ کے عرس کا دن ہے۔

مولانا میاں آپ کی قبر بندر کھنبائت میں ہے۔ یکم جمادی الثانی کو عرس ہوتا ہے۔

نوٹ:- واضح ہو کہ بندر کھنبائت ایک پرانی آبادی ہے اور بزرگانِ دین بے شمار قدیم ایام سے آج تک وہاں آرام فرما رہے ہیں۔ ان تمام لوگوں کا حال لکھنا ایک مشکل کام ہے۔ کیونکہ کتنے ایسے ہیں جن کے حالات سے آگاہی نہیں ہوئی۔ جو کچھ معلوم ہو سکا۔ وہ لکھ دیا گیا۔

فصل تیرھویں

بندر بھروچ

سید شرف الدین مشہدی شرف الدین بن سید علاؤ الدین مشہدی، حضرت مخدوم جہانیاں کے مرید اور خلیفہ تھے۔ رشتہ دامادی بھی رکھتے تھے آپ نے سیاحت بہت کی۔ آپ کو حضرت مخدوم نے ایک مسواک دے رکھی تھی۔ کہ جہاں منزل کرو۔ اس کو زمین میں لگا دو۔ جس جگہ اس میں سبزی ہو جائے اسی جگہ تم مقیم ہو جانا۔ چنانچہ بھروچ میں سبز ہو جانے کے سبب مستقل طور پر مقیم ہو گئے۔ اور لوگوں کو ہدایت فرمانے لگے۔ ۱۸ رجب ۸۰۰ھ بروز یکشنبہ درمیان ظہر اور عصر کے آپ کی وفات ہوئی آپ کا روضہ بھروچ

سے ایک کوس پر احمد آباد کی سڑک پہ واقع ہے۔ آپ کی اولاد بھروچ اور احمد آباد میں موجود ہے۔ روضہ کے خرچ کے لئے پورہ اور یک گاؤں مقرر (وقف) ہے۔

مولانا غیاث بھروچی	خدا کے خاص بندوں میں سے تھے، لوگوں کو ہر طرح فائدہ پہنچانا آپ کا بڑا کام تھا۔ جس شخص کو جس چیز کی ضرورت ہوتی۔ لوگوں کو خبر

کرتے۔ خود اپنے گھر میں ہر قسم کی چیز، مثلاً نقد، کھانا، کپڑا، دوا، کتاب، آلات سب جمع رکھتے، عالم، عامل اور متقی تھے، شیخ عبدالوہاب نے ایک دفعہ خواب میں حضرت صلعم سے پوچھا۔ کہ اس زمانہ میں افضل آدمی کون ہے۔ فرمایا۔ میاں غیاث، پھر تمہارا استاد علی متقی پھر محمد طاہر۔ یکم رجب کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

مولانا شیخ محمد	محمد بن احمد شہیہ، استاد بھروچ کے نام سے مشہور رہیں۔ نئے دروازہ والے محلہ میں آرام فرماتے ہیں۔ ۲ ربیع الثانی میں عرس ہوتا ہے۔
بندگی مولانا بدر قوام	آپ قاضی کمال الدین نہروالی کے بھائی ہیں۔ بھروچ میں قبر ہے۔ دس جمادی الاول کو آپ کا عرس مقرر ہے۔
شیخ مبارک	آپ شیخ بہاؤ الدین جونپوری کے خلیفہ ہیں۔ قبر شریف بھروچ میں ہے۔ ۱۳ ر جمادی الاول کو عرس کیا جاتا ہے۔
سید محمد	آپ کے والد کا نام سید زین الدین ہے۔ اسی شہر میں قبر ہے۔ تاریخ عرس ۱۲ ر جمادی الاول ہے
قاضی علم الدین	آپ بھروچ میں سوتے ہیں (مدفون ہیں) ۵ رجب کو لوگ عرس کرتے ہیں۔
بابا غور بابا احلبش	بھروچ کے پاس ایک گاؤں "ہمود" میں آپ کی قبر ہے۔ ۱۵ ر رجب کو آپ کا عرس مناتے ہیں۔
شیخ محمد	آپ کو لوگ کاٹھی پہاڑ[1] کہتے تھے، ۲۱ ر شعبان کو مقرر ہے۔
شیخ موسٰی شیخ عیسٰی	ان دونوں کو لوگ چرخی کہتے تھے[2] بھروچ میں مدفون ہیں۔

[1] کاٹھ ۔۔۔ ہونے والے ہوں گے۔

۲۲ شعبان کو عرس ہوتا ہے۔

شیخ امین الرحمٰن
باپ کا نام سید کمال الدین صفی، بھروچ کے رہنے والے تھے۔ ۱۳
رمضان المبارک کو عرس کیا جاتا ہے۔

مولانا عطا
آپ حافظ اکے نام سے زیادہ مشہور ہیں۔ بھروچ میں وفات پائی اور اسی
جگہ قبر ہے۔ ۸ شوال کو عرس لوگ کرتے ہیں۔

سید کمال الدین
بھروچ میں مدفون ہیں۔ ۵ شوال کو عرس منایا جاتا ہے۔

عبداللہ عیدروسی
سید عبداللہ نام، مشہور بہ عیدروسی، بن شریف شیخ عیدروسی
جو احمد آباد میں مدفون ہیں۔ آپ کا روضہ اندرون قلعہ بھروچ ہے

شیخ حسن
آپ سرمست کے نام سے مشہور ہیں اور شیخ عزیز اللہ متوکل علی اللہ جو احمد آباد
میں آرام فرماتے ہیں۔ ان کے تیسرے لڑکے شیخ حسن سرمست ہیں۔ آپ دریار
معرفت کے غواص تھے، جذب کی حالت آپ پر طاری تھی، نماز میں آپ بے ہوش ہو جاتے
سلام کے وقت ذرا دیر کے لئے ہوش آجاتا۔ بھروچ میں آپ آرام فرماتے ہیں۔

باباگنج ریحاں
بھروچ میں قبر ہے۔ ۲ شعبان کو عرس ہوتا ہے[1]۔

پیر چھتر
آپ کا کوئی حال معلوم نہیں ہے۔ لیکن ایک خرق عادت آج تک جاری
ہے جس کو سارا عالم مشاہدہ کرتا ہے۔ یعنی قبر شریف کے تعویذ میں ایک بالشت
کے قریب پانی بھرا رہتا ہے۔ ہزاروں آدمی اس کو پیتے ہیں مگر کم نہیں ہوتا[2]۔ خدا ہی جانتا
ہے کہ کیا بھید ہے۔ قبر شریف بھروچ میں ہے۔

---

[1] آپ کا مزار جگیردہ پہ ہے۔ جو ایک پُر فضا مقام ہے۔ اس کے ساتھ ہی نیچے "چنگیز خاں" کی قبر ہے
جو مظفر ثالث کے عہد کا مشہور بہادر امیر تھا۔ راقم الحروف نے جب اُس کو دیکھا تو بڑا افسوس کیا۔ بے مرمت
شکستہ حالت میں ہے۔ چاروں طرف زراعتی زمین ہے۔ شہر سے دُور ریلوے لائن سے تھوڑے فاصلہ پہ
واقع ہے۔ چنگیز خاں اور اُس کا باپ عماد الملک آپ کا بڑا معتقد تھا۔ کہتے ہیں کہ آپ راجے کرن کے عہد میں
آئے تھے اور راجہ کی بہن کو مسلمان بنالیا تھا۔ [2] راقم الحروف نے جب اس قبر کی زیارت کی تو یہ وصف نہ پایا۔

مخدوم شیخ نصیر جمال آپ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے نسب سے ہیں۔ اپنے وقت کے قطب تھے ہزاروں آدمی آپ سے فیضیاب ہوئے، نوساری متعلق سورت آپ کی خوابگاہ ہے۔ ۱۰ ار شعبان میں عرس ہوتا ہے۔

شیخ فضل اللہ نوساری میں آرام گاہ ہے۔ عرس کا دن ۲ ر جمادی الثانی ہے۔

سید سیف اللہ رفاعی سورت کے قریب وائز میں سوتے ہیں۔ ۵ رجمادی الاول ۱۱۶۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

سید محمد عیدروسی آپ کے والد سید عبداللہ عیدروسی بھروچی ہیں۔ سورت میں آپ کی قبر ہے۔ ۱۷ ر ذوالحجہ کو عرس کرتے ہیں۔

سید سعد اللہ عالم بے بدل، فاضل اکمل، جامع معقول و منقول تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ سورت میں قبر ہے۔ ۲۷ ر جمادی الاول ۱۱۳۸ھ میں رحلت فرما گئے۔

بابا پیاری ان کا کچھ صحیح حال معلوم نہ ہو سکا۔ دریائے نربدا کے کنارے گنبدِ مقبرہ موجود ہے بابا پیاری کے نام سے اس ملک میں یہ مشہور ہیں۔

ارجن شاہ احمد آباد سے تیس کوس پر قصبہ پٹلاد میں آرام فرماتے ہیں۔ آپ کے حالات مختلف قسم کے عوام میں مشہور ہیں۔

باب چوتھا
احمد آباد کے باشندے

سلاطینِ گجرات کے وقت سے متفرق اوقات میں مختلف فرقے کے لوگ گجرات میں آکر آباد ہوئے، علماء، مشائخ، سادات، شریف و نجیب اشخاص عرب، عجم، روم شام، ہند

سے جو آئے، ان کے علاوہ ہر قسم کے پیشہ ور کاریگر، اور تجار تری و خشکی سے شاہانِ وقت کی رعیت پروری اور انصاف کا شہرہ سن کر اس ملک میں داخل ہوئے۔ وہ سب اسی جگہ رہ پڑے بادشاہوں کی قدر دانی سے اُن کو جاگیریں ملیں گذر معاش کے لئے گاؤں کے گاؤں وقف کئے گئے۔ پھر دہلی سے جو ناظم یہاں وارد ہوئے۔ اُن کے ساتھ فوجیوں کی جو تعداد یہاں آتی رہی اکثر لوگ اسی جگہ مقیم ہو گئے۔ ان لوگوں نے تجارت، زراعت، اور صنعت سے دولت حاصل کی، بڑے بڑے عالیشان مکانات، دلکشا باغات تعمیر کرائے۔ پھر اُن کی اولاد در اولاد سے آبادی میں اضافہ ہوا، جن میں سے بعض اب تک موجود ہیں۔ اور بعض انقلابِ زمانہ سے تباہ ہو گئے۔ ان سب کے حالات تفصیل سے لکھنا بہت مشکل ہے۔ اور اُن مسلمانوں کا خاندان جو گاؤں اور قصبوں میں باپ دادوں سے آباد ہو گئے ہیں۔ جیسے قریشی، جو ٹھاسرہ جندرائن، اونچہ وغیرہ میں ہیں بہ ظاہر عہدِ سلاطین گجرات سے جاگیردار ہیں۔ اس لئے بناء احمد آباد کے بعد جو لوگ آکر آباد ہوئے اور مشہور خاندانوں میں شمار ان کا ہے۔ ان کے حال لکھنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ بعض لوگ اپنے اپنے قصبوں کے نام سے بھی مشہور ہوئے، جیسے دلیساول کہ درحقیقت وہ "دلیسہ" ضلع پٹن کے رہنے والے ہیں۔ باشندگانِ شہر کی تقسیم دو قوموں میں ہو سکتی ہے۔ جن کی آبادی کثیر اور بڑی تعداد میں ہیں۔ اول مسلمان۔ دوم ہنود (ہندو)۔ مسلمانوں میں سے سنیوں کا حال اُوپر گذرا، اور شیعوں میں بوہرہ قوم اس ملک میں ممتاز ہے۔

فصل اوّل

بوہرہ قوم عرب وعجم، ہند، سندھ کے جن جن شہروں میں یہ لوگ بغرضِ تجارت گئے۔ مقیم ہو گئے، لیکن دراصل وہ گجراتی ہیں[1]۔ ان کے اسلام لانے اور بوہرہ

[1] مصنف کا یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ ان میں سے بعض مصر اور بعض یمن کے علاوہ مکہ، مدینہ، طائف سے بھی آکر آباد ہوئے۔ البتہ کثیر تعداد گجراتیوں کی ہے۔ راقم الحروف نے ایک مستقل کتاب "تاریخ بوہرہ" کے نام سے تحریر کی ہے ناظرین ان کا مفصل حال اس سے معلوم کر سکتے ہیں۔

کیے جانے کے متعلق مختلف افواہیں ہیں۔ لیکن اعتماد کے قابل یہ روایت ہے کہ ایک صاحب علم اور فاضل ملا محمد علی[۱] نامی کھنبائت میں تشریف لائے۔ ان کو عوام پیر پٹھان کہتے تھے۔ جن کا مزار آج بھی کھنبائت میں موجود ہے[۲]۔ اور بوہروں کی چھوٹی جماعت[۳] اطراف ملک سے زیارت کے لئے آتی ہے۔ جس وقت ملا صاحب تشریف لائے تھے کھنبائت گجرات کا بہت بڑا شہر تھا اور گجراتی اسلام سے ناواقف تھے اور ان کا مرشد ایک پجاری تھا۔ تمام ہندو اس پر اعتماد اور اعتقاد رکھتے تھے۔ مجبوراً ملا صاحب نے یہ تدبیر کی کہ اس کے مرید ہو گئے اور چند سال اس کے ساتھ رہ کر اس کی زبان حاصل کی۔ پھر اُن کی کتابوں کا بغور مطالعہ کیا۔ جب اس مذہب پر کامل عبور ہو گیا۔ تو اس کو دلائل قطعی عقلی اور نقلی سے اسلام پر مائل کیا۔ اس کو دیکھ کر اس کے دوسرے مریدین جو خواص بین سے تھے، وہ بھی اسلام سے مشرف ہوئے۔ آخر یہ خبر وزیر راجہ[۵] کو ملی وہ بھی حاضر خدمت ہوا اور اپنے مرشد کی پیروی میں مسلمان ہو گیا لیکن عرصہ تک یہ لوگ راجہ کے خوف سے اس کا اظہار نہ کر سکے۔ آخر ایک دن راجہ کو وزیر کا اسلام کا لانا معلوم ہو گیا۔ چنانچہ ایک دفعہ اچانک وزیر کے گھر راجہ ایسے وقت پہنچا۔ کہ نماز میں مشغول تھا۔ راجہ نے اس کو رکوع اور سجود کرتے دیکھا۔ تو دل میں رنجیدہ ہوا۔ فراغت نماز کے بعد دریافت پر وزیر نے کہا۔ کہ ایک سانپ آگیا تھا میں اسی کو اٹھ بیٹھ کر دیکھ رہا تھا۔ راجہ نے گھر کے کونہ کی تلاشی لی تو واقعی ایک سانپ نکلا۔ راجہ کی بدگمانی دور ہوئی۔ آخر کچھ عرصہ کے بعد راجہ خود بھی مسلمان ہو گیا۔ اور فوائد عامہ کے خیال سے اپنا مذہب پوشیدہ رکھا۔ اور جب اُس کی وفات کا وقت آیا تو اُس نے وصیت کی کہ مجھے ہندوؤں کے مرگھٹ میں نہ جلائیں۔ بلکہ مسلمانوں کی طرح دفن کریں[۶]۔ چونکہ ملا صاحب شیعہ مذہب کے

[۱] یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ پہلا مبلغ داعی سید احمد آئے ہیں۔ [۲] موسوم ہمارہ کوکب فلک [۳] آج بھی یہ مزار موجود ہے اور راقم الحروف نے بچشم خود جا کر دیکھا ہے۔ اچھی حالت میں ہے اور ایک کمیٹی کے زیر انتظام ہے۔ محرم کی ستائیس کو وفات ہوئی تھی اور عرس ہوتا ہے۔ [۴] بوہروں کو بڑی جماعت کہتے ہیں۔ [۵] اس کا نام بھارمل اور وزیر کا تارمل تھا۔ ان دونوں کے خاندان کے لوگ آج تک موجود ہیں۔ موجودہ سیدنا محمد طاہر سیف الدین تارمل خاندان سے ہیں۔ [۶] مسلمانوں نے راجہ کے محل کے صحن میں اس کو دفن کر دیا اور قبر کو زمین کے برابر کر دیا۔ اور نشان کی جگہ کچھ پھول رکھ دئے اور لوگوں سے کہا کہ [illegible]

تھے۔ اس لئے یہ سب بھی شیعہ ہی رہے۔ اور پٹن دارالسلطنت ہونے کی وجہ سے بوہروں کی بڑی تعداد یہاں جمع ہوگئی۔ جب مظفر شاہ دہلی سے گجرات پہنچا۔ تو اُس کے ساتھ سنیوں کی بڑی تعداد ساتھ آئی۔ ان لوگوں نے صلح و جبر ہر طرح سے سُنّی بنانے کی کوشش کی۔ چنانچہ پٹن، اُس کے قصبات، گاؤں اور اطراف کے لوگ سب سُنی ہو گئے۔ لیکن دور دراز مقامات کے لوگ اپنے اصلی مذہب پر باقی رہے۔ اور مدت دراز تک باوجود اختلاف مذہب کے آپس میں شادی بیاہ کی رسم جاری تھی۔ یہاں تک کہ حضرت سید جعفر شیرازی نے جن کی قبر استوریہ میں ہے۔ اس اتحاد کے رسمہ کو بھی کاٹ ڈالا۔ اور ہر قسم کا لین دین بند ہو گیا۔ اس وقت سے سنی بوہرے بڑی جماعت اور شیعہ چھوٹی جماعت کے نام سے لوگوں میں مشہور ہوئے۔ شیعہ بوہروں میں ہمیشہ ایک قابل، لائق، فاضل آدمی کو اپنا مُلّا (پیشوا) بناتے ہیں[۱]۔ وہ ہر قسم کی مذہبی تعلیم ان کو دیتا ہے۔ زکوٰۃ اور خمس لوگ اپنے سردار یا نائب سردار کو ادا کرتے ہیں جو سادات مدینہ اور فقرا قوم پر تقسیم کرتے ہیں۔ اکثر ان میں سے نیک اور صلح پسند ہیں۔ اور مذہب شیعہ اثنا عشری کا رکھتے ہیں[۳]۔ اور چند نامعلوم اسباب کی بنا پر سات فرقے میں تقسیم ہو گئے ہیں[۴]۔ (۱) داؤدیہ (۲) سلیمانیہ (۳) علیہ (۴) زیدیہ (۵) ہجومیہ (۶) اسماعیلیہ (۷) نزاتیہ

---

[۱] یہ لوگ اسماعیلی شیعہ ہیں۔ یعنی سادات امام جعفر صادق تک مانتے ہیں۔ موسیٰ کاظمؒ کو نہیں مانتے، بلکہ امامت کا سلسلہ جعفر صادقؒ کے دوسرے لڑکے سیدنا اسماعیل سے لیتے ہیں۔ [۲] اس کا لقب داعی مطلق ہے جو نائب امام مانا جاتا ہے۔ [۳] مصنف کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔ یہ لوگ اثنا عشریہ شیعہ نہیں ہیں۔
[۴] مصنف کو اس جگہ بھی غلط فہمی ہو گئی ہے۔ مندرجہ ذیل نقشے سے فرقوں کا حال معلوم ہوگا:۔

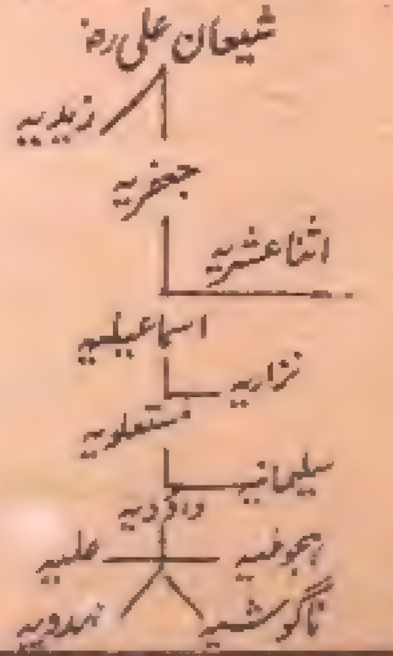

متفرق فرقوں میں منقسم ہونے کے اسباب یہ ہوئے کہ بعض امام یا نائب امام (داعی) کی وفات پر دو گروہ ہو گئے۔ اور ہر شخص نے اپنا اپنا گروہ الگ بنایا۔ اختلاف کرنے والے حضرات کے نام سے ان کا فرقہ مشہور ہوا۔ جیسے شیخ سلیمان سے سلیمانیہ، سیدنا داؤد بن قطب شاہ سے داؤدیہ، شیخ علی سے علیہ وغیرہ وغیرہ۔

اور جو لوگ سید امام الدین جن کا مزار موضع گرمتہ میں ہے۔ (جس کو آج کل پیرانہ کہتے ہیں) کی پیروی سے اس مذہب میں داخل ہوئے۔ ان کا قلیل حصہ اس وقت اپنے اصل مذہب پر ہے[1] اور چونکہ ان لوگوں پر رافضی ہونے کی تہمت لگائی گئی۔ جو عوام کے مذہب سے خلاف تھا اس سبب سے بارہا ان کو گرفتار، قید بند کیا گیا۔ جیسا کہ خلد مکاں کے حالات میں اس کا ذکر بہ تفصیل گذرا۔ بدیں سبب یہ لوگ اپنی کتابیں کسی کو نہیں دکھلاتے ہیں اور نہ اپنے حالات سے کسی کو آگاہ کرتے ہیں۔ بہر حال جیسا کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے۔ اگر سب نہیں تو اکثر لوگ خروج اشعل سے جس کو ہندو پروی کہتے ہیں۔ مہینہ کی پہلی تاریخ شمار کرتے ہیں۔ جو چاند دکھلائی دینے سے ایک دن یا دو دن پہلے ہوتا ہے۔ اس طرح ماہ رمضان کا روضہ عام مسلمانوں سے ایک یا دو دن پہلے شروع کر دیتے ہیں اور پورے دن تیس دن ختم کر کے ۲۸ یا ۲۹ رمضان کو عید کر لیتے ہیں۔ اسی لئے اواخر شعبان میں بہ عہد خلد مکاں ان لوگوں کو طلب کر کے کھانے پینے پر مجبور کیا۔ اور آخری رمضان میں جبراً ان سے روزے رکھوائے۔ تعلیم کے لئے معلم اور نماز کے لئے سنی امام مسجد میں مقرر کر دئے گئے[2]

اور بوہرہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ہندوؤں میں برہمن اور بنیہ ابھی تک موجود ہیں۔ جو بوہرہ کہلاتے ہیں۔ چونکہ ملّا محمد علی کے ہاتھوں جو لوگ ایمان لائے، وہ سب اسی قوم کے تھے، یا سب سے اوّل جو بجاری (برہمن) مسلمان ہوا تھا، وہ اسی بوہرہ قوم کا تھا۔ اس لئے یہ سب اسی بوہرہ کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ اس کے علاوہ اور افواہیں قابل یقین نہیں ہیں۔

---

[1] درحقیقت یہ فرقہ اسماعیلیہ نزاریہ سے تعلق رکھتا ہے۔ جو سندھ ملتان سے احمد آباد تک آئے۔

[2] لیکن جب دشمنوں کی لگائی ہوئی باتوں کی حقیقت شاہ عالم کو معلوم ہوئی۔ تو ان قیود سے فوراً آزاد کر دیا۔ کیونکہ عالمگیر کے عہد میں ہزاروں رافضی (شیعہ) ہر جگہ میں موجود تھے۔ اس نے ہند میں کسی شیعہ کو سُنی طریقہ پر رہنے کے لئے مجبور نہیں کیا۔ پھر خصوصیت سے ان بوہروں کو اس طرح کی تکلیف دینے کا کیا سبب؟ بات یہ ہے کہ داؤدی بوہروں کے سخت ترین مخالف سلیمانی تھے، یہ لوگ حکام رس تھے غلط افواہیں اور غلط رپورٹیں سرکار تک پہنچا کر ان کو تکلیف میں مبتلا کر دیتے اور طامع حکام رشوت کے خیال سے جلد اس پر عمل کرتے۔

فصل دوسری

ہندو قوم

مختلف قوموں۔ متعدد پیشوں اور متفرق مقاموں کے رہنے والوں کو ہندو کہتے ہیں۔ جیسے برہمن۔ سیورہ۔ کھتری، راجپوت، بنیا، کانت، کنبی۔ کولی، سونار لوہار، حجام، بڑھئی۔ جولاہا، درزی، رنگریز، حلال خور جس کو ڈھیڑ بھی کہتے ہیں۔ یہ سب ہندو کہلاتے ہیں۔ ان میں سے اکثر اس ملک کے اصلی باشندے اور کچھ لوگ باہر سے بھی آکر آباد ہوگئے ہیں۔ پھر ان میں مدت مدید گزرنے پر متعدد وجوہ کے سبب سے اصل و نسل میں اختلاف پڑ جانے سے یہ لوگ مختلف گروہوں میں تقسیم ہوگئے اور شاخ در شاخ ہو کر ایک دوسرے سے دور جا پڑے۔ چنانچہ برہمنوں کا گروہ کہ جس سے بڑھ کر ان میں کوئی قوم نہیں ہوتی، رگوید، یجروید، سام وید، اتھروید ان چار ویدوں کی پیروی کی مناسبت سے شروع میں چار گروہ ان کے مقرر ہوئے۔ اب دیکھو تو کس قدر فرقے نکل آئے ہیں۔ اسی پر دوسروں کو قیاس کرنا چاہیے۔ اسی طرح بعضے جو بیس پشت نجیب الطرفین رہے ہوں۔ اُن کو "بیسہ" اور دس والے کو "دسہ" اور پانچ کو "پانچہ" کہتے ہیں۔ اور اس کے آدھے والے کو "اڑھیہ" بولتے ہیں۔ اور جو لوگ کسی بُرائی کے مرتکب ہوں تو ان کو برادری سے باہر کر دیتے ہیں۔ اگر توبہ کر کے مذہب کے موافق کفارہ (ڈنڈ) ادا کرے تو واپس لے لیتے ہیں۔ ورنہ برادری باہر اور اُن کو "باڈ" کہتے ہیں۔ کھتری، کائتھ اور بقالوں میں اس کا رواج زیادہ ہے۔ بس ان تمام لوگوں کے حالات بہ تفصیل نہایت دشوار ہے۔ اس لئے صرف برہمن سیوڑہ، بقال، میری، اور شراوک لوگوں کا جن کی تعداد اس ملک میں زیادہ ہے مختصر حال لکھا جاتا ہے۔

ابوالفضل نے آئینِ اکبری میں لکھا ہے براہمن جس کو عوام برہمن کہتے ہیں۔ دراصل برہما جو خالق کائنات ہے کے منہ سے پیدا ہوا۔ چاروں وید کے لحاظ سے یہ چار فرقے ہیں۔

ہر فرقہ اپنی اپنی کتاب پڑھتا ہے۔ پھر ان میں سے لوگ جگہ اور پیشہ کے اعتبار سے مختلف شاخوں میں تقسیم ہو گئے۔ جن کا شمار بیان سے باہر ہے۔ لیکن ان میں سے سات مہا پرش کے سبب سات ذاتیں معزز اور معتبر مانی جاتی ہیں۔

(۱) کشیپ ؏ (۲) بھاردواج (۳) بشوامتر (۴) گوتم (۵) انگرا (۶) پلستی (۷) اَتْرِ (ان کو ست رشی کہتے ہیں)

پھر ان میں سے ہزاروں ذاتیں نکلیں۔ بات یہ ہے کہ ان کے خاندان میں جو آدمی بھی نیک چال چلن کا نکلا اور دو چار خاندانی اصول بتا کر کے اس پر عملدر آمد کرنے لگا بعد کے لوگ اسی کے نام سے ایک ذات یا خاندان شروع کر دیتے تھے۔ اس طرح کی ذات کو "کُل" یا "گوتر" کہتے ہیں۔ خاندانی قانون یہ ہے کہ ایک لڑکا اور لڑکی ایک ہی گوت سے ہو تو نکاح حرام ہے۔ البتہ اگر گوت بدل جائے تو جائز ہے۔ برہمن ایسے لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل نہیں کرتے جو غیر مذہب کے ہوں اور تبدیل مذہب کر کے ہندو بن جانا چاہتے ہوں [۱]۔ اسی طرح جو مذہب کے خلاف کام کرے اُس کو اپنے سے علیحدہ کر دیتے ہیں اور جو ہندو مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب قبول کر لے اور پھر ہندو مذہب میں واپس آنا چاہئے تو برہمن اُس کو بھی اپنے مذہب میں عام طور سے داخل نہیں کرتے ہیں۔

اس مذہب میں زندگی بسر کرنے کے چار اصول ہیں۔ (۱) برہم چریہ ؎ یعنی شادی نہ کرے۔ اور علم و ہنر حاصل کرنے میں مصروف رہے۔ (۲) گرہست یعنی شادی کر کے دنیاوی امور انجام دیتے ہیں (۳) وان پرست یعنی جب ادھیڑ عمر کا ہو جائے اور کوئی لڑکا ہو تو

؏ اس کو گا "شیئپ" پڑھو ؏ اس کو پولستی۔ ؎ اصل لفظ برہم چریہ

[۱] زمانہ حال میں بمقام کاٹھیاواڑ سوامی دیانند سرسوتی نامی ایک شخص پیدا ہوا۔ اس نے ایک الگ فرقہ اپنا تیار کیا اور اس کا نام آریہ سماج رکھا۔ یہ ہندوؤں کا اصلاحی فرقہ ہے۔ وید کو تو مانتا ہے مگر پوران کا انکاری ہے۔ اس فرقے کے لوگ دوسرے مذہب والوں کو شدھ (پاک) کر کے اپنے مذہب میں داخل کرتے ہیں۔ شادی بھی دوسرے عقیدہ رکھنے والے ہندو سے کر لیتے ہیں۔ بیوہ عورتوں کا دوسرا نکاح بھی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس فرقہ کا اصلی مرکز پنجاب ہے مگر ہر صوبہ میں ان کی سوسائٹی موجود ہے۔ اسی طرح بنگال میں برہمو سماج ہے۔ جو ویدوں کو نہیں مانتے اور آریوں کی طرح چھوت چھات کے بھی قائل نہیں۔ اور انہیں کی طرح توحید کے قائل ہیں اور شادی بھی ہر ہندو سے کر لیتے ہیں۔

تو ترکِ تعلقات کر کے اپنی اہلیہ سمیت جنگل کو نکل جائے اور عبادتِ الٰہی میں مشغول رہے اور پھلوں پر گذارا کرے (۴) سنیاسی یعنی ہر چیز سے دست بردار ہو کر عبادت اور ریاضت میں ہمہ تن معروف رہے۔

اس ملک میں ایک ہی ذات کے لوگ اپنے اپنے وطن کی طرف منسوب ہو کر بھی الگ الگ ذات ہو گئے ہیں۔ مثلاً ایک ناگر بڈھ نگری، بیسل نگری، ساتھودری کہلائیگا اس طرح سے ان کی تعداد تو بیشمار ہے۔ مگر میں اس وقت ان مشہور ذاتوں کو لکھوں گا۔ جو عام طور پر مشہور اور مستند مانے جاتے ہیں۔ یہ تعداد میں ۸۴ ہیں۔

فصل تیسری

برہمنوں کی ۸۴ ذاتوں کے نام

(۱) ناگر، بڈنگر کے رہنے والوں کو بڈنگری کہتے ہیں۔ (ب) بیسل نگر کے ناگر بیسل نگری کہے جاتے ہیں (ج) ساٹھودرہ کے ناگر لوگ ساتھودری کہلاتے ہیں۔ اس طرح کرشن نورا کشنورہ = دیشورہ[1] اور چتروڈہ ہے۔

(۲) اَودِیچ = ان میں تین گوت ہیں۔ (۱) سہسر (۲) مالوی (۳) ٹولکیہ

(۳) موڈھا = اس میں چھ گوت ہیں (۱) تریویدی (۲) چاترویدی (۳) اگیاسنہ (۴) دھنوجیہ (۵) جُتی (جیش تھی مَل) (۶) تاجر جادتاں دَل جا)

(۴) شربھالی = ان کو اشت منگلا بھی کہتے ہیں)

(۵) شری گوڑ = اس میں چار گوت ہیں۔ (۱) مالوی (۲) میرت دال (۳) ہریانا (۴) پروالیا۔

(۶) کنڈولیا = (۷) بورسدیہ = (۸) جانیو =

---

[1] گجرات میں ناگوروں کی چھ ذاتیں ہیں۔ اس میں "دشورہ" نہیں ہے بلکہ اُس کی جگہ "پرشنورہ" اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ دونوں ایک ہی ہیں۔

(۹) کپولیا = کپولؔ)
(۱۰) رائے تھلہ =
(۱۱) کوکلی =
(۱۲) کھیدو =
(۱۳) سوم بورہ =
(۱۴) دسورہ =
(۱۵) ودھیچ =
(۱۶) دلاورہ =
(۱۷) مبرٹھیہ =
(۱۸) کھداتیر =
(۱۹) بھارگو =
(۲۰) ناردیگ =
(۲۱) وال بنیا =
(۲۲) اودنیر =
(۲۳) پوش کرتہ =
(۲۴) میواڑہ = اس میں تین
گوت ہیں (۱) بھٹ (۲)
چوراسی (۳) ترواڑی میواڑ
(۲۵) ناگورا =

(۲۶) جارولا = (جھاولا)
(۲۷) جودیشہ
(۲۸) آمیزیا
(۲۹) کی پل
(۳۰) دراؤ
(۳۱) کرنارہ (گرِنارہ)
(۳۲) سارسوت (سارِسُوَت)
(۳۳) دیند
(۳۴) دایڈا
(۳۵) پلے وال
(۳۶) کیاوال
(۳۷) کول وال
(۳۸) روی وال
(۳۹) گومتی وال
(۴۰) اونی وال
(۴۱) کھٹ وال (کھیڑاوال)
(۴۲) میرتیا
(۴۳) پربت وال
(۴۴) رورہ وال

(۴۵) رانگ وال
(۴۶) دلیساوال
(۴۷) تلنگا
(۴۸) متھوڑیا
(۴۹) ایٹاوال
(۵۰) لوٹیا
(۵۱) ترسہی پورا
(۵۲) ساچورا
(۵۳) سلودیا
(۵۴) کوم تیر
(۵۵) اشٹ مشکلا[۱]
(۵۶) بھاتیلا
(۵۷) نندونیا
(۵۸) سارنگ پورا
(۵۹) ترپاٹ
(۶۰) درکمنا
(۶۱) کنسرٹرا
(۶۲) کھچیا
(۶۳) گوپال

[۱] ترہالی ہی کو اشٹ منگلا آج کل کہتے ہیں۔

(۶۴) دھیما	(۷۱) منڈدر	(۷۸) مونالا
(۶۵) پاراسورا	(۷۲) پرادھیا	(۷۹) ساکھ دیہ
(۶۶) گرندھنا	(۷۳) نام دک	(۸۰) لاد
(۶۷) دس دھا	(۷۴) بھدانہ	(۸۱) سک موریہ
(۶۸) اکاستا	(۷۵) دن پورا	(۸۲) دھشنی
(۶۹) موکل ودا	(۷۶) ہرسکھیا	(۸۳) آہن سرپورا
(۷۰) ننودینا	(۷۷) پیرینا	(۸۴) پرکیس تھلا۔

بعض معتبر لوگوں سے اس کے علاوہ کچھ اور نام معلوم ہوئے۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں ا۔ (۱) بدھاجن (۲) اومیٹھ (۳) کود (۴) کندا (۵) سم پورا[1] (۶) دس وردھا (۷) ناپل (۸) جاکنی ولک (۹) کلودیہ (۱۰) ماہی سنک نیک (۱۱) ورومال (۱۲) مالو (۱۳) ہن ہن (۱۴) پوتی وال (۱۵) پن وال (۱۶) پیرلومیند یاپادا (۱۷) متہ مان (۱۸) تروادی (۱۹) چوراسی (۲۰) بھٹ سنک ینک[2]۔

فصل چوتھی

میسورہ سوری

ان کو جینی بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک گوشہ نشین درویشوں کی ایک جماعت ہے۔ جو علم طب، نجوم اور دیگر مذہبی علوم کے حاصل کرنے میں مصروف رہتے ہیں یہ بڑی ریاضت کرتے ہیں اور پارس ناتھ کی پوجا کرتے ہیں لیکن ان میں سے فرقہ "ڈھونڈیہ" بت پرستی نہیں کرتا ہے۔ بعض لوگ متواتر چالیس دن اور بعض کچھ کم مخصوص دنوں میں جس کو یہ لوگ پجوسن کہتے ہیں۔ روزہ رکھتے ہیں اور موسم برسات کے چار مہینے اپنے مرشد کے حکم کے مطابق جہاں جگہ مقرر کر دی جاتی ہے اسی جگہ مقیم رہتے ہیں۔ پھر جہاں حکم ہوتا ہے چلے

[1] سوم پورا (۱۳) میں آگیا ہے نہ معلوم یہی ہے یا دوسرا۔ [2] اس میں اکثر برہمنوں کی قوم نہیں ہے بلکہ بعض کو الگ ہیں۔

جاتے ہیں۔ اُن کی عبادات میں ممتاز شے جانداروں کی حفاظت ہے۔ اسی لئے وہ جوتا نہیں استعمال کرتے کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی کیڑا زیرِ قدم مرجائے اور بعض تو مُنہ اور ناک پر بھی کپڑا باندھے رکھتے ہیں۔ کہ سانس کی گرمی سے کوئی جاندار نامعلوم طریقہ سے نہ مرجائے۔ کنواں باغ، تالاب بنانے کو بُرا جانتے ہیں۔ کیونکہ ان کے سبب سے ہو سکتا ہے کہ جانداروں کو کوئی آفت پہنچے۔ رات کو اسی سبب سے چراغ نہیں جلاتے۔ نہ آگ روشن کرتے ہیں۔ خود کچھ پکاتے بھی نہیں۔ کنواں سے پانی بھی نہیں کھینچتے ہیں۔ کھانا اور پانی مریدوں کے گھر سے جو اکثر سراوک بقال ہوتے ہیں۔ مانگ کر لے آتے ہیں۔ بعض صرف دو یا تین گھر ہی جاتے ہیں۔ اور وہ بھی اِن شرطوں کے ساتھ کہ دروازہ اُن کا کھلا ہو۔ اگر بند ہو تو وہ کھٹکھٹا کر خبردار نہیں کریں گے کہ شاید اس حرکت سے کسی جانور کو کوئی ضرر پہنچے۔ پھر مکان آکر کھانا کو دیکھتے ہیں اور اس اندازے لیتے ہیں کہ گھر والے کو اس طرح کم نہ پڑ جائے کہ اُن کو دوبارہ پکانے کی حاجت ہو۔ اور صاحب خانہ ضرورت سے زیادہ دینا چاہے تو وہ نہیں لیتے ہیں اور جس دن کسی کے گھر میں شادی یا غمی یا مہمان آجائے تو اس گھر میں قدم ہی نہیں رکھتے۔ اگر ان دو تین گھروں سے جو متعین ہیں کسی سبب سے کھانا نہ مل سکے تو واپس جاکر فاقہ کرتے ہیں۔ ان کے مریدات کو کوئی چیز مطلق نہیں کھاتے۔ بلکہ رفع ضرورت کے بعد اگر بچ جائے تو فوراً اس کو خرچ کر ڈالتے ہیں[1]۔ سبزی اور میوہ کے کھانے سے پرہیز کرنا بہتر جانتے ہیں کیونکہ اُن کے خیال میں ان چیزوں میں بھی جان ہوتی ہے اور سوائے ایک لنگی اور چادر کے کوئی کپڑا استعمال نہیں کرتے۔ اور ابریشم کی قسم کا نرم جھاڑو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے ہیں کہ جہاں پر بیٹھنے کا ارادہ کریں پہلے اس سے جھاڑ لیں۔ تاکہ کوئی جاندار نہ مرجائے۔ خدا، خالق کے قائل نہیں ہیں۔ ان کے علماء کہتے ہیں کہ جس طرح سے درخت خود بخود پیدا ہوتے اور مرجاتے ہیں۔ اسی طرح سے حیوانات اور انسان بذریعہ توالد اور تناسل پیدا ہو کر مرجاتے ہیں اور یہ

---

[1] دراصل یہ لوگ زمین کھود کر ڈال دیتے ہیں۔ بعض دفن کرتے ہیں۔

سلسلہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ اسی طرح عذاب و ثواب کے قائل نہیں کہتے ہیں۔ کہ انسان چار عنصر سے پیدا ہوا ہے۔ مرنے کے بعد ہر عنصر اپنے ہم جنس میں مل جاتا ہے۔ تو پھر عذاب و ثواب کس پر ہوگا۔ اسی سبب سے مردہ کا آگ پانی جیسا میسر ہاں میں آجائے ہے۔ اُس کو یہ درست نہیں سمجھتے۔ کیونکہ گل ہوئے چراغ میں تیل ڈالنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ بالوں کو قینچی یا اُسترہ سے مونڈنا گناہ سمجھتے ہیں۔ لیکن اکھیڑنا عبادت میں داخل ہے۔ اُن کی بہترین عبادت یہ ہے کہ نہ غسل کریں نہ مسواک بلکہ بغیر دھوئے ناپاک رہنا ہے۔ برخلاف برہمنوں اور میسری کے کم از کم دن میں دو مرتبہ غسل کرتے ہیں اور ہر قوم کے بچوں کو خرید کرکے یا خود بخود آجاتے تو اُس کو "سیورہ" (سوری) بنا لیتے ہیں۔ اور میشری جو برہمنوں کے مقلد ہیں وہ اُن کو بُرا جانتے ہیں۔ اور اُن کے ساتھ ملنا جلنا، باتیں کرنا عیب سمجھتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ اگر کسی ایسی تنگ گلی سے جا رہا ہو کہ جس کے ایک طرف سے مست ہاتھی آتا ہو اور دوسری طرف سیورہ کا مٹھ ہو جس کو یہ لوگ "پرسال" (اوپشال) کہتے ہیں۔ تو مست ہاتھی کی طرف جاکہ ہلاک ہو جانا۔ ان کے پرسال کی طرف جانے سے بہتر ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس مذہب کا بانی گوتم رُشی ہے[ل] جو سات رشیوں میں سے ایک ہے۔ جس کا برہمنوں کے بیان میں گذرا۔ اور اس مذہب میں ہر فرقہ اور گروہ کا آدمی داخل ہو سکتا ہے۔ برخلاف برہمنی مذہب کے۔ اور سیورہ (سوری) کی قوم ۸۴ فرقوں میں منقسم ہو گئی ہے۔ جن میں سے ہر ایک کو "گچھ" کہتے ہیں۔ ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ جو اکثر اپنے مقاموں کے نام سے مشہور ہیں۔

(۱) اوسوال	(۴) جھیرنیا	(۷) ادمویا
(۲) جراون	(۵) بھوچا	(۸) کوڈویا
(۳) کنکیسر	(۶) ان پوچھا	(۹) وی کوددیا

ل درحقیقت مشہور گوتم بدھ دوسرا ہے جس نے بدھ مذہب کو رواج دیا۔ اس طرح بدھ مذہب الگ ہے اور جین مذہب الگ۔ اگرچہ دونوں کے بانی ہمعصر ہیں۔ اور تعلیمات کے لحاظ سے بھی مساوی ہیں۔ مگر بڑا فرق یہ ہے کہ جینی اپنے بدن کو سخت سے سخت تکلیف پہنچانا کرنا یا باعث ثواب سمجھتے ہیں۔ بخلاف بدھ کے کہ اعتدال مدنظر رکھا ہے۔

(۱۰) رہنالیا	(۳۱) ناگورا	(۵۲) کچولیا
(۱۱) موراسیا	(۳۲) پخت وال	(۵۳) سدبلیا
(۱۲) واسہیا	(۳۳) تاماوال	(۵۴) وکرا
(۱۳) کچھ پالیا	(۳۴) گھیڈروال	(۵۵) کنحی سا
(۱۴) گھوگھ وال	(۳۵) منڈمرا	(۵۶) پورن تلک
(۱۵) مددیا	(۳۶) ناگرال	(۵۷) رولیوما
(۱۶) برہنا	(۳۷) سوراتا	(۵۸) دھدھاکھا
(۱۷) جالور	(۳۸) کھنیاتیا	(۵۹) کنبھی
(۱۸) بولڈیا	(۳۹) ٹدودیا	(۶۰) دھلیا
(۱۹) موڈامڈا	(۴۰) سومارا	(۶۱) پالنپورا
(۲۰) چتیودیا	(۴۱) منڈالیا	(۶۲) گندھارا
(۲۱) ساچورا	(۴۲) کوٹھی مپا	(۶۳) کودبلیا
(۲۲) کوجدیا	(۴۳) جان کدا	(۶۴) ساد پورنیا
(۲۳) سدھانیتا	(۴۴) باپروال	(۶۵) نکروٹیا
(۲۴) راک سینا	(۴۵) بورسدا	(۶۶) ہنسار کوٹیا
(۲۵) آن چلیا	(۴۶) دودندیا	(۶۷) بھٹ نیرا
(۲۶) بال دھارا	(۴۷) چتراو	(۶۸) سورٹھیا
(۲۷) بھاوراجیا	(۴۸) دی کٹا	(۶۹) بھیم سینا
(۲۸) کوران یا	(۴۹) دید	(۷۰) تال گدیا
(۲۹) ماکیدک	(۵۰) وجاہرا	(۷۱) کنوجیا
(۳۰) دھرم کھوکھا	(۵۱) قطب پورا	(۷۲) واکھیرا

(۷۳) دھڈا
(۷۴) ملامیدمپورا
(۷۵) سیون تریا
(۷۶) کھوکھر دھارا
(۷۷) نکمیا
(۷۸) اکمیا
(۷۹) دو
(۸۰) چیرتاوال
(۸۱) سنجت یا
(۸۲) باری جان
(۸۳) سورندوال
(۸۴) ناکول

میسری اور سراوک لوگوں کے چوراسی نام اصل میں ان کو "بنیک" (بنیک) کہتے ہیں۔ اور عرف "عام" بنیا یا بقال جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) شری مالی
(۲) اوسوال
(۳) واکھیروال
(۴) دھند
(۵) پکروال
(۶) میڈٹ وال
(۷) ہرسوار
(۸) ہرسوارن نا
(۹) پلی وال دپلے وال
(۱۰) بھالو
(۱۱) گھندیروال
(۱۲) بیل وال
(۱۳) کھیندیروال
(۱۴) لوپروال
(۱۵) ونیاول
(۱۶) گوجر
(۱۷) موہدوال
(۱۸) اگروال
(۱۹) جائل وال
(۲۰) ماماوال
(۲۱) کٹھولی وال
(۲۲) کورنٹاوال
(۲۳) چتروال
(۲۴) سوئی وال
(۲۵) سودتی وال
(۲۶) ماکرڈ
(۲۷) موہد
(۲۸) جھالورا
(۲۹) لاد
(۳۰) ام کچول
(۳۱) کہدانیا
(۳۲) وایدا دوائڈا)
(۳۳) وسیورا
(۳۴) باچ وال
(۳۵) ناگ دھرا
(۳۶) کربڈا
(۳۷) بھبورا
(۳۸) مسودا
(۳۹) نرسنگ پرا
(۴۰) کاہروال
(۴۱) ہنجم وال
(۴۲) ہانروال
(۴۳) سرکھندیا
(۴۴) وسیس
(۴۵) رسکی

(۴۶) کنبوبال	(۵۹) کچورا	(۷۳) انندادرا
(۴۷) جانداوال	(۶۰) کھبچور	(۷۴) ناگوار
(۴۸) بھوگی اودا	(۶۱) ہوں بد	(۷۵) ساچور
(۴۹) اوجھت وال	(۶۲) نیما	(۷۶) بھونکڈوال
(۵۰) بانھہ واد	(۶۳) پدما	(۷۷) مداہڈا
(۵۱) شیکود	(۶۴) میھریا	(۷۸) بہرامتیا
(۵۲) بھاگ اور	(۶۵) ہی ہریا	(۷۹) والڈیا
(۵۳) وال میل	(۶۶) دھاکدوال	(۸۰) منڈورا
(۵۴) نیس اودا	(۶۸) منکوآر	(۸۱) پوروال
(۵۵) بتلوٹا	(۶۹) تھورداد	(۸۲) سورٹھیاپورواد
(۵۶) اشٹ واکی	(۷۰) چتروڈا	(۸۳) بدھسورا
(۵۷) لاتی سکھا	(۷۱) کاکلیا	(۸۴) نی دادر
(۵۸) دھسورا	(۷۲) بھارنجا	

فصل پانچویں

میسری ہندوؤں کے مندر اور تیرتھ جو اس صوبہ میں موجود ہیں

اگرچہ شہر اور اطراف و جوانب کے قصبوں اور گاؤں میں بے شمار مندر ہیں۔ کہ جن میں سے ہر ایک کو تحریر کرنا محال ہے۔ اس لئے صرف اُن مندروں کا حال لکھا جاتا ہے۔ جو ان کے نزدیک معتبر اور اس طرح مشہور ہیں کہ دُور دُور سے لوگ اس کی زیارت کو آتے ہیں۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ مندروں کی زیارت کو یہ لوگ جاترا کہتے ہیں اور اُن مقامات کو جہاں کار ثواب سمجھ کر غسل کرتے ہیں۔ تیرتھ کہتے ہیں۔ اگرچہ اس مقام پر بھی مندر

ہندوؤں میں دو فرقے ہیں۔ میشری[1] اور شراوک۔ میسری برہمنوں کے مقلد ہیں۔ مہادیو، بھوانی اور کشن کی پوجا کرتے ہیں۔

پھر اُن کی بھی دو قسم ہے۔ اوّل وہ کہ کشن کی پوجا کرتے ہیں۔ مگر مہادیو وغیرہ کو بُرا نہیں جانتے۔ اور نہ اُن کی پوجا کرتے ہیں۔ ان کو وشنو (وِی شَن نَوُ) اور بھگت، بھاگوت بھی کہتے ہیں اور جو برہمن کہ اپنے کو کشن کا تبنّیٰ اولاد سے جانتے ہیں۔ وہ "گسائیں" کہے جاتے ہیں[2]۔ اور لوگوں کو ہدایت کرنا ان کا کام ہے اور شراوک، ماسیورہ کے مقلد ہیں۔ جو تپشیا کرنے والے درویشوں کا ایک گروہ ہے۔ یہ لوگ پارسناتھ کی پوجا کرتے ہیں۔ میسری لوگ ان کو اچھا نہیں سمجھتے ہیں۔ ان دونوں کے مندر اس ملک میں ہیں۔

باب پانچواں

فصل اوّل

منادر

شراوک لوگوں کے نزدیک "شرادھ اور تیرتھ نہیں ہوتا۔ بلکہ غسل کرنے اور پانی بہانے سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ چونکہ بڑی آبادی میشری لوگوں کی ہے اور اُن کے مندروں کی راجپوت، کھتری، بکا، تھ وغیرہ سب زیارت کرتے ہیں۔ اس لئے ان مندروں کا بیان پہلے لکھا جاتا ہے۔

[1] پروفیسر بھاونگ جو گجراتی کے مستند ادیب ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ لفظ اصل میں "ماہیش وری" ہے اور بگڑ کر "میشری" اور میسری ہوگیا۔ غالباً پہلے شنکر کی پوجا کرتے تھے۔ مگر اب اکثر وشنو کو مانتے ہیں۔

[2] یہ تو صحیح نہیں البتہ سادھو اور دوسرے بنک لوگوں کو گوسائیں کہتے ہیں۔

سوم ناتھ مندر

ملیشری لوگوں کا مشہور اور سب سے بڑا مندر اس ملک میں ہے اور ہند کے چاروں طرف سے لوگ اس کی زیارت کو آتے ہیں۔ ضلع سورٹھ میں دریار عمان کے کنارے پتھر کے قلعہ کے ساتھ سوم ناتھ ایک شہر ہے جس کو آج کل پٹن دیو (یا دیو پٹن) کہتے ہیں۔ اور "پربھاس پٹن" بھی اس کا نام ہے۔ کیونکہ اصل میں اُس زمین کا نام "پربھاس کھیتر" ہے اور اس جگہ کا مندر جو آج کل ویران ہے۔ ہر جگہ مشہور ہے۔ اور ہندوؤں کے نزدیک بہت ہی پرانا مندر ہے اور اُس کی کافی شہرت کے سبب اکثر لوگوں نے نظم اور نثر میں اُس کی تعریف کی ہے۔ چنانچہ "ہفت اقلیم" کے مصنف نے لکھا ہے۔

غرضیکہ ہندو والے تمام بتوں کو اس بُت کا دربان سمجھتے تھے۔ اور ہر رات کو گنگا کے تازہ پانی سے اس کو غسل دیتے تھے۔ حالانکہ گنگا دو سو میل یہاں سے دُور ہے۔ اس کے علاوہ باوجود جنگ جاری رہنے کے ہاتھوں ہاتھوں پانی گنگا سے سومناتھ لاکر حسبِ دستور نہلاتے رہے دس ہزار گاؤں اس کے اخراجات کے لئے وقف تھے۔ بیس ہزار برہمن اس کے کرم و عبادت کے لئے مقرر تھے۔ اور ایک سونے کی زنجیر وہاں ہمیشہ لٹکی رہتی۔ جس وقت اُس کو ہلاتے اور گھنٹی بجتی تو سب برہمن عبادت میں مشغول ہو جاتے تین سو حجام سر کے بال تراشنے کیلئے موجود رہتے۔ کہ جو کوئی جاترا کے لئے آئے پاک صاف ہو کر اندر داخل ہوے۔ اسی طرح تین سو گویئے اور پانچ سو لڑکیاں ناچنے کے لئے موجود رہتی تھیں۔ خود راجہ بھی لڑکیوں کو بُت کی نذر کر دیتے تھے۔ محمود اس مندر سے بیس ہزار خالص سونا لے گیا۔

یاد رکھنا چاہئے کہ تمام ہندوؤں کا اس پر اتفاق ہے۔ اور تمام قدیم و جدید روایت سے ثابت ہے۔ کہ سومناتھ میں ایک بُت تھا اور وہ لِنگ تھا۔ اور یہ مہادیو کے بارہ لنگوں میں سے ایک تھا۔ جو سارے ہندوستان میں قائم کئے گئے تھے۔ اس کو "جوت لنگ" بھی کہتے ہیں۔ (جیوترِ لنگ) جوت کے معنے روشن کے ہیں۔ اور مہادیو کے ہزار ناموں میں سے ایک ہے کہ اس مندر میں سونے کی مورتیاں بکثرت تھیں۔ اور سب سے بڑے بت کو "منات"

کہتے ہیں [1]۔ اور جو بحث کہ اس کے متعلق میری نظر سے گذری۔ وہ برہمنوں کے نزدیک منات کی بابت غیر معتبر ہے۔ کیونکہ یہ بت کشن سے چار ہزار قبل بھی برہمنوں کا معبود تھا۔

بہر حال سلطان محمود غزنوی ۴۱۶ھ میں اُس کے توڑنے کی نیت سے غزنہ سے سوم ناتھ پہنچا [2]۔ اور قلعہ کے محاصرہ میں مشغول ہو گیا۔ پہلے دن دونوں طرف سے سخت جنگ ہوئی اور دوسرے دن آلات حرب کے استعمال سے لڑائی کو قائم رکھا اور سخت کوشش کی۔ سوم ناتھ والے بھی گروہ گروہ مندر میں داخل ہوئے اور بت کو بغل میں لیکر دعا کی اور مدد کے خواہاں ہوئے۔ اور پھر باہر نکل کر ایک پُر جوش حملہ کیا۔ پچاس ہزار سے زیادہ آدمی مارے گئے۔ اور قلعہ فتح ہو گیا۔ محمود مندر میں داخل ہوا۔ اُس نے ایک لمبا چوڑا مکان دیکھا۔ جو ۵۶ ستونوں پر قائم تھا۔ جس میں سے ہر ایک ستون جواہرات کی چمک دمک سے آنکھوں کو خیرہ کر دیتا تھا۔ اور منات پانچ گز پتھر کا ایک بُت [3] تھا۔ جو زمین میں گڑا ہوا تھا جیسے ہی محمود غزنوی کی نظر اس پر پڑی۔ اس گرز سے جو اُس کے ہاتھ میں تھا۔ اس زور سے مارا کہ بُت ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اس کا ایک ٹکڑا جامع مسجد غزنہ کے دروازہ پر آج تک پڑا ہے۔ اور اس بُت کے شکم سے بڑے بڑے قیمتی جواہرات نکلے۔ "روضۃ الصفا" کی سات جلدوں میں سے چوتھی جلد میں یہ حکایت موجود ہے۔ اس کے علاوہ دوسری کتابیں بھی اس پر شاہد ہیں۔

---

[1] مصنف کو اس معاملہ میں غلط فہمی ہو گئی ہے۔ منات تو کوئی لفظ ہی نہیں ہے۔ دراصل یہ دو لفظوں سے مرکب ہے "سوم" اور "ناتھ" سوم کے معنی چاند اور ناتھ کے معنی آقا اور مالک یعنی چاند کا مالک۔ ہم نے اس کی پوری تفصیل تاریخ گجرات جلد اول میں تحریر کی۔ افسوس ہے کہ اس معاملہ میں صاحب فرشتہ کو بھی غلط فہمی ہو گئی ہے غنیمت ہے کہ صاحب مرأۃ احمدی نے اُس کو غیر معتبر سمجھا۔ [2] یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ گجراتی راجہ نے لاہور کے راجہ کے ساتھ مل کر پشاور کے پاس محمود سے جنگ کی تھی۔ اس لئے اس سے بدلہ لینے کے لئے آیا تھا

[3] یہ بُت نہ تھا۔ بلکہ مہادیو کا لنگ تھا۔ جس کی پوجا ہندو کرتے تھے۔

مثلاً بھیم ناتھ، جاگہ ناتھ، گوپہ ناتھ وغیرہ کے ان کے نزدیک جوت لِنگ، اصل اور سب سے بڑا تھا۔ اور اُس کے متعلق عجیب و غریب قصّے سُناتے ہیں۔ اس وقت بھی متفرق مقامات میں دوسرے لنگ موجود ہیں۔ جس کی جاترا کے لئے دُور سے مخصوص دن میں اس جگہ آتے ہیں۔ اور چونکہ اس مقام کو متبرک اور جوت لِنگ کی جگہ مانتے تھے۔ اس لئے دوسرے زرین بُت بھی یہاں لاکر رکھ دئے گئے۔ لیکن دراصل یہ مندر لِنگ کا تھا۔ کیونکہ پانچ گز زمین میں گڑا رہنا۔ لِنگ ہی ہونے کی دلیل ہے۔ اور بارہ لنگوں کے علاوہ پتھر سے جو لنگ کی صورت گڑھتے تھے۔ تو مہادیو کے ناموں میں سے کسی کو مناسب سمجھ کر رکھ دیتے تھے۔ اور پھر زمین میں گاڑ کر اُس کی پوجا کرتے تھے۔ اسی سبب سے اس کو جوت لنگ کا دربان کہہ سکتے ہیں۔ سنہ ۶۹۶ھ میں الف خاں جس[1] نے سلطان علاؤالدین خلجی کے حکم سے گجرات فتح کیا سومناتھ پر لشکر کشی کر کے اس سوم ناتھ کو جو محمود غزنوی کے بعد بنایا گیا تھا اور اس کی پوجا زور شور سے کی جاتی تھی۔ اُٹھا کر دہلی لے گیا۔ سنہ ۷۹۶ھ میں ظفر خاں جو ابھی تک گجرات کا خود مختار بادشاہ نہ بنا تھا۔ سومناتھ پہنچ کر اُس لنگ کو برباد کر دیا۔ جو پھر ان لوگوں نے تیار کر لیا تھا۔ حضرت خلد مکاں کے عہد میں بھی اس کو نقصان پہنچا۔ اس وقت بعض شکستہ پائے اس کی یادگار کے طور پر موجود ہیں۔[2] پٹن دیو کے قلعہ سے باہر سرستی (سرسوتی) ندی کے کنارے ایک چھوٹے سے بُت خانہ میں لنگ نصب کر لیا ہے۔ جو لوگ دوارکا جاتے ہیں۔ یا اُس طرف کسی سبب سے نکل جاتے ہیں۔ تو مقام متبرک سمجھ کر اُس کی بھی جاترا کر لیتے ہیں۔

---

[1] اس کا اصلی نام الپ خاں سنجر تھا۔ عوام الف خاں کہتے ہیں۔ لیکن مصنف کو یہاں غلط فہمی ہو گئی ہے گجرات کا فاتح "اُلغ خاں" ہے۔ اور الپ خاں گجرات کا صحیح معنی میں پہلا گورنر ہے۔ اس کا مفصل تذکرہ تاریخ گجرات جلد اوّل میں تحریر کر دیا ہے۔ اور اس غلط فہمی کو دلائل سے دُور کر دیا ہے۔

[2] راقم الحروف نے جب اس کو دیکھا۔ تو سمندر کے کنارے۔ دالان میں قائم تھیں۔ ایک دالان اور دو کمرے تھے۔ دالان میں لنگ کی جگہ بھی نظر آتی تھی۔ چھت سب کی گر گئی تھی۔ باقی چاروں طرف میدان تھا۔ اسی لئے مسجد شکستہ حال بنی تھی)۔ اس مندر سے نصف میل پر مرہٹوں نے ایک دوسرا مندر بہت بڑا تیار کرایا ہے جہاں آج پوجا ہوتا ہے۔

دوارکان جگت

آج کل اس مقام کو "دوارکا" کہتے ہیں۔ "دوار" کے معنی دروازہ اور "کان" کشن کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ "پس دوارکان کے معنے" درگاہ کشن کے ہوئے[1] یہ مشہور معبد ستر کِ میسریوں کا ہے لوگ ہند، سندھ، دکن سے بہ تعداد کثیر جاترا کے لیے آتے ہیں۔ اور جگت، دراصل ایک قصبہ ہے جو احمد آباد سے غربی جانب ایک سو بہتر کوس پر واقع ہے۔ سمندر کے کنارے اور سورٹھ علاقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ مشہور ہے کہ چند ہزار سال قبل جب کہ مہاراج کرشن متھرا میں تھے۔ تو آپ کے حکم سے یہاں کی فصیل (شہر پناہ) خالص سونے سے بنائی گئی تھی جو سمندر میں غرق ہو گئی کچھ عرصہ کے بعد مہاراج کشن متھرا سے یہاں چلے آئے اور اپنی ساری عمر اسی جگہ بسر کی۔ اور "بھال کھا" تیرتھ کے پاس رحلت کر گئے۔ آج کل قصبہ جگت کے اندر ایک بُت خانہ ہے اور ایک باہر ہے جو بھیکم نارائین کی طرف منسوب ہے۔ اور گومتی کے کنارے ہے۔ یہ گومتی قصبہ سے چند میل پر جس کو کھاکھیتر کہتے ہیں۔ اور اسی جگہ "بھیکم نارائین" کا مندر ہے۔ اور اسی جگہ "گومتی تالاب" ہے۔ جس کے متعلق عجیب و غریب قصے مشہور ہیں۔ کہ کلاس کنڈ اور بندراک کنڈ بھی اسی جگہ ہے۔ اور کنڈ اس چشمہ کو کہتے ہیں کہ جس کے پانی کو اینٹ یا پتھر سے چاروں طرف احاطہ کر کے محفوظ کر دیا ہو۔ اور مشہور یہ ہے کہ اس میں کوئی چیز غرق نہیں ہوتی ہے۔ جو چیز بھی ڈالو اوپر تیرتی رہتی ہے۔ دوارکا کے متعلق لوگ عجیب عجیب باتیں بیان کرتے ہیں ٨٧٨ھ میں سلطان محمود بیگڑا نے اس کو فتح کر لیا۔ اور جزیرۂ سنکھودھار کے بتوں کو توڑ کر ایک مسجد تعمیر کی۔ جیسا کہ مرأۃ سکندری نے تحریر کیا ہے۔ خلد مکاں کے عہد میں جوناگڈھ کے فوجدار کی طرف سے ایک تھانہ دار رہتا تھا۔ وہ لوگوں کو مورتی پوجا کرنے سے روکتا تھا۔

جزیرۂ سنکھودھار

یہ جزیرہ بارہ کوس کی وسعت میں ہے۔ اس میں شیریں پانی کا چشمہ اور پھل دار درخت بکثرت ہیں۔ زراعت بھی ہوتی ہے۔ ہندوؤں کی ایک جماعت بطور

[1] یہ صحیح نہیں ہے۔ "دوار" اور "دوارکا" دونوں کے ایک ہی معنے ہیں۔ کہ کبھی کبھی اسم کے بعد "ہ" بڑھا دیتے ہیں

مجاور کے رہتی ہے۔ یہاں ایک عجیب وغریب درخت ہے۔ اس کا نام "پارجات" (دراصل اس کا نام "پارس پیپلو" ہے) ہے اس کی جڑ سے اوپر تک شاخ ہی شاخ ہوتی ہے۔ اور کسی تنہ کو ذرا ہلاؤ تو سارا درخت ہلنے لگ جاتا ہے۔ ہندوں کے اعتقاد کے بموجب یہ درخت بہشت کا ہے تین کوس کشتی پر چلنے کے بعد اس جزیرہ میں پہنچتا ہے۔ اس جزیرہ کے نام کے متعلق دو روایت بیان کی جاتی ہے۔

اوّل یہ کہ اس جزیرہ کی شکل بالکل "سنکھ" جیسی ہے۔ دوم یہ کہ کسی زمانہ میں یہاں "سنکھاسر" نامی ایک دیو رہا کرتا تھا۔ جب دوارکا جگت پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ تو وہ مورتی جو کشن یا اُن کے باپ بھائی وغیرہ کے نام منسوب تھی۔ اُس کو اُٹھا کر اس جزیرہ میں لے آئے۔ محمود بیگڑا نے اس کو ویران کر ڈالا۔ اس وقت ایک بُت خانہ ہے۔ جس کے چاروں طرف چار دیواری ہے۔ اس میں چھ حجرے بالمقابل بنے ہوئے ہیں۔ ایک میں رنچھوڑ یعنی کشن کی مورتی ہے۔ دوسرے میں مادھورائے، تیسرے میں "تریکم" چوتھے میں "کیشور رائے" پانچویں میں وسودیو پدر کشن مہاراج اور چھٹے میں "کلیاں رائے" کی ہے۔ اس کے چاروں کونوں پر چار حجرے اور ہیں۔ جو کشن مہاراج کی رانیوں کے نام مشہور ہیں۔ (۱) رکھمنی (۲) رادھا (۳) ست بھاما (۴) جاموتی۔ تریکم حجرے کے سامنے ایک جگہ ہے کہ جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس جگہ گروڑ نام ایک جانور رہتا تھا[۱]۔ جو کشن مہاراج کی سواری میں رہتا۔ تالاب سے متصل ایک اور حجرہ ہے۔ جس کو نارائن کی جگہ کہتے ہیں۔ شمالی دروازہ کے باہر چار دیواری کے ساتھ ایک مکان تھا۔ جو ویران ہے۔ اس کی نسبت یہ مشہور ہے کہ سنکھاسر دیو کے رہنے کی جگہ ہے۔ پہلے یہ مقام چار دیواری سے احاطہ کیا ہوا تھا اور نائب تھانہ دار یہاں رہتا تھا۔ ایک صاحب دل حاجی کرمانی کی قبر بھی اسی جگہ ہے۔ لیکن یہ معلوم نہ ہوسکا۔ کہ یہ کب تشریف لائے اور کس طرح یہاں پہنچے اور کیونکر آپ کی وفات ہوئی۔ قبر اس وقت موجود ہے اور کوئی اس کا مزاحم

[۱] اس کو عقاب اُردو میں کہتے ہیں۔

نہیں ہے۔ کوئی مسلمان جب وہاں پہنچتا ہے تو فاتحہ خوانی کر دیتا ہے۔

ساحل دریا پر جگت سے دس کوس دور، جزیرہ شنگھودھار کے بالمقابل ایک موضع ارامڑہ ہے۔ ہندو اس جزیرہ سے مورتی پوجا کے بعد اس جگہ آکر سر اور ڈاڑھی مونچھ منڈواتے ہیں اور اس جگہ کے زمیندار کو سرشماری کا محصول ادا کرتے ہیں اور دونوں بازوؤں پر یہاں پہنچے کا داغ لگواتے ہیں۔ لیکن برہمنوں کو محصول معاف ہے۔ فقط گوپی چند تالاب کی مٹی سے جو زرد رنگ کی ہوتی ہے۔ ایک مہر کر دیتے ہیں اور تبرک کے خیال سے ہاتھوں پر ملتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کشن مہاراج کے بیکنٹھ باش ہونے کے بعد اُن کی گوپیوں نے جن کی تعداد ایک ہزار چھ سو تھی، فراق کشن کے صدمہ میں اس تالاب میں گر کر جان دے دی اور سب مٹی ہو گئیں۔

مول مہادیو

یہ مندر مہادیو کے نام سے مشہور ہے۔ موضع مادھو پور پرگنہ منگلور ضلع سورٹھ میں ساحل سمندر پر واقع ہے۔ اور ایک عجیب روایت یہ مشہور ہے کہ ماہ اساڑھ میں جس وقت کہ آفتاب برج سرطان میں ہوتا ہے۔ نویں تاریخ جو ابتداء موسم برسات کا اس سے شمار کرتے ہیں۔ اور ہندو اس کو اگیارس۔ بارس، تیرس، چودس اور پورن ماسی کہتے ہیں۔ ایک پرندہ کبوتر سے چھوٹا جس کا نام بکہ ہے اور اُس جگہ کے کسی پرندے سے مشابہ نہیں ہوتا اور دوسرے موسم میں نظر نہیں آتا۔ ان مخصوص ایام میں سمندر کی جانب سے آکر اس بت خانہ کے گنبد پر بیٹھتا ہے۔ اور دو گھنٹہ اپنے پروں کو جھاڑ کر لوٹتے لوٹتے جان دیدیتا ہے۔ لوگ جوق جوق اس کے دیکھنے کو جمع ہوتے ہیں۔ خوشبو چیزوں کا بخور کرتے ہیں۔ اور اس سے بارش گرنے کا اس طرح سے اندازہ لگاتے ہیں کہ اگر دُم اور سر کی طرف سیاہی زیادہ ہو اور وسط میں سفیدی تو اوّل آخر موسم کے بارش خوب ہو گی۔ اور وسط میں کچھ نہیں۔ اور وسط سیاہی ہے اور اوّل آخر سفیدی تو بارش درمیان موسم میں خوب ہو گی اور اوّل آخر کچھ نہیں۔ غرض اوّل، آخر، وسط جہاں سیاہی پروں کی ہو،

موسم کے اس حصہ میں بارش ہوگی۔ اگر سب سفید ہوں تو اس سال بارش بالکل نہ ہوگی۔ کوئی سال خالی نہیں جاتا۔ جو یہ جانور وقت مقررہ پر نہ آتا ہو۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ اسی قسم کا جانور انہیں دنوں میں سومناتھ مندر اور جگت کے مندروں پر جو ساحل سمندر پر واقع ہیں ہمیشہ آتے رہتے ہیں اور لوگ اُس کی سیاہی سفیدی کے مقدار سے بارش کا اندازہ لگاتے ہیں۔[1]

ابنا بھوانی وکالکا بھوانی

یہ دونوں مندر گرنار کے پہاڑ پر واقع ہیں۔ ابنا بھوانی کے مندر میں زائرین بڑی مشکل سے پہنچتے ہیں۔ اور کالکا بھوانی کی طرف دوسرا مندر جو منسوب ہے۔ وہ ایسی جگہ واقع ہے کہ وہاں تک پہنچنا مشکل ہے۔ اس لئے لوگ نہیں[2] جا سکتے۔

باگیسری (واگھیشری) بھوانی

کوہ گرنار کے نیچے یہ ایک مندر ہے۔ جو باگیسری بھوانی کی طرف منسوب ہے، اس مندر کے دروازہ پر ایک شیر کی صورت بنی ہوئی ہے۔ چونکہ ہندو تناسخ کا قطعی اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس لئے بعض جوگی اور سنیاسی اس خیال سے کہ اس زندگی کے بعد وہ کسی بڑے راجہ کی شکل میں پیدا ہوں یا مکت (نجات) حاصل ہو۔ اپنے آپ کو اس پہاڑ کی مخصوص چوٹی سے گرا کر ہلاک کر ڈالتے ہیں۔ یا پانی میں ڈوب مرتے ہیں۔ گرنار کے شمالی جانب ایک چٹان باہر نکلا ہوا ہے۔ اس کے نیچے ایک بڑا گہرا غار ہے۔ اکثر لوگ اس پتھر پر سے گر کر اس غار میں اپنی جان دیتے ہیں۔ ان مقامات میں بہت سے کنڈ غسل کرنے کے لئے، اور کچھ مقامات متبرکہ ایسے ہیں جہاں لوگ پوجا کرتے ہیں۔

گوپھناتھ

پرگنہ مہوہ دھاتھ ضلع کول واڑ (کوڑی پاک) متعلقہ سورٹھ ساحل سمندر پر ایک مندر واقع ہے۔ جو آبادی سے باہر اور گوپھناتھ کے نام سے مشہور

---

[1] آج بھی یہ پرند موسم برسات میں آتا ہے۔ اور یہ بات آج بھی مشہور ہے۔
[2] راقم الحروف نے بڑی کوشش سے اپنے آپ کو اس مقام تک پہنچایا۔ بڑی خطرناک جگہ ہے۔ اوپر ایک معمولی مندر ہے۔ جگہ بھی کشادہ نہیں ہے۔ ہوا بڑی تیز چلتی ہے۔

ہے۔ گوپناتھ "مہادیو کے ناموں سے ایک نام ہے۔ اس میں ایک لنگ بنا رکھا ہے۔ اس کے آس پاس ہندو سنیاسی مجاور رہتے ہیں۔

دامودر قصبہ اونہ ضلع سورٹھ میں ایک مندر ہے۔ جہاں ایک مورتی دامودر کے نام سے منسوب ہے۔ اور دامودر کرشن کے ناموں میں سے ایک نام ہے یہ مورتی اس طرح کی ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ نیچے کی جانب اس طریقہ سے ہیں کہ گویا وہ کسی کو کچھ دے رہا ہے۔ اور اُس کی وجہ لوگ یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ جوناگڈھ کے راجہ منڈلک کے عہد میں نرسیں مہتہ ناگر قوم کا ایک مہاپرش شخص تھا۔ اُس نے سب کے سامنے ایک ہار اس کے گلے میں ڈالا۔ اُس وقت سے اس کا ہاتھ ایسا ہوگیا۔ یہ شخص کرشن کے بھگت میں تھا۔ اس کے واقعات اس ملک میں بکثرت لوگ بیان کرتے ہیں۔

سرکیشور موضع "سہوبج" پرگنہ ارہر ماتر میں یہ مندر ہے۔ اس میں ایک لنگ سرکیشور کا نصب ہے۔ جو مہادیو کے ناموں سے ایک نام ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ لنگ ہر سال ایک تل کے برابر زیادہ ہوتا رہتا ہے۔

بھچرا (بُہُوچیا) موضع سنکھن پور ضلع پٹن علاقہ چنوال میں جو احمد آباد سے چالیس کوس ہے۔ ایک مندر ہے۔ اس میں کوئی مورتی نہیں ہے۔ مگر مغربی دیوار میں ایک طاق ہے۔ جو بھچرا کی طرف منسوب ہے۔ اور یہ بھوانی کے ناموں سے ایک نام ہے۔ اور اس کے متعلق عجیب وغریب قصہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ جو طول کلام کے سبب ترک کیا جاتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ یہاں کے پجاری کو مسلمان کہا جاتا ہے۔ جو دو فرقہ میں منقسم ہیں۔ حالانکہ ان کا کفر اسلام پر غالب ہے۔ ایک کا نام "پوریہ" اور دوسرے کا "کمالیہ" ہے۔ ان میں سے پوریہ فرقہ ہندو عورتوں کے لباس میں رہتے ہیں اور کمالیہ مردوں کے کپڑے پہنتے ہیں۔ اور سپاہ پیشہ ہیں۔ ان کے ہاتھ میں ایک چھوٹا نیزہ جس کی سہ شاخہ انی ہوتی ہے ہمیشہ رکھتے ہیں[1]۔

---

[1] اس کو آج کل ترسول کہتے ہیں۔ اور یہ لوگ دراصل "ہیجڑے" ہوتے ہیں۔ جو اس فرقہ میں آملتے ہیں۔

اور یہی علامت بچھڑا ہونے کی ہے۔ اور اسی سے ایک دوسرے کو معلوم کر لیتے ہیں۔ اور اس کا نام "نر سول" رکھتے ہیں۔

چونکہ اس اطراف کے کوئی اور راجپوت جو اکثر ڈاکہ زنی کرتے ہیں۔ ان لوگوں سے کمال اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس لئے جب کبھی کسی کارواں کو راہ نما کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو اس فرقہ کے مجاوروں کو ساتھ لیتے ہیں۔ کیونکہ یہ ڈاکو اُن کے ساتھ اعتقاد رکھنے کے سبب سے قافلہ کو نہیں ستاتے۔ لوگ نذر کے طور پر بکثرت مرغ اور مور لاکر یہاں چھوڑ دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کا خیال ہے کہ ان دونوں کے محبوبہ کا نام "بچھرا" ہے۔ ان کو اس جگہ کوئی نہیں ستاتا۔ البتہ پاڑا (بھینسا) کی قربانی کرتے ہیں۔ اور اُس کے خون کو اس طاق پر چھڑکتے ہیں۔ اور اپنی پیشانی پر بھی ٹیکہ لگاتے ہیں۔ اور کمال اعتقاد سے لوگ دفع مرضی یا حاجت برآری کیلئے یہاں آکر فاقہ کشی کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کا مطلب پورا ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں کی آنکھیں بھی روشن ہو گئی ہیں۔ کبھی کوئی شخص کسی ضرورت یا گھوڑا کی طلب میں آیا ہے۔ تو خواب میں اُس کو بتلا دیا کہ فلاں شخص سے لے لو۔ اور اُس شخص کو بھی کہا گیا کہ فلاں شخص آئے تو دیدو۔ مثل مشہور ہے کہ "پیر میرا اگرچہ خس ہے، مگر اعتقاد میرا بس ہے"۔ چونکہ بھوانی کے بڑے مندروں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اس لئے دور و نزدیک سے لوگ بکثرت اپنے مقصد حاصل کرنے آتے رہتے ہیں۔

مول دوارکاں یعنی اصل دوارکا قصبہ کوڈینار تعلقہ سورٹھ سے سات کوس پر ساحل سمندر کے پاس ایک جزیرہ میں واقع ہے۔ دریا سرسنی جو وہاں ہے۔ اس کے کنارے سے پیدل جا سکتے ہیں۔ باقی تمام جزیرہ سمندر میں ہے۔ شیریں پانی کا ایک کنواں وہاں ہے۔ مندر میں ایک بت بھی ہے۔ جو کرشن کے ناموں میں سے ایک کی طرف منسوب ہے۔ ہندو اس جگہ پوجا کرتے ہیں اور دوارکا کے موافق بازو پر داغ لگواتے ہیں۔

سُداما مانگر[1] اس کو پر بندر (پور بندر) بھی کہتے ہیں۔ سمندر کے کنارے علاقہ سورٹھ میں ہے۔ اس میں ایک مندر "سداما" کی طرف منسوب ہے۔ جو کرشن مہاراج کا دوست اور ہم سبق تھا۔ اور ان دونوں کے تعلقات کے متعلق جو روایت بیان کی جاتی ہے۔ وہ بہت مشہور ہے۔ ہندو اس کی پوجا کرتے ہیں۔

چندلیسر مہادیو یہ مہادیو کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ موضع چندیسر میں تعلقہ دھولکا سے تین کوس پر سابرمتی کے کنارے ہے۔

برہمن کہتے ہیں کہ قدیم زمانہ میں یہ مقام ایک سبزہ زار میدان تھا۔ اور ایک گوالا (گائے والا) چند گائیں یہاں چراتا تھا۔ ان میں سے ایک گائے جو سب سے زیادہ دودھ والی تھی، ایک شام کو حسبِ دستور جب دودھ لینا چاہا۔ تو اُس کا تھن خالی تھا۔ اور پھر متواتر کئی دن تک یہی واقعہ پیش آیا۔ اُس نے سمجھا کہ ضرور کوئی دودھ اس کا لے لیتا ہے۔ اس لئے اُس کی تاک میں لگا رہا۔

گائے دوپہر تک تو اپنے گلّے کے ساتھ چرتی رہی پھر آہستہ آہستہ گلّہ سے الگ ہو کر ایک طرف کو چلی۔ اُس کا مالک بھی سایہ کی طرح اس کے پیچھے چلا۔ یہاں تک کہ ایک ٹیلہ کے پاس جا کر گائے نے دونوں پیر اُٹھالئے اور خود بخود دودھ گرنا شروع ہوا۔ اور جب تھن خالی ہوگیا۔ تو گائے واپس آگئی۔ یہ ماجرا دیکھ کر وہ بہت حیران ہوا۔ رات کو خواب میں اُس نے دیکھا کہ مہادیو آئے۔ اور کہتے ہیں کہ میں اس ٹیلہ میں ہوں۔ تم یہاں ایک مندر بناؤ۔ اس نے افلاس کا عذر کیا۔ جواب دیا۔ کہ اس ٹیلہ کو کھود کر کام میں لاؤ۔ چنانچہ اُس نے دوسرے دن ٹیلہ کو کھود کر کام میں لایا۔ ایک مندر تعمیر کیا۔ جس میں اس ٹیلہ سے نکلا ہوا "لنگ" نصب کیا۔ ایک کنواں بڑے چوڑے منہ کا جس پر سے متعدد کوس چل سکتے ہیں۔ تیار کرایا۔ اور ایک گاؤں چندلیسر نام سے آباد کیا۔ جو آج تک موجود ہے۔

---

[1] میرے خیال میں ایک "ما" غلط ہے۔ اصل میں "سداما نگر" ہوگا۔ اس کو سداما پوری بھی کہتے ہیں۔

جلیسر مہادیو

کوہ آبو متعلقہ سروہی کی بلند چوٹی پر واقع ہے۔ جس میں ایک مندر تعمیر کر کے لنگ نصب کرایا ہے۔ اور جلیسر کے نام سے مشہور ہے۔ یہ اس مقام پر ہے۔ جہاں سے دریا سرستی کا منبع ہے۔ جلیسر مہادیو کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ ہندو اس جگہ کی پوجا کو بڑا معتبر سمجھتے ہیں۔

اونٹھ کنٹیشور

موضع داکھ جی پور میں موضع پونادرہ کے نزدیک علاقہ کھامنہ دریا واتر ک کے کنارے۔ احمد آباد سے بیس کوس پر واقع ہے۔ اس مندر میں ایک لنگ اُونٹ کے کف پا کی طرح نصب کیا گیا ہے، اور "کن ٹیشور" کی طرف منسوب ہے۔ جو مہادیو کے ناموں سے ایک نام ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ یہاں ایک مہارِشی "رکھیس ای نامی" ریاضت میں مشغول تھا۔ اس کی استدعا پر اس کا ظہور رہوا۔ لوگ اس جگہ کی پوجا کو بڑا ثواب کا کام خیال کرتے ہیں۔ شہر، قصبہ، گاؤں، دور و نزدیک سے لوگ بکثرت پوجا کرنے کو یہاں آتے ہیں۔ خصوصاً اس ماہ میں جب کہ سورج برج جدی میں ہو اور یوں تو تمام سال میں لوگ جاترا کے لئے آتے ہیں۔

رنچھوڑ کا مندر

موضع ڈاکور پرگنہ ٹھاسرہ میں جو احمد آباد سے تیس کوس پر ہے۔ ایک مندر ہے۔ جو رنچھوڑ کی طرف منسوب ہے۔ اور یہ کرشن کے ناموں میں سے ایک ہے یہ مورتی دراصل دوارکا میں تھی اور اس گاؤں میں یہ مورتی کس طرح آئی۔ اس کے متعلق روایت کی جاتی ہے۔ کہ زمانۂ قدیم میں "گوگلی" قوم میں سے ایک برہمن "بوڈھانا" (بودانڑا) نامی تھا[1]۔ یہ کرشن کا بھگت تھا۔ یہ جاترا کے لئے دوارکا گیا ہوا تھا۔ واپسی کی رات کو خواب میں دیکھا۔ کہ رنچھوڑ مورتی اس سے کہتی ہے کہ مجھ کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے جاؤ۔ اس نے کہا کہ تیرے جیسی بھاری بھر کم چیز ہم سے کیونکر اُٹھ سکیگی۔ اس کے علاوہ تیرے محافظ پوجاری کس طرح لیجانے دینگے۔ اُس نے کہا۔ کہ میں اپنے کو ہلکا کر دونگا۔ اور کوئی تیرا ارادہ کرنے والا نہ ہوگا۔ چنانچہ روز روشن

[1] یہ صحیح نہیں ہے کہ "بودانڑا" گوگلی قوم کا تھا۔

میں اُس بت کو اُٹھا کر اپنے گاؤں میں لایا اور جب اُس کی شہرت ہوئی۔ تو دور دور سے لوگ اُس کی پوجا کیلیے آنے لگے
لوگ کہتے ہیں کہ اس بت کے اس گاؤں میں پہنچنے تک دوارکا کے مجاوروں کو وہ بت نظر آتا تھا جب وہ گاؤں میں پہنچ گیا
تو یکایک وہ مورتی اپنی جگہ سے غائب نظر آئی۔ مجاوروں کو سخت حیرت اور تشویش ہوئی۔ یہانتک کہ اس
گاؤں میں پہنچ جانے کا حال اُنکو معلوم ہوا۔ تو چونکہ اُنکی روزی اسی پر موقوف تھی اسلیے ایک جماعت دوارکا سے
اس گاؤں میں آئی۔ بوڈھانا گوگلی کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو خوف سے یا ہوشیاری سے اُس نے اس مورتی
گُومتی تالاب میں ڈال دیا۔ اس تالاب کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ گومتی جو دوارکا کے پاس ہے، وہ اس سے ملی ہے۔
اس لئے یہاں غسل کرنا لوگ موجب ثواب سمجھتے ہیں۔ مجاوروں نے اس گاؤں میں پہنچ کر ہر گھر کی تلاشی لینی
شروع کردی۔ جب گھروں سے دستیاب نہ ہوا تو تالاب میں اس نے نیزہ مارا۔ جو مورتی کے سینہ پر لگا۔
اور خون کے فوارے سے سارا پانی خونیں ہوگیا۔ وہاں کی مٹی جو سرخ ہوتی ہے اس کا سبب لوگ
اسی کو سمجھتے ہیں۔ غرض مورتی وہاں سے نکالی گئی۔ اور مجاوروں نے اس کو پھر لیجانے کا ارادہ کیا۔
اس پر جھگڑا شروع ہوا۔ آخر چند لوگوں نے بیچ میں پڑ کر یہ فیصلہ کیا کہ مورتی کے برابر جو سونا تول
کر دیدے، وہ لیجائے۔ بوڈھانا کے پاس چونکہ سونا نہ تھا۔ مجبوراً اُس کو یہ فیصلہ ماننا پڑا۔ کہ
مجاور سونا دیکر لیجائیں۔ لیکن مجاوروں نے جب تولنا شروع کیا۔ تو اُس مورتی کے برابر سونا نہ ہوا۔
ہر چند کوشش کی مگر مورتی کا وزن زیادہ ہوجاتا۔ رات کو پھر خواب میں بوڈھانا گوگلی کو
معلوم ہوا۔ کہ مورتی کہتی ہے کہ سونا تول۔ اس نے کہا کہ میرے پاس کہاں سونا ہے۔ عورت
کی نتھ کے سوا کچھ نہیں رکھتا۔ اس نے کہا کہ اس نتھ کے ساتھ تلسی کے پتہ کو رکھدے۔ چنانچہ دوسرے
دن اس خواب کے سبب قوی دل ہو کر سونے کی نتھ کے ساتھ تلسی کے پتوں کو رکھ کر ہموزن کرلیا۔ اس
حیرت انگیز واقعہ سے مرعوب ہو کر نالہ و زاری کرتے ہوئے ناچار واپس ہوگئے۔ روایت ہے
کہ مورتی نے ان لوگوں کو بھی خواب میں کہا کہ تمہارے واسطے بھی ایسی قسم کی مورتی دریا، گومتی واقع دوارکا میں
نکلیگی۔ اُس کو نکال کر اپنی جگہ پر لگا دینا۔ جس سے تمہاری روزی چلتی رہیگی۔ چنانچہ جب وہ مورتی نکلی۔ تو
بجنسہ اس کے سینہ پر نیزہ کا نشان موجود تھا۔ اس واقعہ سے لوگوں کا اعتقاد بڑھ گیا تمام گجرات میں مشہور

اور گاؤں سے بہ خوشی اس کے جاترا میں آتے ہیں۔ خصوصاً پونم ماہ اسُوج[1] میں جب کہ سورج برج سنبلہ میں ہو اور چودھویں رات ہو۔ اُنہیں دنوں میں صدف کے اندر موتی بننا شروع ہوتا ہے۔ کیونکہ بارش کے قطرے گرنے لگتے ہیں۔ یہ واقعہ ۱۲۱۲ سنہ بکرمی کا ہے۔ اور اس وقت ۱۸۱۸ سنہ بکرمی مطابق ۱۱۷۵ ھ ہے۔ اس طرح چھ سو سال کا یہ واقعہ ہوا۔ عورت اور مرد اس مورتی کے پاس جاتے ہیں اور نذر و نیاز کرتے ہیں اور قیمتی پوشاک اُس کو پہناتے ہیں۔ عالیشان مندر اس پر لوگوں نے تعمیر کر دیا ہے۔

مندر شولپاں (دُسریاں)

راج پیپلہ پہاڑ کی بلندی پر ایک مندر شولپاں کے نام سے موجود ہے اور یہ مہادیو کے ناموں میں سے ایک ہے۔ جو لوگ کہ نربدا میں غسل کے لئے آتے ہیں۔ چونکہ یہ مندر اس سے نزدیک ہے۔ اس لئے وہاں کے زمیندار سے ایک راہ نما ساتھ لیکر جاتے ہیں۔ یہاں کی پوجا کو بڑا ثواب سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سال میں ایک رات ایسی آتی ہے کہ زعفران کے ساتھ پسا ہوا صندل چھڑکا ہوا ظاہر ہوتا ہے۔ دن کے وقت لوگ تبرک سمجھ کر لیجاتے ہیں

کالکا بھوانی

پاوا گڑھ کی بلندی پر یہ ایک مندر ہے اور اس کے اُوپر ایک آستانہ ہے جو سدن شاہ ایک ولی کے نام سے مشہور ہے۔ برہمن اس جگہ کی عبادت کو کارِ ثواب سمجھتے ہیں اور عجب حکایات اس کی نسبت بیان کرتے ہیں۔ جاترا کے لئے دور اور نزدیک سے لوگ یہاں آتے ہیں۔ اور آستانہ سدن شاہ پر بھی نیاز مندی سے حاضر ہوتے ہیں۔

انبا بھوانی

دانتا کے اطراف میں پرگنہ کھرالو کے قریب کوہستان کے اندر ایک مندر ہے جہاں مورتی بھی رکھی ہے۔ جس کو "انبا" کہتے ہیں۔ اور یہ بھوانی کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ برہمن بڑے مندروں میں اس کا شمار کرتے ہیں۔ ہندو شہر۔ قصبہ

---

[1] ہندوؤں کا سب سے آخری مہینہ۔

اور گاؤں سے سال میں دو دفعہ ۲۷ ماہ ساون اور ۶ ماہ بھادوں کو یہاں جاترا کی غرض سے آتے ہیں۔ انبا کی مورتی عورت کی ہے اس لیے اُس کو زنانہ لباس فاخرہ سے آراستہ رکھتے ہیں۔ آج سے چند سال قبل راجہ جودھ پور جو ہندوستان کا سب سے بڑا راجہ تھا۔ اُس نے ایک نذر مانی تھی۔ چنانچہ وہ وہاں سے پا پیادہ واپس آیا۔ برہمنوں کو خیرات صدقات بھی خوب دے اور سونے کی کوئی چیز بھوانی کے سر پر نصب کرائی۔

رودر مالا قصبہ سدھ پور ضلع پٹن سرستی ندی کے کنارے یہ مندر واقع ہے۔ یہ بہت بڑا مندر تھا، اور عظیم الشان بلند وبالا اس کی عمارت تھی۔ راجہ جے سنگھ سدھ راج کی تعمیرات میں سے یہ بھی ایک ہے۔ یہ مندر "رودر" کے نام سے موسوم ہے۔ جو مہادیو کے ناموں میں سے ایک ہے۔ اور مال کے معنے گھر کے ہیں[۱] یعنی مہادیو کا گھر، اس جگہ مورتیاں اور شان و شوکت کے سامان بہت تھے۔ لوگ جاترا کے لئے بہت آتے تھے۔ مسلمانوں کے فتح گجرات کے بعد اُس کی ویرانی شروع ہوئی۔ اور بانی احمد آباد سلطان احمد نے اُس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اور ایک مسجد اس جگہ بنوائی۔ اب آج کل زمانہ دراز ہو جانے کے باعث گویا ہو گیا ہے اس کی اکثر عمارتیں جن کے پتھر نکال لئے گئے ہیں باقی ہیں[۲]۔

فصل دوسری

احمد آباد شہر کے مندر

رنچھوڑ اگرچہ احمد آباد اور اُس کے اطراف میں چھوٹے بڑے مندر بکثرت ہیں لیکن میں صرف مشہور مندروں کو تحریر کرتا ہوں۔ جنوبی مانک چوک کے مانڈوی محلہ

[۱] یہ صحیح نہیں ہے۔ مال کے معنی جو چیز ایک سیدھ میں ہو۔ پھر مالا (ہار) کے معنی میں مستعمل ہو گیا ہے۔ یہاں بھی اسی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

[۲] خاکسار نے جب اُس کو دیکھا۔ تو چھت گر گئی تھی۔ صرف چند ستون پتھر کے قائم تھے دیکھنے ہی سے اس کے شاندار ماضی کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے ایک جانب چھپر کی خس پوش ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ یقین نہیں آتا کہ یہ مسجد احمد شاہ کی بنائی ہوئی ہے

ایک مندر رنچھوڑ نامی ہے۔ جس میں ایک بُت سنگ خارا کا بنا ہوا ہے۔ شہر کے اکثر لوگ خصوصاً بقال اور اہلِ حرفہ بہت زیادہ معتقد ہیں۔ چونکہ قدیم عمارت گر گئی تھی۔ اس لیے اُن کے مقلدوں نے جدید عمارت پختہ تیار کرائی ہے۔ کسی برہمن نے ایک دوسری عمارت ترکیم مندر کے نام سے تعمیر کی۔ جو اُس کے نزدیک ہی ہے۔

رنچھوڑ نامی ایک دوسرا بُت سارنگ پور دروازہ کے باہر محلہ راں سیری میں قدیم زمانہ سے تھا۔ لیکن اس محلہ کے ویران ہوجانے پر اندرون شہر نزدیک سارنگ پور دروازہ محلہ دولت خانہ اُٹھا لائے۔ سنتوجی مرہٹہ برادر سداشیو رامچندر جی نے اپنی حکومت میں اس کی خوبصورت اور دلکشا عمارت تعمیر کرا کر اس مورتی کو نصب کرایا اور مندر کے اخراجات کے لئے معتقدان شہر کے نام ایک رقم بمدِ خیرات مقرر کر دی[1]۔

رگھناتھ محلہ حاجا پٹیل میں ہے۔ ہندو کہتے ہیں۔ کہ پتھر کی کوئی مورتی اتنی خوبصورت آج تک نظر سے نہیں گذری۔ رام اور لچھمن کی مورتی دونوں جانب ہیں۔ ماہ چیت رام نومی کے دن سالگرہ مناتے ہیں۔ عورت اور مرد جاترا کے لئے آتے ہیں۔

چترِ بھوج محلہ چنگ پول میں ایک ہندو کے گھر ایک مورتی سیاہ پتھر کی چتر بھوج نامی ہے۔ جس کے چار ہاتھ ہیں۔ اور اسی لئے اُس کو چتر (چار) بھوج (ہاتھ) کہتے ہیں۔

مدن موہن ایک ہندو کے گھر میں جو محلہ راجا مہتہ میں واقع ہے۔ ایک مورتی اس نام کی ہے۔ اکثر لوگ معتقد ہیں۔ مورتی برنجی ہے۔

گوکل چندرما راجا مہتہ محلہ کے رگناتھ گوسائیں کے مکان میں قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے۔ اس کے لڑکے برج ناتھ کے زمانہ تک اسی جگہ رہی۔ اس کے مرجانے پر محلہ دوسی واڑہ کے برج بھوکن کے مکان میں منتقل کر دی گئی۔ دن بھر میں

[1] یہ مندر آج بھی موجود ہے اور اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

پانچ دفعہ بقال وہاں جاکر عبادت کرتے ہیں۔ اور اُس کے اخراجات جو بہت زیادہ وہی برداشت کرتے ہیں۔

رام ناتھ ماںڈوی کے پول محلہ دیو شیری میں ایک مکان ہے۔ جس کا تہ خانہ تقریباً تین زینہ نیچے بنا ہوا ہے۔ اسی جگہ یہ مورتی ہے۔ دن رات چراغ روشن رہتا ہے یہ مکان احمد آباد کی ابتدائے آبادی سے ہے۔ مسلمانوں کی سلطنت کے سبب تہ خانہ میں یہ مورتی نصب کی گئی جواب تک موجود ہے۔

بھرم مہادیو کے نام سے منسوب ہے۔ سانکری شیری میں اس کی مورتی جو برنجی ہے چار لٹکے ہاتھ والی ہے۔ برخلاف دوسرے مقامات کے کہ مہادیو کی صورت کی بجائے صرف لنگ پتھر سے تراش کر نصب کرتے ہیں۔

انباو بھچرا (بہوچرا) محلہ چنگ پول میں سنگِ مرمر سے عورت کی ایک صورت تراشی ہوئی ہے۔ چونکہ یہ مقام شاہ راہ پر واقع ہے۔ اس لئے ہر وقت یہاں مجمع رہتا ہے۔ خصوصاً اتوار کے قیمتی اور فاخرہ لباس سے اُس کو آراستہ کرتے ہیں

بھچرا (بہوچرا) چکلہ رائے پور محلہ آکا سیٹھ (کنوال کی پول) میں بھی انباو بھچرا کی مورتی ایک مکان کے تہ خانہ میں ہے۔ دن رات چراغ روشن رہتا ہے۔ آرائش بھی خوب ہے۔ دروازہ سارنگ پور کے قریب ہاتلیہ پول کی ایک برہمن عورت کے گھر میں ایک طاقچہ ہے جو "بھچرا" کے نام سے مشہور ہے۔ اور وہ عورت اُس کی پوجا میں ہمیشہ مشغول رہتی ہے۔ ایک عرصہ تک کھانے پینے سے بجز دودھ کے پرہیز رکھتی رہی اور اس گھر سے جس میں وہ رہتی ہے۔ ایک مرتبہ کے سوا کہیں باہر نہیں نکلتی۔ ہندوؤں کے معتبر آدمیوں سے سنا ہے کہ ماہ آسو اور ماہ چیت کے نوراتر یعنی اوّل نو رات میں روزہ رکھتے ہیں اور دسویں دن کھاتے ہیں۔ اور آٹھویں تاریخ کو دو مہینوں کے تل، جو، دودھ، چاول جلاکر "ہون" کرتے ہیں۔ اُس وقت وہ عورت تمام مجمع کے سامنے اپنی زبان کاٹ کر آگ کی نذر کر دیتی ہے۔

اور زبان دوسری دفعہ خود بخود اچھی اصلی حالت پر ہو جاتی ہے چونکہ آج کل بہت ہی بڈھی ہو گئی ہے اس لئے اس کے کھانے پینے کا بندوبست کرتے ہیں لیکن نوراتہ کے دنوں میں اُس نے اسی طرح زبان کاٹنے کا دستور جاری رکھا ہے۔

بھچرا ڈھال[1] محلہ متصل چبوترہ آسٹوریہ کے ایک گھر میں طاقچہ ہے جو بھچرا کے نام سے موسوم ہے۔ اُس کو سونے کے ورق سے زیب و زینت دے رکھا ہے۔ اکثر خارق عادت اس جگہ کے بیان کرتے ہیں۔ ہندو اس کے معتقد اور پجاری ہیں۔

نوتلا بھوانی راجہ ہتہ محلہ کے اندرون پول میں ماسرہ بقال کے بالاخانہ پر دیوار سے الگ ایک طاقچہ کے انداز سے ایک جگہ بنائی ہے اور وہاں تین بن گڑھے پتھر جس پر سونے کے ورق لگائے گئے ہیں، پڑے ہیں۔ اور ان کو "نوتلا بھوانی" کہتے ہیں اور اس کے متعلق بڑی لمبی داستان بیان کرتے ہیں۔ جو غیر مفید ہونے کے سبب نظر انداز کیا جاتا ہے۔ ماندہ بقال کے زن و مرد، چھوٹے بڑے اس کے بڑے معتقد ہیں۔ آسوج و چیت کے مہینے پنچمی کے دن بوقت شب ایک بقال کے قالب میں بھوانی حلول کرتے ہیں ہندو اس وقت اس سے حالات اور اپنی حاجتیں دریافت کرتے ہیں۔ اور اپنا مطلب بیان کرتے ہیں

آساپوری سانکری شیری کے چوراہہ پر اس زمانہ میں کرپا شنکر ناگر نے از سر نو ایک مکان عالیشان دلکش سنگِ مرمر سے تعمیر کرایا ہے اور اس مورتی کو مختلف قسم کے لباسِ فاخرہ سے زینت دی ہے۔

نرسنگھ راج پور کے محلہ تلسی میں ایک مکان ہے۔ جس جگہ پوجا کرتے ہیں۔ اس کے فرش کو سنگِ مرمر سے تعمیر کیا ہے۔ اُس جگہ پھول ڈالتے ہیں۔ اور پوجا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے اس ملک پر غلبہ کے سبب نرسنگھ کو زمین کے اندر چھپا دیا تھا۔ اُس وقت سے اب تک اُسی طرح ہے۔

---

[1] ڈھال کی پول آج کل کہتے ہیں۔

ایک دوسرا مکان جو نرسنگھ کی طرف منسوب ہے وہ چنڈولہ تالاب پر واقع ہے[۱]۔ اس جگہ ایک طاقچہ بہت ہی چھوٹا دیوار میں بنا ہوا ہے۔ اکثر ہندو پوجا کے لئے جاتے ہیں۔

چاکیشو[۲] مہادیو کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ راج پور دروازہ کے باہر انند رام نے نجم الدولہ کے عہد میں اس جگہ تعمیر کر کے ایک باغ بھی اس کے ساتھ لگایا تھا۔

کاکر سینجی بھوانی کانکریہ تالاب کے منبع پر ایک مقام ہے۔ چند ستونوں پر ایک جھوٹا بنا کر بھوانی کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ ہندو اس جگہ جا کر پوجا کرتے ہیں۔

سنیدوار محمود آباد کھوکھری میں تین کوس پر ایک باولی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ بھوانی کا مکان ہے۔ ہر سال ماہ ساون سنیچر کے دن ہندو اس مقام پر غسل کر کے پوجا کیا کرتے ہیں۔

ہنومان سلطان پور میں سنگِ خارا کی ایک بڑی مورتی بندر کی ہے۔ قدیم زمانہ سے زمین میں دفن تھی۔ اینکوجی پنڈت نائب داماجی گائکوار مرہٹہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے نکال کر ایک مکان نو تعمیر میں رکھا۔ سنیچر کے روز ہندو اس کے درشن کو جاتے ہیں۔

نیل کھنٹیشور مہادیو موضع ستزال ضلع احمد آباد شہر سے تین کوس پر ایک مندر ہے۔ قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے۔ اس پر ایک گنبد ہے۔ ماہ ساون میں ہر سال ہندو پوجا کرتے ہیں۔

ماتر بھوانی اسارہ میں شہر احمد آباد سے آدھے کوس پر ایک باولی ہے جس کو "ماتر" کہتے ہیں۔ آبادی احمد آباد سے قبل ایک مکان تھا۔ ایک برہمن نے

---

[۱] شاہ عالمؒ کے مزار کے پیچھے ہے۔ سال میں ایک دفعہ پانی سے بھر دیا جاتا ہے۔ پھر کاشتکاروں کو اس سے بوقت ضرورت دیتے ہیں۔ سنہ ۱۹۵۶ بکرمی کے قحط میں سرکار نے اس کی صفائی اور مرمت کا کام جاری کر کے ہزاروں غریبوں کو موت سے بچا لیا۔
[۲] دراصل یہ لفظ "کامیشور" ہے۔ [۳] دراصل کنٹھیشور ہے۔ مگر آج کل نیل کھنٹھ مہادیو کہتے ہیں۔

بموجب بشارت (جو غالباً خواب میں ہوئی) ایک باولی اور طاقچہ تیار کرایا۔ لوگ اُس کی پوجا کرتے ہیں۔

دھنک دھری موضع نہروالہ[1] متصل سدھ پور میں ایک گنبد ہے۔ جس میں ایک طاقچہ ہے۔ اسی میں بھوانی کی شکل کو رکھ دیا ہے۔ ہندو خصوصاً گولی ماہ سراون میں جمع ہو کر پوجا کرتے ہیں۔

نیل کنٹھ مہادیو اساروہ میں ایک لنگ نصب کیا ہوا ہے۔ آج کل ایک عمدہ مکان اُس پر بنا دیا گیا ہے۔

قدم اچارج گوسائیں یہ قدم موضع اساورہ میں ہے۔ اچارج گوسائیں وشنو مذہب کے بانی ہیں۔ اس وقت کے گوسائیں اُسی کے خاندان سے ہیں۔ وشنو بقال اس کے معتقد ہیں۔ نقش قدم کے متعلق لوگ عجیب و غریب قصے بیان کرتے ہیں۔ ماگھیسر کے مہینے نوم کے دن پوجا کرتے ہیں۔ اور اس دن کو "اجھو" کہتے ہیں۔

یکلبنگ بھوانی سابرمتی کے پاس دودھاسر کے راستہ پر شاہی باغ کے نزدیک ایک پرانا طاقچہ ہے۔ لوگ اُس کی پوجا کرتے ہیں۔ سنیاسی دن رات وہاں رہتے ہیں۔ اتوار کے دن اکثر آدمی پوجا کرنے آتے ہیں۔ اس جگہ غسل کرنا ثواب عظیم جانتے ہیں مخصوص دنوں تمام گروہ غسل کرنے کیلئے جاتا ہے۔ بلکہ اس جگہ کو مبارک سمجھ کر مردہ کو بھی یہیں جلاتے ہیں[2]۔

بھیم ناتھ مہادیو سابرمتی کے کنارے باغ شاہی کے نزدیک ایک گنبد ہے سراون کے مہینہ میں لوگ غسل کرتے ہیں۔ اور پوجا کے لئے تمام مہینہ آتے ہیں۔

کھدگ دھار لشو مہادیو سابرمتی کے کنارے محمد امین خاں کے باغ کے پاس یہ ہے۔ سراون کے مہینہ لوگ اس کی پوجا کیلئے جاتے ہیں۔

[1] یہ وہ نہروالہ نہیں ہے جس کو انہل واڑہ پٹن کہتے ہیں۔ بلکہ یہ ایک گاؤں ہے جو سدھ پور کے قریب ہے [2] آج بھی اسی جگہ مردے جلاتے ہیں

ھینگلاج بھوانی نورنگ پور میں ایک گنبد ہے۔ جو اندر سے خالی اور بغیر دروازے کے ہے۔ بہت ہی چھوٹا طاقچہ ایک جگہ بنا ہوا ہے۔ دن رات چراغ روشن رہتا ہے۔ گنبد کے اندر کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی ہے۔ ہندو پوجا کے لئے وہاں جاتے ہیں۔

شر لشور مہادیو علیم پور میں قدیم سے یہ مشہور جگہ ہے۔ سرپیٹ راؤ مرہٹہ نائب پیشوا نے اپنی حکومت میں اس پر ایک گنبد بنا دیا ہے۔

تھانیش ور مہادیو سابرمتی کے راستے پر مجھوری میں ایک لنگ ہے۔ جس کے پانچ سر ہیں۔ اسی لئے اس کو "پنچ مکھی" کہتے ہیں۔ رکھ پنجمی میں ہندو اس جگہ جا کر غسل کرتے ہیں اور اس لنگ کی پوجا کو ثواب جانتے ہیں۔

فصل تیسری

ہندوؤں کے تیرتھ کے بیان میں

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ برہمن اور تیسری لوگ سیورہ (سوری) اور شراوکان کے خلاف غسل میں بے حد مبالغہ کرتے ہیں اور نہایت اہتمام سے ہر صبح کو پوجا کے لئے غسل کیا کرتے ہیں۔ اور پھر کھانا کھانے کے لئے الگ غسل کرتے ہیں۔ بغیر غسل نہیں کھاتے اور گھر سے باہر ندی تالاب دریا، کنڈ میں غسل کو زیادہ ثواب کا باعث جانتے ہیں خصوصاً سنگھم (دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ) کے مقام کو زیادہ متبرک سمجھتے ہیں۔ چونکہ اس ملک میں ندی، تالاب، کنڈ وغیرہ بکثرت ہیں۔ جو شمار سے باہر ہیں۔ اس لئے صرف ان کا حال لکھا جاتا ہے۔ جو زیادہ مشہور ہیں۔

ساگر تیرتھ یعنی دریا عمان کہ جہاں ندی سمندر سے ملتی ہے۔ وہ جگہ خاص پوجا کی ہے مگر صرف ساحل کے لوگ آتے ہیں۔ دور دراز مقامات سے نہیں آتے۔

سرستی ندی (سرسوتی) بڑی بڑی داستانیں یہاں کے ثواب غسل میں لوگ بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ مقام بڑے تیرتھوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس کی جڑ پورب کے ملکوں میں ہے۔ ایک برگد کے درخت کے ریشہ سے جوالہ آباد میں ہے۔ یہ ندی جاری ہوئی ہے اور مختلف اسباب کی بنا پر جن کا ذکر طول ہے مختلف مقام پر ظاہر ہو کر پھر زمین میں غائب ہو گئی۔ چنانچہ اس ملک میں پہلے سروہی پہاڑ سے نکل کر سدھ پور میں جاری ہوئی۔ اور پھر پٹن سے دس کوس پر جاکر ریگستان میں غائب ہو گئی ہے۔ اور پھر سورٹھ میں کوڈی نار کے قریب آکر پانچ شاخوں میں منقسم ہو گئی ہے۔ (۱) پراچی (۲) ہرنا (۳) گومتی (۴) کپیلا (۵) ورجنی، سومناتھ سے آدھے میل پر جس کو "بھالکا تیرتھ" کہتے ہیں۔ پانچوں شاخیں آکر مل گئی ہیں۔ سومناتھ کے نیچے ہرنا کے نام سے مشہور ہو کر سمندر میں مل جاتی ہے۔ اور ان میں غسل کرنا کار ثواب سمجھتے ہیں۔ خصوصاً سدھ پور اور بھالکا میں۔ لیکن ماہ کاتک کے پورن ماسی میں جب کہ سورج برج میزان میں ہو اور یہ ایام حیض کا وقت ہوتا ہے۔ تو سدھ پور میں معینہ وقت پر غسل کرنا دوسرے مقامات سے افضل ہے۔ دور و دراز مقامات سے ہزاروں اُس دن آتے ہیں اور دستور کے موافق برہمنوں کی دعوت اور خیرات کرتے ہیں۔ اسی دن میلہ بھی لگتا ہے۔ کپڑے، گھوڑے، اونٹ، گائے وغیرہ کی لاکھوں کی تجارت ہوتی ہے۔ راقم حروف نے بھی بچشم خود دیکھا ہے۔ امور سلطنت میں خلل پانے کے سبب اب تو صرف وہی لوگ جاتے ہیں۔ جو آس پاس کے ہیں۔ یا دور کے وہ لوگ آتے ہیں جو نذر مانتے ہیں۔ باقی وہ میلہ جو وہاں لگتا تھا اور کارواں جو احمد آباد سے جاتا تھا۔ سب موقوف ہو گیا۔

نربدا تیرتھ اس کو "ریوا تیرتھ" بھی کہتے ہیں۔ مشہور تیرتھ گاہ میں سے ہے۔ مطابق چیت (جیٹھ) جب کہ سورج برج حمل میں ہو۔ پونم یعنی چودھویں تاریخ خصوصاً موضع کرنالی چانور ضلع بالاسینور کہ بڑودہ سے تیرہ کوس ہے۔ اور مقام

"اور" کے علاوہ ہر جانب سے لوگ آکر غسل کرتے ہیں۔ ہزاروں مرد وعورت دکھن کی جانب سے آکر ثواب غسل حاصل کرتے ہیں۔ بعض لوگ بعد غسل اور نذر ادا کر کے اسی ندی میں ڈوب مرتے ہیں۔ برہمن کو کھانا کھلانا اور نقد وجنس کی خیرات کرنا بڑا ثواب خیال کرتے ہیں۔ چند مندر جو کنارے پر واقع ہیں۔ جن میں ایک مہادیو کا ہے۔ اس میں پوجا کرتے ہیں۔ اس دریا پر دو تیرتھ اعلیٰ درجہ کا ہے، اوّل "اور سنگھم" جس کا ذکر ابھی ہوا۔ دوسرا "تُنگل تیرتھ" جو جھروج کے پاس ہے۔ یہاں سے سمندر تک غسل کی جگہ ہے بعض اشخاص اپنے گلے میں چاول کا تھیلہ باندھ کر اپنے کو غرق کر ڈالتے ہیں۔ اس کو اصطلاح میں "بھیرو کپ" کہتے ہیں۔ اور اس کا حال کوہ گرنار کے بیان میں مفصل ہوگا۔ اور چونکہ یہ لوگ تناسخ یعنی اوتار کے قائل ہیں۔ اس لیے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جوگی اور سنیاسی کسی خوبصورت عورت کو اچانک پکڑ کے اس امید پر غرق ہو جاتے ہیں کہ دوسرے جنم میں یہ عورت ہمارے ساتھ ہوگی۔ اسی سبب سے عورتوں کے وارث اسکی سخت حفاظت کرتے ہیں۔ برہمنوں کے پاس ایک کتاب ہے جس میں اس دریا کی فضیلت اور تیرتھ کے مقدس ہونے کا حال اور ہر ہر مقام پر غسل کرنے کی کیفیت درج ہے۔

بھالکا تیرتھ

سومناتھ سے نصف کوس پر برہمنوں کے اعتقاد کے بموجب اس طرف کے درخت پیپل سے سرستی ندی نکلی ہے۔ اس کا نام "پیپل سر" ہے۔ یہ وہی مقام ہے کہ آج سے چند ہزار قبل کرشن مہاراج ایک درخت کے نیچے آرام کر رہے تھے اور ایک شکاری نے ہرن سمجھ کر ایک تیر مارا۔ جو تلووں میں لگا اور اسی سے وفات پا گئے۔ ہندوؤں میں یہ قصہ بہت مشہور ہے۔ اس سبب سے اس جگہ غسل کرنا باعث ثواب ہے۔ مگر اس کا کوئی خاص دن مقرر نہیں ہے اور نہ کوئی خاص قافلہ اس جگہ جاتا ہے۔

ہرنا اور سرستی کا سنگھم

سومناتھ سے نزدیک ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ اس کے کنارہ پر جس کو "جادو استھلی" کہتے ہیں۔ آج سے چند ہزار سال قبل بعد وفات کرشن مہاراج "۵۶" کرور اشخاص جو خاندان جادو سے تھے۔ آپس میں لڑ کر اس دریا

میں فنا ہو گئے۔ اور اس کے متعلق بہت ہی دلچسپ قصے لوگ بیان کرتے ہیں۔

بے اوٹھ تیرتھ

سات دریاؤں کا سنگھم ہے۔ گجراتی زبان میں "بے" کے معنے دو کے ہیں اور اوٹھ" ساڑھے تین کو کہتے ہیں۔ تو اس کا دوگنا سات ہوا یعنی سات دریاؤں کے سنگھم کے سبب اس کا نام ہوا۔ اس نام کا گاؤں دھولکا سے تین کوس پر واقع ہے۔ اور سات دریاؤں کے ملنے کی صورت یہ ہے۔ کہ سابرمتی اور ہاتھ متی موضع سنگ پور ضلع پر ان تیج میں ایک دوسرے سے مل کر مغربی جانب سے احمد آباد کے کنارے چل کر جاری ہے۔ دریا واترک اور میسوہ قصبہ محمود آباد اور موضع کھیرہ کے درمیان مل گئے ہیں اور اس جگہ سے ان دونوں کا نام واترک ہی مشہور ہے۔ اسی طرح دریا شیری (شیڈھی) تہور (دکھارہ؟) اور ماجھم پرگنہ موندہ (مودھا) کے اوپر سے جمع ہو کر جنوبی جانب موضع کھیرہ کے پہنچتے ہیں۔ اور اس جگہ سے ان کا نام شیری کہلاتا ہے۔ یہاں ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔ اور پرگنہ "ارہرماترہ" دھولکا سے گذرتا ہے اور "واترک" کے نام سے مشہور ہے۔ اب موضع بے اوٹھ" کے نیچے ایک طرف سے سابرمتی اور ہاتھ متی مل کر اور دوسری طرف سے واترک تمام دوسرے دریاؤں سے مل کر ایک دریا بن جاتا ہے اور یہاں سے اس کا نام ہر جگہ سابرمتی ہی مشہور ہے۔ جو بندر کھنبائت کے مغربی جانب سے سمندر میں مل جاتی ہے۔

دودھیسر

سابرمتی کی ایک شاخ کا نام ہے جو احمد آباد باغ شاہی کے پاس ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ "دودھیسر" نامی ایک شخص ریاضت کرنے والا اس جگہ رہا کرتا تھا۔ اس کے متعلق عجیب و غریب قصے بیان کرتے ہیں۔ اور برہمنوں کے پاس ایک کتاب ہے کہ جس میں سابرمتی میں غسل کرنے کی فضیلت اور اس کے جدا جدا مقام نہانے کا الگ الگ ثواب تحریر کیا ہے۔ ان میں سے "دودھیسر" کو سب پر فضیلت حاصل ہے۔

لے آج کل اس کو "دُدھیا" کہتے ہیں۔

احمد آباد کے ہندو خاص ماہ اور سال میں یہاں غسل کرنے میں بڑی جلدی کرتے ہیں۔ اور اپنے مردوں کو حتی المقدور اسی جگہ جلاتے ہیں۔

دریائے مہندری جس کو "نہی یا ماہی" بھی کہتے ہیں کھنبائت کے نزدیک سے سمندر میں مل جاتا ہے اور اتفاقاً کوئی پہنچ جائے تو غسل کر لیتا ہے۔ البتہ بندر کھنبائت اور آس پاس کے لوگ مخصوص دنوں میں عورت و مرد غسل کرنا موجب ثواب سمجھتے ہیں۔

تاپی جس کو "تاپتی" ندی بھی کہتے ہیں۔ سورت بندر کے نزدیک ایک جگہ ہے جس کو "اشونی کمار" کہتے ہیں۔ تاپتی ندی اس جگہ سے سمندر میں ملتی ہے۔ سورت اور اطراف کے لوگ مخصوص دنوں میں غسل کرتے ہیں۔ اور مُردے بھی اُسی جگہ جلاتے ہیں۔

فصل چوتھی

کنڈ اور تالاب کے بیان میں

معلوم ہونا چاہیے کہ جس جگہ کوئی مندر ہے تو وہ دریا، تالاب، یا کنڈ میں غسل کرنے کے سبب سے ہے اور اس ملک میں ان کی تعداد بے شمار ہے۔ ان سب کو تحریر کرنا محال ہے۔ اس لئے صرف ایسے مقاموں کو تحریر کرتا ہوں جو ہندوؤں میں مشہور اور معتبر ہیں۔

کنڈ اس ملک میں تین قسم کے کہلاتے ہیں۔ (۱) قدرتی چشمے (۲) وہ کنواں جس کا منہ گھیر کر کے اس کے چکر میں زینہ بناتے ہیں۔ اور اکثر یہ تالاب کے کنارے ہوتے ہیں (۳) وہ حوض کہ اس کے گرد کو اینٹ چونے سے پختہ کر دیتے ہیں۔

گنڈ پنڈ بارک و کرکلاش اس کا حال مندر دوارکا کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے۔

گنگا جمنا کنڈ علاقہ سورٹھ کے قصبہ اونہ میں دو کنڈ ہیں۔ ایک نام گنگا اور دوسرے

کا جمنا ہے۔ جو زمین سے نکل کر ہر ایک دریا بن جاتا ہے۔ اور وہ چشمہ کہ منگلور اور خلیج کے درمیان ہے اور موج سمندر اُس کو نیچے لے لیتا ہے۔ ہر سال ایک مقررہ دن میں شیریں پانی دیتا ہے۔ برہمن کہتے ہیں، کہ اگلے زمانہ میں ایک شخص کو گنگا پانی کی ضرورت ہوئی۔ تو ایک عابد نے اس زمین کی طرف اشارہ کیا۔ اور شیریں پانی نکل پڑا پھر اس کے بعد اسی روز اس پانی کا نمودار ہونا باعثِ حیرت ہے۔

دامودر کنڈ کوہ گرنار میں مختلف مقامات پر چشمے جاری ہیں۔ اور اکثر مقامات پر کنڈ بنائے ہیں۔ اور یک جگہ پر جمع کر کے پتھر کے گاؤ مکھ سے پانی ایک کنڈ میں گراتے ہیں۔ اور بہت سی باولیاں بھی تیار کی ہیں اور ہر کنڈ کا ایک نام رکھا ہے۔ اس میں غسل کرتے ہیں۔ لیکن دامودر کنڈ ان میں زیادہ مشہور ہے۔ اور اس میں غسل کرنا باعثِ ثواب جانتے ہیں۔

لوٹی کنڈ لوٹی ایک گاؤں کا نام ہے، جو پٹن ضلع کے قصبہ موجھ پور میں واقع ہے۔ کنواں کے مثل ایک کنڈ یہاں ہے۔ اُس کے چاروں جانب سے زینہ کے ذریعہ نیچے جا کر غسل کرتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ اُس کا پانی سرخ مجیٹھ لکڑی کے پانی کی طرح ہوتا ہے۔ راقم الحروف بھی جب وہاں پہنچا تو پانی کو سرخ پایا۔ لوگ بیان کرتے ہیں۔ کہ ابتدا برسات میں پانی اپنے اصلی رنگ پر آجاتا ہے۔ ہندو اس کنڈ پر بڑا اعتقاد رکھتے ہیں۔ احمد آباد اور دوسرے مقامات سے غسل کے لئے لوگ قافلہ کے ساتھ جاتے ہیں۔

کنڈ بھچرا (بُھوچرا) بھچرا مندر سے چار کوس پر یہ کنڈ واقع ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ رام نے اپنے زمانہ میں یہاں پہنچ کر شادی کی تھی اور "چوری" جو ہندو شادی میں باندھتے ہیں۔ یہاں بھی باندھی تھی۔ چنانچہ ایک ستون پتھر کا بطور یادگار اب بھی موجود ہے اس کا پانی بہت ہی شیریں ہے۔ اس قدر گہرا ہے کہ کسی کو آج تک اس کی گہرائی نہ معلوم

ہو سکی۔ دُور و نزدیک سے لوگ غسل کے لئے آتے ہیں۔

کالنسیر کُنڈ کھنبائت سے تین کوس پر واقع ہے۔ پاس ہی ایک مندر بھی مہادیو کا ہے۔ یہ کُنڈ بطور ایک بڑے کنواں کے ہے۔ اس میں زینہ نیچے تک پختہ بنا ہوا ہے۔ لوگ وہاں جا کر غسل کرتے ہیں۔ سال کے مخصوص دنوں میں کنبھائت، پٹلاد اور گرد کے لوگ غسل کرتے ہیں۔ دُور کے لوگ نہیں جاتے۔

بِندو سَرُوَر کنڈ ہندوؤں کی اصطلاح میں "سَرُوَر" تالاب کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ کنڈ بہت بڑا مثل تالاب کے ہے اور اس کے چاروں طرف کو اینٹ اور چونے سے پختہ کر دیا ہے۔ اس لئے اس کو بند سرور کہتے ہیں۔ سدھپور میں سرستی ندی کے کنارے واقع ہے۔ مہادیو کا مندر بھی ساتھ ہی ہے۔ برہمن اس میں غسل کرنے کو بڑا ثواب جانتے ہیں اور سرستی ندی کے تیرتھ سے کم نہیں جانتے۔

سَہسَ[1] نر لنگ تالاب پٹن کے قدیم قلعہ میں ہے جو ویران ہے۔ سدھ راج جے سنگھ نے اپنی حکومت کے وقت اس ملک میں متعدد تالاب بنائے۔ ان میں سے ایک یہ تالاب ہے۔ اس نام کی وجہ لوگ یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ سنسکرت زبان میں "سہستر" ہزار کو کہتے ہیں۔ اور برہمن مہادیو کے نام ایک ہزار بتاتے ہیں۔ اسی طرح بھوانی اور کرشن کے بھی ہزار نام ہیں۔ سدھ راج نے اس کے گرد ایک ہزار مندر چھوٹے چھوٹے جس میں ایک آدمی بیٹھ سکے تیار کرائے اور اس میں لنگ رکھے اس بنا پر اس کا نام "مہادیو" کے ناموں کے مناسبت سے سہستر لنگ رکھا۔ مسلمانوں کی فتح تک عبادت کے لئے لوگ رہتے تھے۔ انسان اور حیوان کے کثرت استعمال سے اس کا پانی خشک ہو گیا۔ عالمگیر کے عہد میں اس کی مٹی نکال کر پانی سے بحکم بادشاہ بھر دیا گیا۔ اور اس کے تمام اخراجات خزانہ شاہی سے ادا کئے گئے۔ چونکہ عرصہ سے اس کو صاف نہیں کیا گیا اور نہ

---

[1] دراصل یہ لفظ "سہس رلنگ" ہے۔ رت غلط العام ہے۔

اس کی خبر گیری کی گئی۔ اس لئے آج کل بھر کر زمین کے برابر ہو گیا۔ البتہ اس کے آثار اور علامتیں باقی ہیں[1]۔

فصل پانچویں

سرد و گرم چشمے

بلونی پرگنہ گودھرہ کے موضع لُو واڈا کن میں "سیھہ" ندی ہے، جس کو بلونی کہتے ہیں بارش کے موسم میں جاری ہو جاتی ہے۔ تقریباً تیس چالیس کونڈہ ہیں کہ اس کی تہ میں سوراخ ہے۔ پانی اس سے زمین کے اندر چلا جاتا ہے۔ اس میں سے بعض کا پانی گرم، بعض کا نیم گرم اور بعض کا سرد ہے۔ ہندو اس مقام کے غسل کو پسندیدہ جانتے ہیں۔

لسوندرہ تیرتھ موضع لسوندرہ پرگنہ تھامنہ، کڈوینج کے نزدیک ایک نالہ میں جو برسات کے موسم میں جاری ہو جاتا ہے۔ تقریباً دس کنڈ گرم سرد پانی کے ہیں۔ لوگ وہاں بھی جا کر غسل کرتے ہیں۔

مول دوارکا کے اطراف میں اس جگہ میں ایک کنڈ ہے۔ جس کو حوض کی شکل میں تبدیل کر لیا ہے جس کا پانی گرم ہے۔

دیولی ادنائی نوساری کے قریب ضلع سورت میں حوض کی شکل میں ایک کنڈ ہے۔ جس کا پانی گرم ہوتا ہے۔ اور اس قدر گرم۔ کہ کوئی شخص اس میں ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ سال میں صرف ایک مرتبہ یعنی ماہ چیت جب کہ سورج برج حمل کے آخر درجہ میں ہو۔ تین دن کہ جس کو تیرس، چودس اور اماوس کہتے ہیں۔ اور اکثر موافق ۲۶، ۲۷، ۲۸ تاریخ کے ہوتی ہے۔ کہ ان دنوں میں لوگ دور دراز کے مقامات سے مرد و عورت آکر غسل کرتے ہیں۔

---

[1] راقم الحروف نے بھی دیکھا تو بھرا ہوا تھا اور ایک قطرہ پانی نہ تھا لیکن نشانات اب بھی موجود ہیں

فصل چھٹی

فرقہ شراوک[1]

یہ قوم ہندوستان کے مختلف حصّوں میں پھیلی ہوئی - اور یہ کتاب صرف اس ملک کے حالات میں ہے - اس لئے راقم الحروف صرف ان لوگوں کے حالات لکھیگا - جو اس گجرات میں سکونت پذیر ہیں -

جاننا چاہیئے - کہ سراوک قوم میں جو شخص بھی داخل ہونا چاہے ہو سکتا ہے - ان کے مختلف فرقوں میں سے جن میں بیسریوں کے قوانین جاری نہیں ہیں - دو مشہور قوم ہیں - (۱) اوسوال (۲) شریمالی -

پوروال قوم میں سراوک اور بیسری مخلوط ہیں - ½ ۲ حصّہ ان میں سراوک کا مشہور ہے اوسوال جو موضع اوساور ضلع مارواڑ کے ہیں - زیادہ تر راجپوت ہیں - پھر بھی بہ سبب ہم مذہبی کے ان کو بقال کہتے ہیں -

ان راجپوتوں کے اس مذہب میں آنے کی مختلف روایتیں لوگ بیان کرتے ہیں لیکن راقم الحروف نے رتن سنگھ بھنڈاری جو نائب صوبہ دار مہاراجہ ابھے سنگھ کا تھا - اور اسی مذہب کا پیرو تھا - اس کی زبانی جو بات معلوم کی ہے اُس کو زیادہ صحیح سمجھ کر درج کیا ہے -

کہتے ہیں کہ اگلے زمانہ میں تمام مارواڑی راجپوت تھے - ایک دفعہ ایک مسافر سوری ایک قصبہ میں آیا - اور چونکہ سب راجپوت تھے اور کوئی سراوک نہ تھا - اس لئے کسی نے اس کو کھانا نہ دیا - اور بے کھائے پیئے سو رہا - نصف شب گذرنے پر اس جگہ کے رئیس کے لڑکے کو سانپ نے ڈس لیا - اس سے محل میں رونا پیٹنا لوگوں نے شروع کیا - اس شور سے

[1] مصنف کی مراد ان سے جینی لوگ ہیں -

یہ بھی بیدار ہوا۔ دریافت کرنے پر اصل حقیقت معلوم ہوئی۔ اس خیال سے کہ کوئی میری طرح اس بستی میں آکر بے کھائے نہ رہنے پائے۔ اس نے لوگوں سے کہلایا کہ اگر رئیس میرا مذہب قبول کرلے تو میں لڑکے کو اچھا کردوں۔ رئیس نے اطلاع پاکر اس کو قبول کرلیا۔ اس نے جنتر منتر پڑھ کر بچے کو اچھا کردیا۔ رئیس نے حسبِ وعدہ اس مذہب کو فوراً قبول کرلیا۔ پھر اُس کے سبب سے یہ مذہب رواج پاگیا۔

بیسریوں کی طرح سراوکوں کے بھی مندر اس ملک میں بکثرت ہیں۔ ان میں سے جو معتبر ہیں۔ وہ درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

شترنجہ موضع پالیتانہ میں جو سورٹھ میں واقع ہے۔ پہاڑ کی چوٹی پر ایک بڑا عظیم الشان پرتکلف مندر ہے جو آدیشر رکھیسر دیو کی طرف منسوب ہے کہتے ہیں کہ "سوم جی" بقال نے جو سراوک میں سے تھا۔ ۱۸ لاکھ روپے خرچ کرکے اُس کو تعمیر کرایا۔ سراوک قوم کے لوگ احمد آباد اور دوسرے تمام اطراف سے قافلہ کے ساتھ وہاں جاکر پوجا کرتے ہیں۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی دولت مند آدمی اس بات کا اشتہار دیتا ہے کہ میں پوجا کے لئے جاتا ہوں۔ جس کو ساتھ چلنا ہو۔ چلے۔ چنانچہ اطراف سے لوگ اس کے ساتھ ہوجاتے ہیں۔ اور ایک بڑے قافلہ کے ساتھ وہ وہاں جاتا ہے اس قافلہ کے تمام اخراجات یہ خود تنہا برداشت کرتا ہے۔ ایسے اشخاص کو قوم "سنگھ وی" کہتی[1] ہے۔ اور یہ اُن کے نزدیک بڑا ثواب کا کام سمجھا جاتا ہے۔ اور شہرت بھی اس آدمی کی خوب ہوجاتی ہے۔ جو باعثِ فخر ہے۔ ہر سال اطراف ملک سے لاکھوں روپے وہاں نذر کے طور پہ لوگ دیتے ہیں۔ جو وہاں کی تعمیر و ترمیم وغیرہ میں خرچ ہوتے ہیں۔

بھیم ناتھ جوناگڈھ میں کوہ گرنار پر ایک بڑا مندر ہے۔ جو بھیم ناتھ کے نام سے منسوب ہے۔ اس کے متعلق لوگ بہت قصے بیان کرتے ہیں۔ جو

[1] ہندوستان میں ان کو سنگھی کہتے ہیں۔

طوالت سے خالی نہیں۔

گوڑی پارس ناتھ صحرا ارن کے اُس طرف کچھ میں ساحل سمندر پر "گوڑی پارس ناتھ" کے نام ایک مشہور مندر ہے۔ اور بڑی مشکل سے لوگ وہاں جا کر پوجا کرتے ہیں۔

سنکھیا پارس ناتھ موضع سنکھیر کہ جس کو "پاردیس" کہتے ہیں۔ پرگنہ مونجھپور ضلع پٹن میں ایک مندر اس نام سے مشہور ہے۔

آجیت ناتھ پرگنہ کھرالو میں کوہ نارنگہ پر اس نام کا ایک مندر ہے۔

کوہ آبو سیروہی میں آبو پہاڑ پر آٹھ مندر ہیں۔

کوبنار یہ[1] = موضع کوبنار یہ میں اس کے قریب اور میسریوں کے مندر کے پاس پانچ مندر ہیں۔

کاوی = موضع کاوی پرگنہ جمبوسر میں تین مندر ہیں۔

نرورا = جس کو نہروالہ[2] بھی کہتے ہیں۔ اور احمد آباد سے چار کوس پر واقع ہے۔ ایک مندر ہے۔ ہر سال سراوک مرد و عورت اس جگہ جاتے ہیں۔

توانگر = یہاں بھی متعدد مندر ہیں۔

خاص احمد آباد میں مسلمانوں کی حکومت کے سبب سے مختلف محلوں میں تہ خانہ کے اندر بڑی رقم خرچ کر کے بہت مندر تعمیر کئے گئے ہیں۔ جس میں بڑے بڑے بُت نصب ہیں۔ خاص کر جوہری واڑہ میں اور ایسے گھر کہ سیورہ (سوری) وہاں رہتے ہیں۔ جن کو "پوسال" کہتے ہیں بے شمار ہیں۔ اور "انندجی نعل چند صراف" نے جن کو راقم الحروف بھی جانتا ہے۔ اپنے گھر کو بمت شکھر کے مشابہ (جو ممالک مشرقی میں سراوک کے بڑے مندروں میں شمار کیا جاتا ہے) لکڑی کا تیار کرایا ہے۔ جس میں پوجاریوں کی صورت آنے جانے والوں بلکہ وحشیوں تک کی جو اس پہاڑ پر ہیں۔ لکڑی کی مورتیں بنا کر نصب

[1] اس کا اصلی نام آج کل کنبھاریا ہے۔ [2] اصلی نام نہرواہی ہے جو آج بھی مشہور ہے۔

کرایا ہے۔ اس پر بڑا روپیہ خرچ کیا ہے۔ اس وقت تک اکثر اوقات قوم سراوک جو بعد مسافت کے سبب سے وہاں نہیں جا سکتے۔ سورت کے علاقہ تک کے لوگ زیارت کے لئے آتے ہیں۔

باب چھٹا

فصل اوّل

ناپ تول

اس ملک کے اکثر قصبوں اور پرگنوں میں ناپ تول مقرر ہے۔ اور ہر ایک کا ایک نام معین ہے۔ ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جن کا استعمال شہر میں بھی ہوتا ہے۔ پس معلوم کرنا چاہئے کہ ایک سیر گجراتی (۳۰) دام عالمگیری کا ہوتا ہے۔ جو (۲۰) دام شاہ جہانی کے برابر ہے۔ اور اس کو کچا سیر کہتے ہیں۔ اور یہ نصف شاہجہانی سیر کہلاتا ہے۔ اور شاہجہانی سیر کو پکا سیر کہتے ہیں اور یہ نصف شاہجہانی سیر کہلاتا ہے اور شاہجہانی سیر کو پکا سیر کہتے ہیں اس طرح (۴۰) سیر کچا ایک من گجراتی ہوتا ہے اور (۴۰) سیر پکا ایک من شاہ جہانی ہوگا۔ جس کو پکا من بھی کہتے ہیں۔

چونکہ بعض قصبوں میں ایک دوسرے کے بجائے کم و بیش تول ہوتا ہے۔ اس لئے جو کچھ کہ معلوم ہو سکا ہے۔ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

پالی لکڑی سے بنا ہوا۔ ایک پیمانہ ہے۔ جس کا رواج احمد آباد میں تو نہیں ہے مگر دوسرے مقام میں اڑھائی سیر پختہ جس کا پانچ سیر کچا ہوا مقدار میں مانا جاتا ہے اور کسی جگہ دو سیر اور کہیں سیر سے کم بھی ہوتا ہے۔ آدھی پالی اور پاؤ پالی بھی ہوتی ہے۔

سہی بقدر (۲۰) پالی کے ہوتی ہے۔ اور کسی جگہ (۳۶) سیر کا کچا کا شمار کرتے ہیں۔

کلسی = رادھن پور اور اُس کے اطراف میں (۱۶) من کچا، اور دوسری جگہ ۱۴ من ۱۶ سیر کی ہوتی ہے

موندہ = دوسرے مقام میں ۴۸ من کچا ہوتا ہے۔ لیکن احمد آباد میں چونہ کا ناپ اسی سے کرتے ہیں اور اس کی مقدار پچاس من کچا ہے۔

ماٹ = نوانگر میں مستعمل ہے۔ ایک ماٹ ۶ پالی کا۔ اور ہر پالی پانچ سیر کا اور سیر یہاں پندرہ قدیم پیسہ کا ہوتا ہے۔ احمد آباد میں ماٹ ساڑھے تیس سیر گجراتی (کچا) کا ہوتا ہے۔

موٹلہ = ۶ ماٹ کا ایک سہی اور چار سہی کا ایک موٹلہ۔ اور چار موٹلہ کی ایک کلسی وہاں رائج ہے

ہارو = آٹھ من گجراتی۔

پرگنہ جمبوسر و مقبول آباد بڑودہ میں ناپ تول مختلف ہیں کہ اس کتاب کے لکھتے وقت تک معلوم نہ ہو سکے۔

کھانڈی = بیس من گجراتی کی ہوتی ہے۔ بندر گاہوں میں جہاز پر لادتے وقت اس کا استعمال ہوتا ہے۔

پھلی = کھنبائت میں ۳۲ سیر گجراتی کو کہتے ہیں۔

پھلا = ایک من دس سیر گجراتی کا ہوتا ہے۔

کانٹھرا = دھان تولتے وقت کھنبائت میں پانچ من دس سیر گجراتی کا شمار کرتے ہیں۔

بھار = ۱۶ من کا

کپان = جس کو قپان بھی بولتے ہیں۔ یہ ایک قسم کا ترازو ہوتا ہے۔ کہ جس کی ڈنڈی لوہے کی ہوتی ہے۔ اور ایک پلڑا ہوتا ہے۔ اور دوسرے پلڑے کے بجائے ایک باٹ لوہے کا لٹکاتے ہیں۔ اور اُس کی ڈنڈی پر لکیریں ہوتی ہیں۔ کہ جس جگہ باٹ کا حلقہ پہنچے اس کا وزن معلوم ہو جائے۔ بندر گاہوں میں ایک من سے لیکر ۲۸ من تک اس میں تولنے کا دستور ہے[1]۔

---

[1] آج کل اسٹیشن پر ہر جگہ اسی قسم کا آلہ ہوتا ہے۔

فصل دوسری

جنس اور دواؤں کے اوزان

قدیم زمانہ سے احمد آباد اور بندرگاہوں میں جنس اور دواؤں کا ایک وزن مقرر ہے جس کو کریانہ کہتے ہیں۔ جب تاجر باہر سے مال لاتے ہیں اور خریدار تھوک مال لیتے ہیں۔ تو بیچنے والے سے کریانہ کے وزن سے خریدتے ہیں۔ جس کو "تول" بھی کہتے ہیں۔ اور جب مال جلد فروخت کرتے ہیں۔ تو اس حساب سے نہیں دیتے۔ مگر اس شخص کو کہ اصل خرید پر ایک نفع مقرر کر لے۔ ایک خاص مقدار مجرا دیتے ہیں۔

قیاس سے معلوم ہوتا ہے، کہ موسم برسات میں اکثر مال نمی میں آجاتی ہے۔ یا گھانس بھر دیتے ہیں۔ تو اس سے وزن زیادہ ہوجاتا ہے۔ اس لئے کچھ زیادہ کر کے لیتے ہیں۔ اگرچہ بعض چیز مثلاً قلعی اور جست کہ اس میں نمی نہیں سرایت کرتی ہے۔ پھر بھی اس میں زیادتی کر دیتے ہیں۔

اور بعض جنسوں میں تول نہیں ہے۔ اسی طرح میوہ، بقولات وغیرہ کا وزن مخصوص ہے اس کتاب کے لکھتے وقت جو کچھ معلوم ہو سکا۔ اور احمد آباد میں رائج ہے۔ ان سب کی فہرست تو بڑی طویل ہے اس لئے صرف نمونہ کے طور پر کچھ تحریر کر دیتا ہوں۔

جاننا چاہیئے کہ اکثر اشیا میں تول فی من ۴۲ سیر کا ہے۔ مگر بعض جگہ کم و بیش بھی ہے۔

ابریشم = موسم برسات میں ۴۳ سیر ورنہ ۴۲ سیر

الائچی = ساڑھے ۴۲ سیر

ہینگ = ۴۲ سیر

بادام = ½ ۴۲ سیر

قلعی، جست، سرمہ = ½ ۴۰

بھبیڑا = ½ ۴۰ سیر

پھٹکڑی = ½ ۴۲

پیپلامول = ۴۴ سیر بغیر گھانس کے ورنہ ½ ۴۸ سیر

بن قہوہ = ۴۲ سیر

ہڑ = ۴۲½ سیر	سورنگی = ۴۲½ سیر	لودر = ۴۸ سیر
جوز بویہ = ۲ ؍؍	شکر = پاپالا ۴۰ سیر	مویز = ۴۲
چول = ؍؍	صندل = ۴۲	موم = ۴۲½
خرما = ۴۲ سیر	شہد = ۴۲	مجیٹھ = خالص ۴۲½ } اور گھانس کے ساتھ ۴۴
دارچینی = ۴۲½	کالی مرچ = ۴۲	
پیپلین = ۴۴	لونگ = ۴۲	مازو = ۴۲½
دھاوری یاکم = ۴۳	کشمش = ۴۲	نمک = ۴۴
زعفران = ۴۵	کسوم = ۴۲½	نبات = ۴۲½
زرد لکڑی = ۴۲½ (ہلدی)	کھارہ = ۴۰½	ناس پال = ۴۲½
سپیاری = ۴۰½ اور نصف پابالا	کشیش = ۴۲½	ہلیلہ رنگ = ۴۰½

میوہ تر اور بقولات ترکاری وغیرہ شمار میں ایک سو ڈالس لیتے ہیں۔ مگر کیلہ کہ ایک سو بیس کا شمار ہوتا ہے۔ اور جو وزن کے ساتھ فروخت کرتے ہیں۔ مثلاً بینگن اور گاجر ساگ ترکاری وغیرہ ۴۱ سیر کے حساب سے فروخت ہوتا ہے۔

بزاز اور جوہریوں کی اصطلاح

بزاز اور جوہری اپنی اصطلاح میں اکثر وزن بتاتے ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ احمد آباد سے باہر کچھ اور اصطلاح ہو۔ مگر اس جگہ جو اصطلاح ہے۔ وہ تحریر کرتا ہوں:-

بزازی اصطلاح

پان یا ہی = ¼	پٹا کلا = ۱ پابالا	رکھ = ۳
ویل یا سل = ½	سل سانگ = ۱½	پھوکا = ۴
رکھ پان = ¾	پٹا کلا جوڑہ = دو پابالا	بد = ۵
سانک = ۱		

ڈیک = ۶	کون = ۹	جوڑلا = ۱۲
پیت = ۷	سلا = ۱۰	لکھلا = ۱۳
منکہ = ۸	اکیلا = ۱۱	پھوکھلا = ۱۴

اسی طرح ہر اکائی پر لفظ "لا" بڑھا کر ۱۹ تک شمار کرتے ہیں۔
کوری۔ ۲۰ کو کہتے ہیں۔
کوری سانک = ۲۱
سل سنک کوری، بار کھ دھی" ۳۰ جور کرڑی" یا پھوکھ دہی = ۴۰
اسی طرح لفظ "کوری" بڑھا کر ۴۹ تک شمار کرتے جاؤ۔
صندوانی = ۵۰ یک داہی ۶۰ = پیت داہی ۷۰ = سنکھ داہی ۸۰
کون داہی ۹۰ = بدپھرو ۹۰۰۔ کھڈیا کوتھلی = ۱۰۰۰

جوہریوں کی اصطلاح

شلی = $\frac{1}{4}$	بیر = ۶	سمار پری = ۱۷
سالی = $\frac{1}{2}$	سمار = ۷	ٹھال پری = ۱۸
لیکھوا = $\frac{3}{4}$	ٹھال ۸	دن پری = ۱۹
اکرا = ۱	دن ۹	سوت = ۲۰
سلایک = پا بالا	آن کل ۱۰	ایکوا دہی = ۳۰
سانکس = ۱$\frac{1}{2}$	کاکرا ۱۱	ایرن داہی = ۴۰
تھاونی لیکھوا پاکم دو	باپرڑ ۱۲	مول داہی = ۵۰
سمانی دو ایکوائی = ۳	تی پرڑ ۱۳	بیرڑ داہی = ۶۰
ایرن = ۴	چوپرڑ ۱۴	سمار داہی = ۷۰
مول = ۵	نیرڑ ۱۵	ٹھال داہی = ۸۰
	بیر پری = ۱۶	دوں داہی = ۹۰
		بہیرونو = ۱۰۰
		کنھیا کوتھلی = ۱۰۰۰

فصل تیسری

متفرق اصطلاحیں

بازار کے بزاز وغیرہ "نانا" - بیر - اکرا - آٹھ سو[1] نقد روپے کو کہتے ہیں - دوگرہ - دو پیسہ کو ایک سو دوگرہ شمار کرتے ہیں - "ٹانٹو" ایک پیسہ کو کہتے ہیں - "آنکھیہ" ایک ٹنکہ، رام = ایک انہ - کادلی، اُجرت دلالی کو کہتے ہیں - تھاپار، خریدار - دچکہ گھر کے اسباب کو واپس کر دینا = جانکڑ، خریدار کے پاس مال بغیر قیمت طے کئے چھوڑ دینا = سنکادیا، سونٹھ لینا = کرایہ، قسم = سیاک، گراہ = چھوپیہ، بہت = چھوہیں چھور، بہت بہت = لابھ، نفع = لوبھ، طمع = واسوں، لوبھوں، کونا = دلنہ، کوئی چیز بہم پہنچانا = اوٹھ ۳$\frac{1}{2}$ = ادھول، گرانی سیر کا ۲ واں حصّہ[2] = وال، تین ماشہ = گدیانہ، ۲ ماشہ -

باب ساتواں

محکمۂ نظامت

ناظم صوبہ | ناظم صوبہ سوائے منصب ذاتی اور لاؤلشکر کے مشروط بہ صوبہ داری ایک ہزار پانچ سو سوار کے رکھتا تھا - اور دو کروڑ ایک لاکھ پچاسی ہزار نو سو دام ملتے تھے - منجملہ ان کے اسی لاکھ دام انعامی، جاگیر مشروطہ اور پیشکش زمین ... اس کے علاوہ، سابق ناظمان قریب ۲۴ لاکھ روپیہ مشروط تنخواہ رکھتے تھے - عہدِ عالمگیر میں نو سو تک منصبدار اپنے لاؤلشکر کے ساتھ کہ قریب ۲۶ ہزار پیادہ اور تین سوار ہوتے تھے اور موافق قاعدہ داغ تیسرا حصّہ قریب نو ہزار سوار موجود برائے کارِ حضور ... اور

---

[1] آج کل اٹھ کو "روکڑا" کہتے ہیں - [2] برابر ۲$\frac{1}{2}$ تولہ

فوج کشی منصبداران موافق قاعدۂ تیسرا حصہ۔ فوجداران اور تھانہ داران نصف جمعیت اپنے مقام میں اور باقی نصف کے ساتھ ناظم کے پاس حاضر رہتے اور زمینداران پو ڈونگر، بانسبلہ کو ہمیشہ فرودگاہ سے باہر مقرر تھے۔ ہمراہ رہتے۔

فصل اوّل

تھانہ جات

فوجدار گرد ناظم صوبہ کی طرف سے محلوں کی حفاظت کے لئے اور ارد گرد کے بندوبست کے واسطے مقرر ہوتے اور اُن کے رہنے کا مکان نین پور کا باڑہ اسٹوریہ دروازہ باہر جنوب جانب شہر کے ایک چھوٹا قلعہ ہوتا۔ ناظمان صوبہ بیس ہزار روپیہ تک تین دفعہ کر کے اس جگہ دیتے۔ اور تیسرے دفعہ کی موجب پانچسو سوار بلا لحاظ سے گذرتے یا اپنی جمعیت میں سے سوار مقرر کر دیتا۔ پانچ سو سوار کی شرط فوجدار کی طرف سے ہوتی لیکن حفاظت اور شب گشت کے لئے دو سو آٹھ سوار اور ہزار پیادہ مقرر ہے۔ دو سو سوار اور پانچسو پیادہ فوجدار نین پور کے ساتھ باقی پورہ جات (محلہ) اور ناکوں پر مقرر ہوتے۔ لیکن ناظم کی تبدیلی کے وقت نظم و نسق صوبہ کا بادشاہ کے خالصہ حکام کے طرف مقرر ہوتا۔ دیوان صوبہ پانچ ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ فوجدار کے سپرد کرتا۔ ۷ اپورے (محلے) اور آٹھ موضع کی حفاظت اس سے متعلق ہوتی۔

فوجدار باڑہ حاجی پور احمد آباد کے شمالی جانب ایڈریہ (دہلی) دروازہ کے باہر تھوڑے فاصلہ پر ایک چھوٹا قلعہ ہوتا۔ جہاں فوجدار رہتا۔ جو فوجدار گرد کے ماتحت کام کرتا تھا۔ اس کے پاس ۵۵ سوار اور دو سو پچیس پیادہ ہوتے منجملہ ان کے پانچ سوار اور ایک سو پیادہ پورہ اور دو ناکہ ہیں۔ اور باقی فوجدار کے ساتھ حفاظت ۱۳ پورہ اور دو موضع کی۔ اس کے متعلق ہوتی۔

فوجدار باڑہ فیروز پور

فیروز پور سابرمتی کے اُس پار مغربی جانب ایک چھوٹا قلعہ ہوتا۔ جہاں فوجدار رہتا۔ اور یہ بھی فوجدار گرہ کے ماتحت تھا۔ جس کے پاس پچاس سوار اور ایک سو پچاس پیادہ رہتے منجملہ ان کے پچاس پوجات اور اس کے ناکوں کیلئے اور باقی فوجدار کے ساتھ دس پورہ اور چھ موضع کی حفاظت اس کے متعلق ہوتی۔

فوجدار کے متعلق ناکوں کے نام

گرد آوری کی فوج کے متعلق سترہ ناکے تھے۔ (۱) ناکہ چینڈولہ = (۲) ناکہ عیسن پور = (۳) ناکہ شاہ باڑی = (۴) ناکہ کاسندرہ = (۵) ناکہ جیت باغ = (۶) ناکہ راج پور (۷) ناکہ جہانگیر پور (۸) ناکہ دو ہدی (۹) ناکہ پوتلہ (۱۰) ناکہ نہروالہ (۱۱) ناکہ دھن یاد (۱۲) ناکہ قاسم پور (۱۳) ناکہ ریرب (۱۴) ناکہ سرکھیج (سرخس) (۱۵) ناکہ سولہ (۱۶) سرس پور (۱۷) ناکہ اڈالج

تھانہ جات

گرداوری کے فوجدار کی طرف سے ۲۲ مقام میں پرگنہ کے مواضعات میں سے تھانہ دار راستوں کی حفاظت اور بدمعاشوں، سرکشوں کو زیر کرنے کے لئے مقرر تھے۔ ان کے متعلق ایک سوا موضع تھے۔

واضح رہے کہ "تھانہ"[1] اس چار دیواری یا قلعہ کو کہتے ہیں۔ جہاں مسلح سوار اور پیادے اور کمان دار اقامت رکھتے ہوں اور ڈاکوؤں، چوروں، مفسدوں، سرکشوں سے رعایا کی حفاظت کرتے ہوں۔ اور اُن کو مطیع بناتے ہوں۔

احمد آباد کے مشرقی تھانوں کا حال

موضع رکھیال = شہر سے نصف کوس پر ہے۔ ایک سوار اور پندرہ پیادے برائے حفاظت چھ موضع مقرر ہیں۔

راموں ہستزال = احمد آباد سے چار کوس پر ہے۔ تین سوار اور پانچ پیادے پانچ موضع کی حفاظت کرتے ہیں۔

[1] یعنی "نروڈا"

موضع نہروالہ = تین کوس پر ہے۔ ایک سوار اور پانچ پیادہ دو موضع کی حفاظت پر مقرر رہیں۔

اساروہ = شہر سے ۱½ کوس پر ہے۔ پرانا قلعہ شکستہ کو کام میں لے آئے ہیں۔ ایک سوار ۱۵ پیادے پانچ موضعوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔

میڈو میدرا = چار کوس کا فاصلہ ہے۔ پانچ سوار، آٹھ پیادے پانچ موضعوں کو سنبھالتے ہیں

موضع بلاد = پانچ کوس پر ہے۔ پندرہ سوار اور تیس پیادے دو موضعوں کی خبرگیری کرتے ہیں

بھوالری کالو = پانچ کوس پر ہے۔ ایک سوار اور تین پیادے، چھ موضعوں کیلئے مقرر ہیں۔

اوندریل = سات کوس کی دوری ہے۔ ایک سوار اور پانچ پیادے اسی جگہ کی حفاظت کرتے ہیں۔

موضع بیانج = پانچ کوس کا فاصلہ ہے۔ ایک سوار اور تین پیادے چھ موضعوں پر مقرر ہیں۔

جھنبیجر بھوال = شہر سے سات کوس پر واقع ہے۔ دس سوار ۱۵ پیادے پانچ موضع کی دیکھ بھال کرتے ہیں

کوہا = آٹھ کوس کے فاصلہ پر ہے۔ بیس سوار اور تیس پیادے آٹھ موضعوں کے لئے متعین ہیں۔

پالودرہ = بارہ کوس دور ہے۔ صرف ایک سوار رہتا ہے اور اسی جگہ کی دیکھ ریکھ کرتا ہے

بعض اوقات ان کا تھانہ دار خود حضور سے مقرر ہوتا ہے۔

شہر سے مغربی جانب سابرمتی کے پار کے تھانے

بے تل پور = ۲½ کوس پر ہے۔ پانچ سوار اور دس پیادے پانچ مواضعات پر مقرر ہیں

سربیج کھتو پور = شہر سے تین کوس ہے۔ پندرہ سوار اور تیس پیادے سات مواضعات کی حفاظت کرتے ہیں

نفل تیج = تین کوس کا فاصلہ ہے۔ آٹھ سوار، دس پیادے، نو مواضعات پر مقرر ہیں۔

دریا پار شمالی جانب کے تھانے

موضع کالی = شاہ جہاں کے عہد میں اعظم خاں اودھی کا بنایا ہوا۔ بڑا مضبوط ایک چھوٹا قلعہ ہے۔ کڑی اور چنوال کے کولیوں کی سرکوبی کے لئے اس کو تعمیر کرایا تھا۔ جو شہر سے تین کوس پر ہے۔ دس سوار اور بیس پیادے کے ذریعہ ۱۴ مواضعات کی حفاظت ہوتی تھی

اوکانبج = شہر سے چار کوس پر ایک چھوٹا قلعہ ہے۔ پانچ سوار، آٹھ پیادے، آٹھ مواضعات کی حفاظت پر مقرر ہیں۔

ادالبج = چھ کوس پر ہے۔ پچاس سوار اور اسی پیادے چار مواضعات کی دیکھ بھال پر مقرر ہیں

الوارہ بسبج = سات کوس کا فاصلہ ہے۔ ایک سوار اور دس پیادے اسی جگہ کی حفاظت کرتے ہیں۔

مظفر پور = چھ کوس پر ایک قدیم ویران قلعہ ہے۔ ایک سوار اور ایک پیادہ صرف اسی جگہ پر متعین ہیں۔

موضع اندرورہ = اعظم خاں کا بنایا ہوا ایک چھوٹا مضبوط قلعہ ہے۔ جو دریا کے کنارے شہر سے آٹھ کوس پر واقع ہے۔ سات سوار اور پانچ پیادے تین موضعوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ بعض اوقات تھانہ دار علیحدہ حضور سے مقرر کیا جاتا ہے۔

جنوبی جانب کے تھانے

بٹوہ = شہر سے تین کوس پر ہے۔ دس سوار اور بیس پیادے گیارہ گاؤں پر مقرر ہیں۔

شاہ باڑی = تین کوس پر ہے۔ ایک سوار پانچ پیادے دو گاؤں کی حفاظت کرتے ہیں

غیرت آباد = ۲½ کوس پر ہے۔ ایک سوار اور پانچ پیادے کے ذمہ اس جگہ کی دیکھ ریکھ ہے

کاسدرہ = شہر سے سات کوس دور ہے دس سوار اور دس پیادے پانچ گاؤں کا خیال رکھتے ہیں۔

اسلالی = پانچ کوس کا فاصلہ ہے۔ ایک سوار اور پانچ پیادے تین موضعوں پر مقرر ہیں۔

باریجہ = موضع جیتل پور میں پرانا چھوٹا قلعہ موجود ہے۔ نائب تھانہ دار قرب کے سبب سے رہتا ہے۔ شہر سے سات کوس ہے۔ دس سوار پندرہ پیادے پانچ گاؤں کی دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں۔

نواکانم = ایک پرانا قلعہ ویران شہر سے بارہ کوس پر واقع ہے۔ سات سوار اور بارہ

پیادے کے متعلق اس گاؤں کی حفاظت ہے۔

موضع کنبج = نو کوس پر ہے۔ بیس سوار اور تیس پیادے دس گاؤں کی حفاظت پر مقرر ہیں۔

موضع نادتیج = پانچ کوس دور ہے۔ پانچ سوار اور دس پیادے چار گاؤں پر متعین ہیں

بھانیر = پرگنہ موندہ کے قریب، پہلے اس پرگنہ سے اس کا تعلق تھا۔ عالمگیر کے عہد میں رعایا کی درخواست پر احمد آباد سے متعلق ہوگیا۔ یہ سترہ کوس پر واقع ہے صرف ایک سوار یہاں مقرر کر دیا گیا ہے۔

چونکہ تمام تھانے ایک ایک دو دو کوس پر واقع ہیں۔ اور ایک دوسرے سے متصل واقع ہیں۔ اس لئے بوقت ضرورت سب مل کر کام انجام دیتے ہیں۔

فصل دوسری

دیوان صوبہ

بادشاہ کے حکم سے اور وزیر الممالک کے مہری سندوں کے ذریعہ دیوان صوبہ کا تقرر ہوتا ہے۔ اور سوائے منصب ذات اور لشکر کے پچاس سوار مشروط اور تھانہ داری ارجن پور، کھنبالی، پائنام دیوانی مشروط یک سو سوار مقرر ہے۔ اور ایک جماعت منصب داروں کی واسطے سرانجام کار سرکار و کچہری دیوانی متعین ہیں اور آئینی محالات خالصہ وصولی باقیات اور بازیافت ائمہ، اور تنخواہ مطابق خدمات و جاگیرات بموجب اسناد سرکار، اور تقدیم امورات کلی و جزئی آمد و خرچ سب دیوان کے متعلق ہیں۔

عملہ کچہری

دیوانی پیشکار = اکثر اوقات پیش کار دیوانی منصب دار بہ مہر وزیر بادشاہ کے حکم سے مقرر ہوتا ہے۔ اور زیادہ تر دیوان والے خانگی پیش کار میں سے خود مقرر کر لیتے ہیں۔

داروغہ کچہری = بموجب سند بادشاہ بہ مہر دیوان تقرر ہوتا ہے۔

صدر محرر = چالیس روپیہ تنخواہ پر بموجب حکم بادشاہ بہ شمول صدر محرری برگ تنبول مقرر کیا جاتا ہے

تحویل دار = چالیس روپیہ تنخواہ پر بموجب حکم بادشاہ بہ شمول تحویلداری برگ تنبول مقرر ہوتا ہے۔

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل عملہ ہوتا ہے۔

اہل دفتر (منشی) = حضور نویس = صوبہ نویس = محرر خالصہ = محرر دفتر تن = محرر دفتر باقی = محرر سررشتہ وظائف = محرر موازنہ = صدر محرر برآمد نویس بہ تنخواہ ایک سو روپیہ = محرر ارباب تحویل = نرخ نویس = اخبار نویس = دفتر بند = مرزدہ[1] کچہری

صدارت صدر صوبہ | صدر الصدور کی مہری سند سے اس کا تقرر ہوتا ہے۔ ذاتی منصب کے علاوہ دس سوار مشروط اس کام کے ساتھ مقرر کئے جاتے ہیں۔ محکمہ قضا، محتسب، خطیب، امام، متولی مزارات، مؤذن سب اس کے ماتحت ہیں۔ مدد معاش، وظیفہ خوار و زینہ دار شہر اور قصبات اور بازیافت ائمہ کے نوشتہ وغیرہ کا تعلق اسی محکمہ سے ہے۔

منصب قضا | دفتر صدارت سے صدر الصدور کے حکم کے بموجب اس کا تقرر ہوتا ہے۔ شہر کا قاضی ذاتی منصب کے علاوہ بیس سوار مشروط کار رکھتا ہے سرکھیج کی قضاءت اور بیت المال کی امینی اور نومسلموں کی داروغگی بھی اس کے متعلق ہوتی ہے۔ کبھی سرکھیج کا قاضی علیحدہ ہوتا ہے اور قصبات کے قاضیوں کی روزانہ نقدی اور زمین کاشت بشرط کار بقدر ضرورت اُس مقام کے مقرر ہے۔

---

[1] بمبئی کے مطبوعہ نسخہ میں "منرد کچہری" تحریر ہے۔

فصل تیسری

عملہ عدالت عالیہ

وکیل شرعی = (سرکاری وکیل) یک روپیہ روزانہ۔

مفتیاں = تین آدمی منصب دار

قبالہ نویس
مناسخہ نویس } تین بیس (۶۰) منصب مشروط، اور روزانہ آٹھ آنہ۔

صدر محرر = خزانہ عامرہ اور برآور تنخواہ کے لئے بہ موجب سند بادشاہ مقرر ہوتا ہے

احتساب = شہر اور قصبوں کا محتسب، صدر الصدور کے حکم سے اور بموجب سند بادشاہ مقرر ہوتا۔ دو سو پچاس ذاتی اور دس سوار مشروط کار، واسطے اجرا احکام شرعیہ کے متعین ہوتے ہیں۔ اچھی باتوں کی طرف رغبت دلانا اور بری باتوں سے بہ جبر روکنا ان کا فرض ہوتا ہے۔ کچھ سوار و پیادے ناظم صوبہ کی مدد کے نام سے بھی رکھے جاتے وزن کا صحت۔ ناپ تول وغیرہ سب کام انہیں سے متعلق ہے قصبات کے محتسب کو اُن کی حیثیت کے مطابق نقد کے علاوہ زمین کاشت بھی ملتی ہے۔

بخشی اور وقائع نگار[1] | بہ موجب سند شاہی چار بخشی مقرر ہوتے ہیں۔ پچاس سوار مشروط بخشی گری کے ساتھ اور پانچ سو ذاتی بہ شرط مقرر ہیں۔ اور کبھی وقائع نگار علیحدہ مقرر ہوتا ہے۔ اور بعضے پرگنوں میں اُن کے گماشتہ معین ہوتے ہیں۔ جو وہاں کے واقعات بہم پہنچاتے ہیں۔ ان میں سے جو واقعات بادشاہ تک پہنچانے کے ہوتے ہیں وہ شہر کے واقعات کے ساتھ تحریر کر کے بھیجدئے جاتے ہیں۔ روزانہ شام کے وقت ناظم صوبہ دیوان، فوجدار گرد و عدالت، چبوترہ کوتوالی کا محرر اخبار نویس تمام حالات لکھ کر اس کے پاس لاتے ہیں اور بعض

---

[1] آج کل کی اصطلاح میں ان کو "رپورٹر" کہتے ہیں۔

پرگنے میں اچھے لکھنے والے علیحدہ بادشاہ کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں ضبطی جاگیر، منصب دار
کی وفات، فرار، غیر حاضری کی رپورٹ اپنے دستخط کرکے دفتر دیوان صوبہ میں کرنی انکا کام
ہے۔ اگر منصب دار بغیر اطلاع بخشی کسی جگہ چلا جائے، تو فرار کا حکم اسی کے دفتر سے نکلتا ہے۔
اور وقائع نگاروں کے تمام مراسلات داروغہ ڈاک کے پاس بھیجدئے جاتے ہیں۔ جہاں سے
بادشاہ کے پاس چلے جاتے ہیں۔

سوانح نویس صوبہ کا سوانح نویس، بہ حکم داروغگی ڈاک کل ممالک محروسہ مقرر ہوتا ہے۔
بیس سوار مشروط بہ شمول داروغگی ڈاک یہاں مقرر ہے۔ وقائع نگار اور سوانح
نویس کے درمیان فرق یہ ہے کہ سوانح نویس تمام جزو کل حالات جو واقع ہوں۔ یا ملک میں
بطور افواہ کے مشہور ہوں بہ کل تحریر کرتے ہیں[1]۔ پہلے زمانہ میں صرف وقائع نگار سب کام
انجام دیتے تھے۔ لیکن جب ان لوگوں نے بعض باتیں چھپانا شروع کیا اور غلط لکھنے لگے تو
پھر یہ عہدہ علیحدہ نکالا گیا۔ اس عہدہ کو خفیہ نویس بھی کہتے تھے۔ کیونکہ ہر صوبہ میں یہ مخفی
رہتے تھے۔ لیکن جب سے ڈاک لیجانے کا کام اس کے سپرد ہوا تو عام طور پر اس کی شہرت
ہوگئی۔ ہر ہفتہ ہر قسم کی عرضیاں، خطوط، مراسلات وغیرہ بادشاہ کے پاس ارسال کرتے
ہیں۔ وقائع نگار بھی حسب دستور قائم رہے۔ ہر قسم کے فرمانات، احکامات وغیرہ جو آتے
ہیں۔ اُن کو جن جن لوگوں کے نام ہوں۔ اُن تک پہنچا دینا اُس کے فرائض میں داخل ہے
اس کے علاوہ جب کسی خاص کام کے لئے کوئی آدمی بادشاہ کی طرف سے آئے تو انہی سوانح
نویس کے دستخط سے تمام راستوں کی حفاظت اور ہر جگہ اس کے ساتھ بدرقہ اور محافظ
ساتھ کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح واپسی میں بھی اسی کے دستخط سے انتظام
ہوتا ہے۔

---

[1] ان کو خفیہ پولیس سمجھو۔

فصل چوتھی

میوہ کی ڈاک احمد آباد سے دہلی کی طرف

احمد آباد سے گجرات کی سرحدی چوکی موضع کندب پورانی تک ہے میووں کی جو ڈاک جاتی ہے، وہ بھی داروغہ ڈاک کے چارج میں ہے۔ اور وہاں سے اجمیر تک ڈاک کا قانون یہ مقرر ہے کہ ڈاکیہ کو ایک گھڑی میں ایک کوس طے کرنا چاہیئے۔ اور یہ کوس جریبی ہوتا ہے اور جریب ۲۵ ہاتھ کا اور ہاتھ ۲۴ انگل کا ہوتا ہے۔ پس ایک کوس دو سو جریب کا ہوا۔ کہ جس کے پانچ ہزار ہاتھ شاہجہانی ہوئے۔ فوجدار اور زمیندار، بدرقہ کے لئے آدمی پہلے ہی سے تیار رکھتے ہیں۔ تاکہ ڈاک پہنچنے پر ایک سکنڈ بھی ضائع نہ جائے۔ احمد آباد سے یہ ڈاک عام طور پر بارہ دن اور اگر ضروری ہو تو ایک ہفتہ میں دہلی پہنچ جاتی ہے۔ اور اگر دیر ہو جائے تو تنخواہ کا ۱/۴ یعنی چوتھا حصّہ جرمانہ ہو کر کٹ جاتا ہے۔ اس کام کیلئے (۶۲) آدمی مقرر ہیں۔ جن کی تنخواہ دو سو چپن روپے ہے۔ رجسٹر حاضری کے مطابق داروغہ دیوان کے حکم سے شاہی خزانہ سے یہ تنخواہ ادا کی جاتی ہے۔ ان لوگوں میں سے دو آدمی تاریخ نویس اور دو محافظ سپاہی داروغہ کے پاس رہتے ہیں۔ باقی مندرجہ ذیل چوکیوں پر مامور ہیں

(۱) چوکی موضع کالی (۲) موضع ادالیج (۳) بانسر (۴) چونگ (۵) میسانہ (۶) بھاندو (۷) اونجہ (۸) سدھ پور (۹) بسلاو (۱۰) حلودی (۱۱) پالن پور (۱۲) بھوزی (۱۳) دائی واڑا (۱۴) کٹھورا (۱۵) پانتی واڑہ (۱۶) بانت (۱۷) بڈھ کانم (۱۸) ڈونگری (۱۹) کودی (۲۰) بھیل مال (۲۱) سونت (۲۲) تورنا (۲۳) مودرا (۲۴) جالور (۲۵) دیبادا سن (۲۶) بھورانی (۲۷) کھندب

چوکی ڈاک بھروچ تک

عالمگیر جب دکن کی طرف گیا۔ تو بھروچ تک ڈاک کا سلسلہ مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد بھروچ

سے سورت تک کا تعلق بندر سورت سے رہا۔ اس کام کے لئے (۳۵) آدمی ایک سو اتی روپے چار آنے (۱۸۰-۴ آنہ) تنخواہ پر مقرر تھے، منجملہ اُن کے دو آدمی محافظ سپاہی اور ایک تاریخ نویس داروغہ کے پاس اور بقیہ مندرجہ ذیل چوکیوں پر مقرر ہیں۔

(۱) موضع بٹوہ (۲) باری جرنی (۳) کھینچ (۴) محمود آباد (۵) اندیج سلوہ (۶) نڈیاد (۷) بوریائی (۸) باد کور (۹) باسد (۱۰) رتولی (۱۱) بڑودھہ (۱۲) دھنیادی (۱۳) کاروال (۱۴) جوندہ (۱۵) سارنگ (۱۶) کرہال (۱۷) بھروچ

ہرکارہ صوبہ جات ممالک محروسہ میں داروغہ کی طرف سے ہرکارے مقرر ہوتے ہیں۔ عام حالات ناظم کے سامنے بیان کرتا ہے۔ اور لفافہ ڈاک وغیرہ کی دیکھ بھال کر کے ناظم صوبہ کو بتاتا ہے۔ اُن کے گماشتے، وقائع نگار اور سوانح نویس ناظم صوبہ کی کچہری اور دوسرے مقامات میں بیٹھتے ہیں ان تینوں کو اخبار نویس بھی کہتے ہیں۔

فصل پانچویں

داغ و تصحیحہ امین اور داروغہ اور محرر (ہیڈ کلرک) محکمہ داغ وغیرہ بخشیوں کے حکم سے مقرر ہوتے تھے۔ امین ذاتی منصب کے علاوہ دس سوار مشروط اور داروغہ منصبدار، صدر محرر قانون کا پہلے "چار طاق" بلڈنگ میں داغ اور تصحیحہ کے تمام امور انجام دیتے سپاہیوں اور منصبداروں کے گھوڑے اور ہتھیاروں کا معائنہ کر کے دستخط کے ساتھ سند دیتے تھے۔ پانچ صدی سے لشکر کا داغ معاف تھا اور لشکریوں میں ایک حصہ مغل،

ملہ قدیم زمانہ سے دستور چلا آتا تھا کہ جاگیرداروں کو جاگیر کے مطابق فوج سواروں کی تمام سال رکھنی ہوتی تاکہ جب ضرورت پڑے۔ اُن سے کام لیا جائے۔ لیکن ان جاگیرداروں نے یہ حرکت کی کہ گھوڑا سپاہی کچھ نہیں رکھتے۔ اور بوقت معائنہ کرایہ کا گھوڑا مع سپاہی حاضر کر دیتے۔ اکبر نے اس کیلئے ایک محکمہ قائم کیا۔ کہ جاگیرداروں کے گھوڑوں کو داغ دیکر نمبر لگا دیے۔ تاکہ ہر وقت معائنہ کر کے معلوم کیا جا سکے۔ اور جاگیردار فریب کر کے کرایہ کے گھوڑے نہ دکھا دیا کریں۔ (آئین اکبری)

ایک حصہ افغان، اور ایک حصہ راجپوت اور دو حصہ تیر انداز اور ایک حصہ برق انداز کا ہوتا۔ عہدہ چار صدی ذات کیلئے پانچ عراقی، ایک ترکی ایک دوغلہ گھوڑا رکھنا ضروری تھا، اور اسلحہ میں پانچ تھان زرہ رکھنا ہوتا۔ اور خود اور گھوڑے کا بکتر اور پاگھر ہوتا۔ سہ صدی بنجاہ (۳۵۰) ذات کے عہدہ داروں کو چار گھوڑا۔ اور پانچ تھان زرہ رکھنا ہوتا۔ سہ صدی (۳۰۰) ذات کے لئے چار گھوڑا اور ہتھیار۔ پانصدی و پنجاہ (۵۵۰) ذات کے لئے تین گھوڑے اور پانچ تھان زرہ مقرر تھا۔ اسی طرح پیادہ کے فی ہزار میں تیس نفر پیس سے سقہ، نعلبند، بیلدار، برق انداز، تیر انداز وغیرہ جو ہوتے ان کا جائزہ داروغہ ابین اور صدر محرر لیکر کاغذات مرتب کرتے لیکن عالمگیر کے انتقال کے بعد سے قوانین اور انتظام سلطنت میں خلل واقع ہونے سے منصبدار جاگیروں پر قابض ہوگئے اور یہ محکمہ بالکل ہی غائب ہوگیا بلکہ راقم الحروف کے وقت میں کوئی شخص ان امور سے واقف بھی نہیں رہا۔

کوتوال میر آتش (افسر توپ خانہ) کے حکم سے مقرر ہوتا ہے، پچاس سوار مشروط، علاوہ ایک سو پیادہ سرکاری کے، دو سو تیرہ روپے ماہانہ تنخواہ پاتا ہے۔ اور صدر محرر مع صیغہ برگ تنبول، اور دفتر خانہ دیوانی چالیس روپے ماہوار پر سرکار سے مقرر ہے۔ کوتوال کے دستخط سے دیوان صوبہ سرکاری خزانہ سے تنخواہ دیتا ہے۔ اس کے متعلق یہ کام ہے۔ کہ روندکے سپاہیوں کی نگہداشت کرے کہ اپنی اپنی حدود میں دن رات پہرہ دیتے رہیں عالمگیر کے عہد تک یہ عہدہ بادشاہ کی طرف سے اکثر اوقات پر کیا جاتا تھا۔ اور بعض دفعہ ناظم صوبہ خود ہی کسی کو متعین کرتا۔

فصل چھٹی

خزانہ یہ چار قسم کے ہوتے ہیں اوّل خزانہ عامرہ جس کو بیت خراج بھی کہتے ہیں۔ اس میں سرکاری پرگنوں کی آمدنی پیشکش (نذرانے) ہندوؤں کے مالوں کا محصول، کپڑوں (جو زیادہ تر مسلمان فروخت کرتے تھے) کا محصول، بازار نخاس کا محصول اور ضبطی کے اموال وغیرہ ہوتے۔

(۲) خزانہ بقایا۔ سرکاری محصول جو واجب الادا ہو کر باقی رہ جاتے، یا رعایا کو جو تقاوی دی جاتی ہے۔ غرض اس قسم کے تمام بقایا بعد وصولی کے خزانہ میں جمع کئے جاتے تھے۔

(۳) خزانہ صدقہ ۔ جس کو بیت صدقہ بھی کہتے ہیں۔ مسلمانوں سے جو کچھ زکوٰۃ چالیسواں مال وصول کیا جاتا۔ وہ اس میں جمع ہوتا اور اس سے تنخواہ اس محکمہ کی دی جاتی ہے۔

(۴) خزانہ جزیہ = ذمی ہندوؤں سے یہ محصول لیا جاتا اور تمام جمع شدہ رقم اس خزانہ میں داخل کی جاتی۔ فرخ سیر کے بعد یہ محکمہ بند ہو گیا۔

خزانہ کا قانون

جو شخص ایک ہزار داخل خزانہ کرے، تو فی ہزار چھ روپیہ، پاؤ کم دس آنے۔ دستور آدھا دام ایک روپیہ چھ آنے ۔ خریطہ دو آنے۔ پا بالا۔ اس کے علاوہ فی خریطہ دو آنے۔ اور تحویل بر تحویل دو آنے مقرر ہیں۔

وزن اشرفی

ایک اشرفی گیارہ ماشہ کی۔ اور ایک روپیہ ½۱۱ ماشہ کا ہوتا ہے۔ یہ سب روپے گاڑی پر لاد کر بھیجدیتے ہیں۔ ایک لاکھ روپیہ ۳۴ من پاؤ کم ۹ سیر ہوتا ہے۔ ایک گاڑی پر (۴۰) ہزار لادا جاتا ہے دو بیل اور بجیال حفاظت چار بیل جوتے ہیں۔ اس طرح فی لاکھ تین گاڑی ہوتی ہے۔

ملازمین خزانہ

سرکاری فرمان کے ساتھ دیوان اعلیٰ کے حکم کے موجب، بہ تصدیق دیوان صوبہ اس محکمہ کے لوگ مقرر کئے جاتے ہیں۔

امین = منصب دار پانچ سوار کے ساتھ۔

داروغہ = منصب دار بہ شمول داروغگی کچہری دیوانی دس سوار کے ساتھ

صدر محرر = مع قبض نویسی منصبداران پچاس روپے ماہوار

خزانچی = اسی روپے ماہوار پر

پیادہ = پانچ سپاہی بیس[عہ] روپے (۲۰) ماہوار پر مقرر ہیں۔ موافق قانون کے دیوان صوبہ ان کی تنخواہ ادا کرتا ہے

محکمہ محصول پارچہ اس محکمہ کا نام "صدر نیخ" بھی ہے۔ عہدِ قدیم سے چیزوں کی فروخت پر محلوں اور منڈیوں میں بھی محصول لیا جاتا تھا۔ اور اُس کو "شکر دلالی" کہتے تھے۔

عہد عالمگیر سے مسلمانوں کے مال پر حسبِ قاعدہ زکوٰۃ ۲½ فی صدی اور یورپین تاجر سے ۳½ فی صدی، اور ہندوستانیوں سے پانچ فی صدی محصول لیا جاتا۔ جیسا کہ فرمانات عالمگیر میں اس کو بہ تفصیل ذکر کر دیا ہے۔

ملازمین محکمہ سرکاری فرمان کے ذریعہ اعلیٰ دیوان کے حکم سے بہ تصدیق دیوان صوبہ، ابتدا میں امین، صدر محرر اور تحویل دار معین ہوئے۔ ذاتی منصب اور ملازمین خاص کے علاوہ دس سوار دیئے جاتے۔ تاجروں کے مال کی تشخیص ان لوگوں کے متعلق ہوتی۔

داروغہ = چونکہ مال کی کثرت آمد و رفت کے سبب ان کی دیکھ بھال تنہا امین سے مشکل ہو گئی۔ اس لیے ایک داروغہ کا اضافہ کیا گیا۔ سوائے ذاتی منصب اور ملازمین خاص کے دس سوار اور پچاس پیادہ کے اضافہ کیا گیا۔ جن کی تنخواہ ایک سو پچاس روپیہ مقرر ہوئی اور ان کا کام یہ مقرر ہوا۔ کہ گشت لگا کر دیکھیں کہ ناکے سے بغیر محصول کوئی مال نہ جائے۔ ان کی تنخواہ اس محکمہ سے ادا کی جاتی

کروڑہ داروغہ محکمہ کی خیانت کی خبر جب بادشاہ کو پہنچی تو شاہزادہ اعظم شاہ کی صوبہ داری میں یہ محکمہ قائم کیا گیا۔ اور پھر کچھ دنوں کے بعد موقوف ہوا۔

صدر محرر = ۶۵ روپے ماہوار پر مقرر ہوتا۔ اور اسی محکمہ سے اس کی تنخواہ برآور دی جاتی۔

مقیم = بازار کے فروخت ہونے والے مال کی قیمت اس کے مشورہ سے رکھی جاتی اور فی صدی بارہ آنہ اُس کا حق ہوتا۔ اور پھر یہ شخص سرکار کو سالانہ ایک ہزار روپیہ بطور سلامی ادا کرتا۔ جو سرکاری خزانہ میں داخل کیا جاتا۔

تحویل دار = ستر (۷۰) روپے ماہوار اس کی تنخواہ ہوتی۔ **قانون گو** = سرکاری فرمان سے مقرر کئے جاتے۔ **وقائع نگار** = پہلے اس عہدہ کا دستور نہیں تھا۔ فردوس آرامگاہ کے عہد سے اس کا تقرر ہوا۔ سوانح نویس اور ہرکارہ بھی قابو پا کر اپنے گماشتے مقرر کر دیتے۔

محکمہ چونگی شہر پناہ سے باہر نمن پورے متصل کوٹھہ وہاب گنج ہیں سورت سے آنے والے سامان کے لئے یہ محکمہ اس جگہ اس واسطے مقرر ہوا کہ محکمہ چونگی کپڑا میں جگہ نہ تھی۔ متصدیوں کے گماشتے اس جگہ رہتے ہیں۔ سورت کے حکام کی رسیدیں اور دوسرے حکام کے اجازت نامے دکھا کر اپنے مال کو تجار لے جاتے ہیں۔

سوتر سانٹھ = اس مقام پر سوت (ریشم خام) کے متعلق محصولات وغیرہ کی دیکھ بھال ہوتی ہے۔

چرم منڈی = اس جگہ پکے چمڑے کا محصول لیا جاتا ہے۔

ان ناکوں کے نام جہاں کپڑے کا محصول درآمد برآمد لیا جاتا ہے

(۱) ناکہ عیسن پور (۲) جیت باغ (۳) نہالی چوسر (۴) چندولہ (۵) گنج (۶) کاسندرہ (۷) راجپور (۸) اودھب (۹) جہانگیر پور (۱۰) رکھیال (۱۱) سرس پور (۱۲) نہروالہ (۱۳) شاہی باغ۔ (۱۴) ادالیج (۱۵) شیخ پور (۱۶) سایتج (۱۷) کوچرب (۱۸) سرکھیج (۱۹) شاہ باڑی (۲۰) اوڈکموڈیر = ان مقامات میں صدر ناکہ کی طرف سے لوگ دیکھ بھال کے لئے مقرر ہوتے ہیں۔ کہ بغیر رسید محصولات دکھلائے اور اس کی تصدیق کرائے۔ مال اندر یا باہر کوئی نہ لیجائے

ان قصبوں اور پرگنوں کے نام جہاں محکمہ چنگی قائم ہے۔

(۱) پرگنہ کرنج (۲) بالاسینور (۳) بھیل (۴) ولیل نگر (۵) بڈنگر (۶) بیجاپور (۷) کھرالو۔ (۸) نڑیاد (۹) امرٹھہ (۱۰) میسانہ (۱۱) بانسی (۱۲) کلول (۱۳) موڈاسہ (۱۴) پرانیتج (۱۵) احمدنگر (۱۶) ہرسول (۱۷) محمودآباد (۱۸) ارہرماتر (۱۹) مونڈہ (۲۰) گودھرہ (۲۱) سنرال (۲۲) بڑودھہ (۲۳) سینور (۲۴) سانولی (۲۵) سون گرڈھ (۲۶) بہادرپور (۲۷) ہالول (۲۸) کالول (۲۹) ڈبھوئی (۳۰) نادوت (۳۱) جھالاپارہ (۳۲) ایڈر (۳۳) داھود

ان مقامات پر ... مقام سے نائب رہتا ہے۔ مسلمانوں سے ۲½ فی صدی اور غیر مسلموں سے چالیس میں دو محصول لیا جاتا ہے۔ اور باقی پرگنے انہیں کے ماتحت ہیں۔

باقی محال عموماً ناظم صوبہ کے تنخواہ میں بطور جاگیر مشروط بہ کار محسوب ہوتا ہے۔ جو

۴۴ لاکھ ۸۶ ہزار دام مقرر ہے۔ لیکن اب تو عرصے سے یہ سرکاری محال سے متعلق ہے۔

تنباکو وغیرہ کے محصول کا اسی محال سے تعلق ہے۔ کبھی چالیس پر ایک اور کبھی دو لیا جاتا ہے جو منڈیوں میں نائب متصدی وصول کرتے ہیں۔ ان چیزوں کی مندرجہ ذیل منڈیاں ہیں۔ ان میں سے چبوترہ پر تنباکو فروخت ہوتا ہے۔ باقی پر مختلف چیزیں۔

(۱) منڈی بہرام پور (۲) فیروز پور (۳) بابی پور (۴) سلطان گنج (۵) شادماں پور (۶) سید آباد (۷) نور اللہ پور (۸) جہان آباد (۹) باقر آباد (۱۰) بی بی پور (۱۰) نور پور (۱۱) فرخ آباد (۱۲) صاحب آباد (۱۳) قاسم پور (۱۴) بہادر گنج (۱۵) راج پور (۱۶) افضل پور (۱۷) حکیم پور (۱۸) سرکھیج (۱۹) گنج نو آباد۔ لیکن احمد آباد کی ویرانی کے باعث اب اکثر منڈیاں بند ہو گئی ہیں۔ ان پر مندرجہ عملہ کام کرتا ہے۔ جو سرکاری فرمان سے دیوان اعلیٰ کے مہر اور دیوان صوبہ کی تصدیق سے مقرر کیا جاتا ہے۔

داروغہ = بہ شمول دیوانی صوبہ، تنخواہ پانچسو روپے، مع سپاہی گرد آوری محصول،

امین = منصب دار بلا شرط

کروڑہ = منصب دار، اکثر اوقات دیوان صوبہ کی طرف سے مقرر ہوتا ہے۔

صدر محرر = جس کی تنخواہ یک سو تیس روپے ہوتی ہے۔ چونکہ ان کے متعدد نائب ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی تنخواہ زیادہ رکھی گئی، مگر زیادتی خرچ کے سبب اکثر محکمہ محصول پارچہ جات اور چونگی کا صدر محرر ایک ہی ہوتا ہے

تحویل دار = تنخواہ بیس روپے۔

قانون گو = متعدد مختلف منڈیوں میں ہیں۔ معمولی تنخواہ پاتے ہیں۔

وقائع نگار = محصول پارچہ اور چونگی کا ایک ہوتا ہے۔ لیکن جب یہ محکمہ ناظم صوبہ کے ماتحت ہو تو پھر تمام عملہ اُسی کی طرف سے ہوتا ہے۔ نخاس منڈی (جہاں جانور وغیرہ فروخت ہوتے ہیں) چونگی محکمہ کے ماتحت ہے۔ اُس کا کوئی الگ حساب نہیں ہے۔ جب چونگی ناظم کے ماتحت ہو تو

یہ بھی اُسی کے ماتحت ہو جاتا ہے۔

محصول لینے کا طریقہ

محصول لینے کا طریقہ یہ ہے کہ محصول فروخت کرنے والے سے وصول کیا جاتا ہے۔ مسلمان سے چالیس پر ایک، ہندوؤں سے دو۔ یورپین سے فی صدی ۲½، باقی لوگوں سے چار فی صدی۔ اس کا عملہ حسب ذیل ہوتا ہے۔ اُس کا پیشکار سرکاری فرمان سے بہ مہر دیوان اعلیٰ اور بہ تصدیق دیوان صوبہ مقرر ہوتا ہے۔

داروغہ = منصب دار، ستر روپے تنخواہ مع پیادوں کے

امین = منصب دار، بلا شرط

کرورہ = سرکار کی جانب سے یا دیوان کے حکم سے مقرر ہوتا ہے

صدر محرر = ۳۵ روپے تنخواہ

تحویلدار = بہ شمول منڈی پارچات۔

جوہری منڈی

اس میں سنہار کا محکمہ بھی شامل ہے۔ ہاتھی دانت اور لاکڑی کے سامان کا محصول اسی محکمہ کے ذریعہ وصول ہوتا ہے۔ اس کا محصول بھی چالیس پر ایک یا دو مقرر ہے۔ البتہ جواہرات کے دلالوں سے فیصدی ایک روپیہ چار آنے ایک دام الگ مقرر ہے۔ اس کے عملہ کا تقرر بھی منڈی بالا طریقہ سے عمل میں آتا ہے۔ داروغہ امین کرورہ دیوان کی جانب سے مقرر ہوتے ہیں۔ صدر محرر کی تنخواہ تیس روپے۔ تحویلدار کی تنخواہ چالیس روپے مع محکمہ ٹکسال۔

ٹکسال کا محکمہ

اس کا محصول بھی چالیس پر ایک یا دو۔ سالانہ آمدنی ۱۸ لاکھ ۹۷ ہزار پانچسو ہے۔ اس کا عملہ مطابق بالا مقرر ہوتا ہے۔ داروغہ۔ امین، کرورہ منصب دار بلا شرط آتشہ دیوان صوبہ مقرر کرتا ہے۔ صدر محرر = تیس روپے۔ صدر محرر بہ شمول محکمہ جواہرات وزن کرنے والا = تین روپے۔ جانچنے والا = چار روپے۔ دربان دو آدمی تنخواہ چار روپے۔

محکمہ پان = ماتحت پیٹرہ کوتوالی، آمدنی ایک لاکھ ۱۴ ہزار دام۔ اس کا عملہ بھی اسی طرح

مندرجہ بالا طریقہ پر مقرر ہوتا ہے۔ داروغہ، امین، منصب دار، کروڑہ، صدر محرر بہ شمول دفتر کچہری دیوانی، تحویل دار بہ شمول تحویل دار دفتر دیوانی مقرر ہے۔

محکمہ کرایہ مکانات اس محکمہ کی تنخواہ قدیم زمانہ سے بموجب دستور سرکاری خزانہ سے دیوان صوبہ ادا کرتا ہے۔ آمدنی ایک لاکھ اکانوے ہزار ہے۔ مندرجہ ذیل عملہ مقرر ہے۔ داروغہ۔ امین، صدر محرر بہ شمول قبض نویسی، خدام مساجد، دس روپے تنخواہ تحویل دار چار روپے۔

محکمہ خرید اسپ چونکہ کچھی گھوڑے یہاں اچھے ہوتے ہیں[1]۔ اس لئے اس کی خرید کا ایک خاص محکمہ تھا۔ داروغہ وہ شخص مقرر کیا جاتا۔ جو اُن کی شناخت اچھی طرح کرتا۔ اُن کی قیمت سرکار سے ادا ہوتی۔ اور گھوڑوں کی خوراک کا انتظام جب احمد آباد میں رہتے۔ سرکار سے ہوتا۔ اس داروغہ کے سپرد نخاس کا محکمہ بھی ہوتا تھا۔ داروغہ کے ساتھ ایک تحویلدار ہوتا جس کی تنخواہ آٹھ روپیہ ہوتی۔

محکمہ فرمائشات اس محکمہ کے ذریعہ بادشاہ کی فرمائشات پوری کی جاتی ہیں۔ مثلاً خاص خاص قسم کے قیمتی کپڑے، نقاشی کے کام، چکن دوزی وغیرہ ان کی تنخواہ سرکاری خزانہ سے ادا کی جاتی۔ اس کے عہدہ دار داروغہ، امین، صدر محرر، بہ تنخواہ ساٹھ روپے۔ تحویلدار ۲۵، نقش بند (نقاش) آٹھ روپے، پیادہ دو آدمی ۱۲ روپے بارہ آنے مقرر ہوتے۔

محکمہ باغات مندرجہ ذیل باغات سرکاری نگرانی میں تھے۔
(۱) باغ غسل خانہ واقع بھدر (۲) باغ شاہی (۳) کاریز بازار

---

[1] تیسری صدی تک کے عرب سیاحوں کا بیان یہ ہے کہ ہند میں اچھے گھوڑے نہیں ہوتے، اس لئے عموماً ترکی عراقی اور عربی گھوڑے عرب تاجر باہر سے یہاں لاکر فروخت کرتے تھے۔ عراق کے مشہور بندرگاہوں سے ٹھٹھہ، سومناتھ، سندھ، اور کھنبات قریب ترین جگہ ہے۔ اس لئے عرب تاجر زیادہ تر کچھ اور سومنات وغیرہ میں اترتے اور فروخت اسی جگہ ہوتے۔ میرا خیال ہے کہ عرصہ دراز سے اس قسم کے تاجروں کے باعث عربی گھوڑوں کے میل سے کچھی گھوڑے اچھی نسل کے پیدا ہونے لگ گئے۔

(۴) گلاب باغ (۵) رستم (۶) نگینہ باغ (۷) باغ حویلی جو شاہجہان حویلی کے پاس تھا۔ (۸) شاہ باڑی (۹) باغ چانپانیر (۱۰) باغ شعبان (۱۱) جیت باڑی واقع موضع جنیل پور (۱۲) باغ فردوس (۱۳) فتح باغ۔ اس کے عملہ کی تنخواہ سرکاری خزانہ سے دیجاتی۔ مندرجہ ذیل عملہ دیوان کے تقرر سے رکھا جاتا۔ داروغہ۔ امین کروڑہ ۔صدر محرر تنخواہ بیس روپے۔ تحلویلدار۔ ۳۵ " ۹۵ باغبان۔

بیت المال اس محکمہ میں لاوارثوں کا مال، ضبط شدہ مال، وغیرہ داخل کئے جاتے۔ اس کے کارندے میر سامان کی مہر اور دیوان صوبہ کی تصدیق سے مقرر ہوتے داروغہ، امین، بہ شمول محکمہ قضا، صدر محرر بہ تنخواہ ۳۵ روپے، تحویلدار بہ تنخواہ بیس روپے، فراش آٹھ روپیہ کا مقرر ہوتا۔

فصل ساتویں

محکمہ مربا بہر عہدِ قدیم سے موضع رکھیال میں دو درخت ہرڑ کے تھے۔ ایک خشک ہو گیا تھا۔ ایک باقی تھا۔ راقم الحروف نے بھی اس کو دیکھا تھا۔ بلکہ چکھا بھی تھا۔ اس باغ کے چاروں طرف دیوار تھی۔ سیرابی کے لئے کنواں بھی تھا۔ ہر سال مربہ بنا کر بادشاہ کی خدمت میں ارسال کیا جاتا۔ موضع مذکور کی آمدنی اس کے اخراجات میں صرف ہوتی۔ اس کے علاوہ چند درخت چانپانیر بھی تھے۔ مندرجہ ذیل ملازم اس کے لئے تھے۔ ایک داروغہ اور چند باغبان باتنخواہ۔

نقار خانہ اور گھڑیاں قدیم زمانہ سے قلعہ بھدر کے دروازہ پر نقارہ بجتا ہے۔ میر سامان کے مہر اور دیوان صوبہ کی تجویز سے اس محکمہ میں ملازم رکھے جاتے ہیں۔ داروغہ، صدر محرر بہ شمول صدر محرری بیت المال ۱۴ شخص نقارچی، بہ تنخواہ (۳۱) روپے گھڑیالی دو شخص تنخواہ چھ روپے۔

محکمہ عمارات شہر پناہ کی مرمت، عمارات کی ترمیم و تجدید باغات کے لئے یہ محکمہ ہوتا ہے۔ معمولی اخراجات تو دیوان صوبہ ادا کر دیتا لیکن کوئی بڑی رقم ہو۔ تو بادشاہ کے پاس عرضی روانہ کی جاتی اور بموجب حکم بادشاہ عمل برآمد کیا جاتا۔ میر سامان کی تجویز اور دیوان صوبہ کی تصدیق سے اس محکمہ کے آدمی مقرر ہوتے، داروغہ، امین، صدر محرر ۳۵ روپے، تحویل دار بیس روپے پاتے، معمار اور نجار الگ ہوتے۔

توپ خانہ قدیم زمانہ سے چند توپیں تھیں۔ جن کے گولے باروت کا خرچ سرکاری خزانہ سے دیا جاتا تھا۔ لیکن انتظام سلطنت میں خلل پڑنے سے ناظم صوبہ کے تصرف میں آ گئے، پھر جس کے ہاتھ آیا ایک چلتا بنا اور واپس نہ کیا۔ داروغہ اور صدر محرر مقرر ہے

لنگر خانہ:۔ قدیم زمانہ سے لنگر خانہ کے لئے پچاس روپیہ روزانہ مقرر ہے جس میں[1] کچھ نقد اور باقی مطبخ کے کام آتا ہے۔۔ دیوان صوبہ سرکاری خزانہ سے اُن کی تنخواہ ادا کرتا ہے۔ بعض فقرا نقد یا غلہ اس محکمہ سے پاتے ہیں اور بموجب تجویز صدر صوبہ دیوان صوبہ حسب حال لوگوں کو دیتے ہیں۔ جن لوگوں کو نقد ملتا ہے۔ اُن میں سے پانچ روپیہ روزانہ درگاہ حضرت شاہ عالمؒ کے لئے ہے۔ اور دو روپیہ پٹن کے لئے اور ایک روپیہ تین آنہ لنگر درگاہ حضرت شاہ وجیہہ الدینؒ اور دو روپیہ لنگر مدرسہ ہدایت بخش کے لئے، باقی روپیہ سے مقبرہ سلطان احمد کے لنگر میں کھانا پکتا ہے۔ فقرا، مساکین اور مسافر پر داروغہ تقسیم کر دیتا ہے[1] امین، داروغہ صدر محرر اور تحویلدار ۱۴ روپیہ تنخواہ کا مقرر ہے۔ مقبرہ کا ایک متولی بھی ہوتا ہے۔ مگر اکثر اوقات داروغہ اور متولی ایک ہی ہوتا ہے۔

دار الشفا بیمار اور خصوصاً غربا کے لئے دار الشفا (ہوسپٹل) قائم ہے، جہاں علاج کے علاوہ غریبوں کو خوراک بھی دی جاتی ہے۔ ایک حکیم بطور داروغہ کے یعنی افسر الاطبا،

---

[1] یہ لنگر آج بھی چلتا ہے۔ وقف کمیٹی جس کے صدر جناب محبوب میاں صاحب قادری سابق ڈسٹرکٹ جج ہیں۔ کے ماتحت یہ کام انجام پاتا ہے۔ صرف شام کے وقت اس ملک کی محبوب غذا کھچڑی فقرا میں تقسیم کی جاتی ہے۔ اور لوکل گورنمنٹ کی طرف سے امداد ملتی ہے۔

اور دوسرا مقبرہ شاہ وجیہہ الدین کے لئے۔ جس کو دس آنہ یومیہ ملتا تھا۔ صدر محرر بہ شمول بیت المال، تحویل دار بہ شمول محکمہ کرایہ مکانات، اسی طرح ہندوؤں کے لئے دو وَید مقرر تھے ایک کو آٹھ آنہ خرچ اور آٹھ آنہ دوا کے لئے روزانہ دیا جاتا اور دوسرے کو دس آنے روزانہ۔ اسی طرح جراح روزانہ آٹھ آنہ پاتا اور دیگر اخراجات دوا، غذا، وغیرہ کے لئے جس سے مخصوص غربا فائدہ اُٹھاتے، دو ہزار سالانہ بیت المال سے دیا جاتا۔

چیتا خانہ چونکہ اسلام نگر، پالن پور، کاکریج میں چیتا دوسری جگہ سے زیادہ اچھا ہوتا ہے اس لئے اُن کو پکڑنے اور ترتیب دینے کے لئے ایک محکمہ قائم ہے۔ داروغہ محکمہ کی تحریر سے اس محکمہ کی تنخواہ دیوان صوبہ ادا کرتا ہے۔ اس محکمہ کے لوگ میر شکار کی تجویز اور دیوان صوبہ کی تصدیق سے مقرر ہوتے ہیں۔ داروغہ، تحویل دار کے علاوہ صدر محرر بہ شمول محرری بیت المال، اور ۲۲ شخص دام دار ہوتے ہیں۔ جن کی تنخواہ اسی روپیہ ہوتی ہے۔

محکمہ تقسیم قبا موسم سردی میں غریبوں کو قبا اور کمبل تقسیم کرنے کے لئے عالمگیر بادشاہ سالانہ ایک ہزار پانچ سو روپے ارسال کرتا۔ میر سامان کی تجویز اور دیوان صوبہ کی تصدیق سے اس محکمہ میں داروغہ، صدر محرر اور تحویلدار مقرر کئے جاتے۔

گیارھویں اور بارھویں فردوس آرامگاہ کے عہد سے ہر ماہ گیارھویں یا بارھویں کے اخراجات مقرر ہیں۔ بارھویں میں ولادت حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے لئے ایک سو بارہ روپے اور گیارھویں میں غوث اعظم کے لئے ایک سو گیارہ روپے مقرر تھے۔ میر سامان کی تجویز سے اس کام پر ملازم کئے جاتے۔ متولی بجائے داروغہ، امین، صدر محرر، تحویل دار بہ تنخواہ ۱۴ ماہوار موجود تھے۔

باب آٹھواں

صوبہ احمد آباد کے ضلعے اور پرگنے مع مواضعات وسالانہ آمدنی، اور فوجداری وتھانہ داری

فصل اوّل

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ سلاطین گجرات کے عہد میں گجرات کے ۲۵ ضلعے تھے۔ اکبر بادشاہ نے جب گجرات پر قبضہ کیا۔ تو اس کے ۱۶ ضلع کر ڈالے۔ ان میں سے دس محصولی اور چھ خراجی۔ چونکہ آج کل مرہٹوں کے قبضہ احمد آباد کے سبب دیوانی کاغذات ادھر اُدھر ہو گئے اور جدید کاغذات دیوانی میں نہیں پہنچتے۔ جس سے معلوم ہو۔ کہ کون گاؤں آباد ہے اور کون ویران اس لئے سنہ ۱۱۶۰ھ کے کاغذات سے حالات درج کئے جاتے ہیں۔

احمد آباد ضلع اس ضلع میں ۳۳ پرگنے ہیں۔ ان میں سے خاص شہر اور ٹکسال کا حال اوپر گذرا۔ باقی دو بندرگاہ اور ۲۹ پرگنے تحریر کئے جاتے ہیں۔

(۱) پرگنہ حویلی[۱] ایک سو ۹۳ موضع اور کچی بندرگاہوں کے ساتھ ایک محال (پرگنہ) قرار دیا گیا ہے۔

یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ سلطان احمد شاہ نے احمد آباد کو جب اساول کے پہلو میں آباد کیا تھا۔ تو آس پاس کے گاؤں مثلاً اسٹوریہ، اساروہ۔ کھمان مدرول رکھیال وغیرہ کو شہر میں شامل کر لیا۔ اور اساول وغیرہ کو محلہ قرار دیا۔ سلطان احمد شاہ نے یہ حکم دیدیا تھا کہ ہر چہار طرف سے دس دس کوس احمد آباد کے تابع سمجھا جائے۔ چنانچہ مشرقی جانب پرگنہ بھیل سے اور مغربی جانب ویرگام سے اور جنوبی جانب دھولکا سے اور شمالی

[۱] اس سے مراد احمد آباد کے آس پاس کے گاؤں ہیں۔

جانب کڑی سے گاؤں شامل کر کے ایک پرگنہ بنایا گیا۔ اور اس کا نام پرگنہ حویلی رکھا۔

بارہ[1] کے نام

(۱) طرف رکھیال۔ (۲) راجپور (۳) باغ فردوس (۴) کھان مدرول۔ (۵) نگینہ (۶) شیخ پور (۷) ندی چاہ (۸) ندی ریت (۹) عثمان پور (۱۰) دریاپور (۱۱) جھداوہ (۱۲) چنگیز پور۔

باقی ایک سو اکاسی موضع کی آمدنی تین کروڑ ۳۴ لاکھ ۸۰ ہزار ۵۳ دام ہیں[2]۔ اور دام مغلی روپے کے چالیس ہوتے ہیں۔

(۲) پرگنہ اہرماتر

جنوب مغرب میں احمد آباد سے ۱۲ کوس پر یہ پرگنہ ہے۔ پہلے یہ آبادی موضع اہر میں تھی۔ جب ماتر میں آبادی ہوگئی تو لوگ دونوں کو ملاکر اہرماتر کہنے لگے۔ ۶۹ مواضع اس کے ماتحت ہیں۔ اس کی آمدنی دو کروڑ ۸۲ ہزار سات سو ۹۸ دام ہے۔ فوجدار کے رہنے کی جگہ ہے۔ اس کے ماتحت ۸ تھانے ہیں۔ (۱) نیناسی (۲) ماکون (۳) کونہ موڈیج (۴) کھومن وار (۵) لوہیادی (۶) شمس پور (۷) کھولاوالی (۸) سیوج۔ ان مقامات کے لئے ایک سو سوار مقرر ہیں۔

(۳) تھانہ داراں علیحدہ پرگنہ

دس تھانے اس علاقہ کے الگ ہیں۔ جن کے تھانہ دار سرکار سے مقرر کئے جاتے ہیں۔ مگر بہ تجویز ناظم و مشورۂ دیوان صوبہ (۱) تھانہ موضع کھیراہ پچاس سوار (۲) باوروی دس سوار (۳) جیمکہ ۱۵ (۴) بھلارہ ایکتنو (۵) رتن پور ۵ (۶) ماکجل (۷) وسردیج (۸) لکھووہ ان تینوں کے لئے سوار (۹) کرمالہ پچاس سوار (۱۰) دھ گام کاروا پچاس سوار۔

(۴) پرگنہ اعظم آباد

احمد آباد سے ۱۴ کوس پر مشرق جانب ایک پرگنہ ہے۔ شاہجہان کے عہد میں اعظم خاں صوبیدار نے سرکش کولیوں کی روک تھام کو

[1] بارہ کے معنے پانی گڑھ مقام جہاں چھوٹی چھوٹی کشتیاں ٹھہرتی ہوں اور بڑے جہاز نہ آسکتے ہوں یہ اس کا ترجمہ بھی بندرگاہ کیا ہے۔ ہندوستان میں اس کو "گھاٹ" کہتے ہیں [2] آمدنی سے مراد زمین کاشت کا لگان ہے اور دام اس عہد میں روپے کے چالیس ہوتے تھے اس حساب سے ایک آنہ موجودہ کا ۲½ دام ہوئے اور ایک آج کل قریب ۲ پائی یعنی ... پیسے ہوئے

ایک قلعہ بنایا تھا جس کا نام قلعہ متینی ہے۔ جو دریائے وازک کے واقع ہے۔ ۱۲ موضع پرگنہ بھیل اور کھیر و پنج سے لیکر اس کے متعلق کر دئے۔ فوجدار اور تھانہ دار مقرر کئے۔ اُن کی آمدنی ۱۵ لاکھ ۱۶ ہزار دام ہے۔ پانچسو سوار متعین ہوئے، اسلام آباد عرف پونادرہ کی تھانہ داری میں ذو۲ سوار۔

(۵) تھانہ آنتر سمہ | سلطان احمد کے عہد میں آنتر سمہ، ماندوہ، ہلدرواس، کھوراسن اور چند دوسرے زمیندار مسلمان ہوگئے۔ اس سبب سے سلطان نے یہ گاؤں اُن کی حفاظت میں چھوڑ دئے، صرف مقررہ خراج (پیشکش) ان سے لیتے رہے۔ ابھی تک انکی اولاد اس پر قابض ہے۔ لیکن یہ لوگ برائے نام ہی مسلمان ہیں۔

(۶) پرگنہ ایدر | احمد آباد سے ۴۵ کوس پر مشرق شمال میں یہ واقع ہے۔ اس کی حدیں اودے پور، ڈونگر اور دانتہ سے ملی ہیں۔ بلندی کوہ پر ایک قدیم قلعہ بھی ہے۔ اس میں چشمے اور نہریں جاری ہیں۔ اس کے متعلق ۷۶۸ موضع ہیں۔ ان میں سے ۲۹۰ گاؤں انعامی ہیں۔ زمینداروں سے ناظم صوبہ پیشکش وصول کرتا ہے۔ باقی گاؤں کی آمدنی جو ۴۷۰ ہوتے ہیں ایک کروڑ بیس لاکھ دام ہیں چار سو سوار مقرر ہیں۔ اس کے متعلق (۱) تھانہ ماودی (۲) اوالیم (۳) شرودی (۴) رویال (۵) لسی (۶) بیدھا (۷) کلودہ (۸) سہالی (۹) انکھدہ (۱۰) پھلورہ ہے۔

(۷) پرگنہ احمد نگر | احمد آباد سے ۳۵ کوس پر شرق اور شمال کے درمیان یہ پرگنہ ہے۔ سلطان احمد کا بنا ہوا پتھر کا مضبوط قلعہ دریا، ہاتھ منی کے کنارے موجود ہے، ۷۴ مواضع اس کے ماتحت ہیں۔ ۲۹ لاکھ ۹۰ ہزار دو سو دام آمدنی ہے۔ ایک فوجدار قلعہ داری کے شرط سے ایک سو بیس سوار کے ساتھ رہتا ہے۔ مندرجہ ذیل تھانے اس کے ماتحت ہیں (۱) تھانہ داؤد جہاں چھوٹا پتھر کا قلعہ ہے۔ (۲) ہیرور (۳) سیرتہ

(۸) پرگنہ اسیل نگر | پایۂ تخت سے ۱۲ کوس دور مشرق کی جانب فوجدار نشین الک

چھوٹا قلعہ تھا، اب ویران ہوگیا۔ پہلے ۸۴ گاؤں اس سے متعلق تھے۔ آٹھ موضع متعلق اعظم آباد کے ہو گئے۔ باقی ۷۶ موضع کی آمدنی ایک کروڑ اسی لاکھ ۶، ہزار ۸۹ دام ہے۔ ایک فوجدار بہ ضمیمہ فوجداری اعظم آباد سات سو سوار رکھتا ہے اور بارہ تھانے ماتحت ہیں (۱) تھانہ موضع کمبید پچاس سوار (۲) کبورسج ماتحت پان مول سو سوار (۳) انمل بارہ یہاں ایک قلعہ بھی ہے پانچسو سوار (۴) بھجیانہ ایک سو سوار (۵) تھانہ سانبہ پچاس سوار (۶) بھنولی (۷) دبھورہ اسی سوار (۸) سربہہ متصل کاول سوار ایک سو (۹) انولی سوار ایک سو (۱۰) بادلیی چالیس سوار (۱۱) لوبارہ پچاس سوار۔

(۹) پرگنہ پرانتیج — احمد آباد سے بیس پر مشرق وشمال کے درمیان یہ پرگنہ ہے، فوجدار نشین جگہ تھی، اب ویران ہے۔ ۸۴ مواضع اس کے ماتحت ہیں ۲۷ لاکھ ۸۱ ہزار پانچ سو دام اس کی آمدنی ہے۔ ایک فوجدار اور دو سو سوار کے ساتھ دولت آباد کی قلعہ داری اور بوجھ کی تھانہ داری پر مقرر ہے۔

(۱۰) پرگنہ بارہ سبلور — احمد آباد سے بتیس کوس پر مشرق جانب یہ مقام ہے (جس کو آج کل بالاسنور کہتے ہیں) پہلے شہر پناہ نہ تھی۔ صلابت خاں بابی کے عہد میں اینٹ چونے سے تیار ہوئی۔ اور ایک چھوٹا قلعہ فوجدار کے لئے بنایا گیا اور دوسرا قلعہ ڈاکوؤں کی سرزنش کے لئے تعمیر کیا۔ جو آج صلابت نگر کے نام مشہور ہے۔ ۹۴ مواضع اس کے ماتحت ہیں۔ ۳۳ لاکھ ۸۷ ہزار چھ سو ۵۹ دام اُس کی آمدنی ہے۔ سوار ایک سو کے ساتھ فوجدار رہتا ہے۔

(۱۱) پرگنہ بیرپور — احمد آباد سے مشرق کی جانب چالیس کوس پر یہ پرگنہ ہے۔ بیرا نام ایک کولی کا آباد کردہ ہے۔ ۱۴۵ گاؤں اس کے ماتحت ہیں۔ اس میں سے سات موضع زمینداروں کے ہاتھ میں۔ باقی ۱۳۸ مواضع کی آمدنی ۳۱ لاکھ ۶ ہزار ۸ سو ۶۹ دام ہے اس کے ماتحت قلعہ کاریٹھ، قلعہ دھامود قلعہ بانود ہے۔ فوجدار جس کا نگران ہے ایک سو سوار اس کے ماتحت ہیں۔

(۱۲) پرگنہ پیلاود

احمد آباد سے پندرہ کوس پر مشرق کی طرف ہے۔ ایک چھوٹا قلعہ فوجدار کیلئے ہے۔ پندرہ مواضع اس کے ماتحت ہیں۔ اس کی آمدنی ۱۴ لاکھ ۹۷ ہزار سات سو پچاس دام ہے۔ ایک فوجدار پچاس سوار کے ساتھ بہ شمول تھانہ داری قلعہ دھارا سانہ مقرر رہے۔

(۱۳) پرگنہ ویرم گام عرف جھالاواڑ

احمد آباد سے بیس کوس پر مغرب جانب یہ ہے۔ پہلے مانڈل بڑا آباد شہر تھا اور یہی حاکم نشین جگہ تھی۔ پھر ویرم گام کی آبادی پر صدر مقام بھی قرار پایا۔ اور جھالاواڑ اُس کو اس لئے کہتے ہیں۔ کہ جھالا راجپوت یہاں آکر آباد ہوگئے۔ اُن کی نسبت عجیب و غریب قصے لوگوں میں مشہور ہیں۔ بیرم گام (ویرم گام) میں پہلے کوئی فصیل نہ تھی۔ حامد خاں (نظام الملک دکن کے چچا) کی بغاوت کے وقت اودی کرن ڈیلسائی نے اس کو تعمیر کرایا۔ چونکہ اس پرگنہ میں زیادہ تر زمیندار راجپوت ہیں اور اُس کی سرحد کاٹھیوں سے ملتی ہے۔ جو زیادہ رہزن اور ڈاکو ہیں۔ پس مُنہ زور ہونے کے سبب بغیر فوج کشی کے محصول خراج وصول نہیں ہوتا۔ اس لئے اکثر یہ علاقہ ناظم صوبہ کے ماتحت اُس کی تنخواہ میں اس کی آمدنی محسوب ہوتی رہی۔ آصف جاہ کی نظامت میں دھولکا کے عوض یہ پرگنہ خالصہ میں شمار ہونے لگا۔ اس کے ماتحت کل چھ سو اٹھائیس مواضع ہیں۔ جن میں سے ایک سو پانچ زمینداروں کے متعلق باقی پانچسو (۵۲۳) گاؤں لگان والے ہیں۔ اس کے علاوہ نمک کا محصول، منڈی، انخاس اور چنگی کی آمدنی جو پانچ فی صدی تھی۔ یہ کل ملاکر دو کروڑ اسی لاکھ ۱۶ ہزار آٹھ سو ۱۰ دام ہے۔ ایک فوجدار یہاں رہتا ہے۔ جس کے ماتحت تین تھانے ہیں۔ (۱) چنوال جو کڑی کے ماتحت ہے (۲) شاہ پور عرف چورا (۳) (۴) رانپور

(۱۴) پرگنہ تھامنہ

احمد آباد سے مشرق اور جنوب کے درمیان ۲۸ کوس پر یہ پرگنہ واقع ہے۔ عرصہ سے صدر نشین جگہ موضع النیہ ہے۔

۱۱۴۵۰۳۹۰
۲۹ گاؤں اس کے ماتحت ہیں۔ ایک کروڑ ۱۴ لاکھ بچاس ہزار تین سو نوے دام اس کی آمدنی ہے۔ تھانہ النیہ، تھانہ لونادرہ اسلام آباد، تھانہ سرسنیمی (اب یہ مدت سے خالی ہے) تھانہ سوئنات مع دوسو سوار، تھانہ سانورده اسی سوار کے ساتھ مقرر ہے۔

(۱۵) **پرگنہ چوراسی بندر کھنبائت** احمد آباد سے ۳۲ کوس پر جنوب جانب ہے کھنبائت اور گھوگھہ دو بندر اس کے متعلق ہیں کھنبائت پرانی آبادی ہے۔ مضبوط قلعہ اس کے ساتھ ہے۔ یہاں کا فوجدار اور پورٹ کمشنر بحکم سرکار بہ تصدیق دیوان صوبہ مقرر ہوا کرتا ہے۔ ۸۷ گاؤں اس کے ماتحت ہیں۔ تین کروڑ ۴۵ لاکھ ۹۶ ہزار دو سو ۲۷ دام اس کی آمدنی ہے۔ پورٹ کمشنر ہی اس جگہ کا فوجدار ہوتا ہے۔ مندرجہ ذیل تھانے اس کی زیرِ نگرانی ہوتے ہیں۔ (۱) قلعہ کاجنہ ایک سو گھوڑے سوار (۲) تھانہ دھوال ۵۰ اسوار (۳) دھوارن ۷۰ اسوار (۴) نایادہ بہ شمول (۵) تھانہ ماہوں، و (۶) دھمی (۷) وتھانہ یامن ۱۵۰ اسوار (۸) تھانہ بدسرہ (۵۰ سوار)۔ (۹) تھانہ منعلی (۱۰) سوار (۱۰) کھندہ پچاس سوار (۱۱) تھانہ بستانہ پچاس سوار

یہاں کا پورٹ کمشنر ہی گھوگھہ اور گندھار کا بھی حاکم ہوتا ہے۔ قاضی، محتسب ٹکسال کا افسر، منشی۔ صدر محرر، تحویلدار، مقیم، داروغہ خزانہ وغیرہ سرکار سے مقرر ہوتے لیکن اکثر ٹکسال کا افسر پورٹ کمشنر ہوتا ہے۔ البتہ صدارت یہاں کی صدر صوبہ سے متعلق ہے۔ پورٹ کمشنر کو میر بحر اور شاہ بندر بھی کہتے ہیں۔ بیرون ممالک کے درآمد و برآمد کا محصول اور بند و بست کرنا اس کا کام ہے۔ روئی۔ روغن، لکڑی، نمک اور جانوروں کی منڈیوں پر دیکھ بھال اسی کے سپرد ہے۔

(۱۶) **بندر گھوگھہ** چونکہ گھوگھہ ساحل سمندر پر واقع ہے۔ اس لئے بڑے جہازات اسی جگہ ٹھہرتے ہیں۔ کیونکہ خلیج کھنبائت میں نہیں جا سکتے۔ پھر یہاں سے چھوٹی کشتیوں میں لاد کر کھنبائت لے جاتے ہیں۔ ان کشتیوں کی نگرانی اسی بندر کے متعلق ہے

(۱۷) پرگنہ پٹلاڈ

احمد آباد سے تیس کوس پر جنوب جانب ہے۔ نجم الدولہ کے انتقال پر مرہٹوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ یہاں ایک چھوٹا قلعہ تھا۔ جس کو منہدم کر دیا۔ پٹلاد گجرات کے بہترین پرگنوں میں سے ہے۔ اکثر خالصہ ممالک میں شامل رہا۔ عالمگیر کے انتقال پر سرکاری توپخانہ کی تنخواہ میں اُس کی آمدنی ہونے لگی۔ ۲۴۸ گاؤں اس کے ماتحت ہیں۔ ۴ کروڑ ۶۲ لاکھ ۳۱ ہزار تین سو دام اس کی آمدنی ہے۔ چونگی اور موضع سوجیترہ اس کے علاوہ۔ یہاں کے فوجدار کے ماتحت بارہ تھانے ہیں۔

(۱) کھاتر (۲) بیولیج (۳) نار (۴) ترتیج (۵) سوجیترہ (۶) کاوا (۷) ملکرول (۸) باسد (۹) اراس (۱۰) اوکلا (۱۱) بھادروں (۱۲) بورسد۔

تھانہ مدن پور میں سات سو سوار رہتے ہیں۔ اور تین تھانے اس کے ماتحت ہیں۔

(۱) بیل باو (۲) ماسد (۳) بیارہ

(۱۸) پرگنہ جھالاواڑ

مشرق و شمال کے درمیان احمد آباد سے ۱۲ کوس پر ہے۔ سترہ گاؤں اس کے ماتحت ہیں۔ ۳۸ لاکھ ۳۵ ہزار آمدنی ہے۔ حاکم نشین جگہ ہے۔ ایک فوجدار تھانہ اسلام آباد عرف شاہدرہ کی ایک سو ستر سواروں سے نگرانی کرتا ہے اور تھانہ حسوبا ایک سو سوار کے ساتھ الگ ہے۔

(۱۹) پرگنہ حیدر آباد

احمد آباد سے ۱۶ کوس دور جنوب جانب یہ پرگنہ واقع ہے۔ تین لاکھ ۴۴ ہزار ۴ سو ۸۵ دام آمدنی ہے۔

(۲۰) پرگنہ دھولکا

بارہ کوس پایۂ تخت سے دُور، مغرب اور جنوب کے درمیان واقع ہے۔ امین اور فوجدار اکثر بادشاہ کی طرف سے مقرر ہوتے۔ اور کبھی دیوان صوبہ کو بشمول عہدہ دیوانی یہ پرگنہ سپرد ہوتا۔ دو سو پینتیس گاؤں اس میں شامل ہیں۔ دو کروڑ ۱۸ لاکھ ۹۹ دام آمدنی ہے۔ مندرجہ ذیل تھانے ماتحت تھے۔

(۱) کوٹھ (۲) کوندی (۳) سانند (۴) ناندودرہ (۵) رتن پور سلورہ (۶) بھات (۷) بزاج (۸) ہریالہ (۹) پھاپسر (۱۰) چرارہ اس کے علاوہ چنگی کی آمدنی پانچ فی صدی پرگنہ

کی آمد میں اس کے علاوہ ہے۔

(۲۱) پرگنہ دھن دھوکا	احمد آباد سے ۳۲ کوس پر دریائے وھادر کے کنارے مغرب اور جنوب کے درمیان ہے۔حاکم نشین جگہ ہے۔ اکثر اوقات ناظموں کی تنخواہ میں یہ

پرگنہ دیا جاتا-۱۲۸ مواضع اس میں شامل ہیں -۸۶ لاکھ ۲۸ ہزار چھ سو بچاس دام آمدنی ہے۔

(۲۲) پرگنہ ٹھاسرہ	احمد آباد سے تیس کوس پر دریائے مہندری (ماہی یامہی) کے کنارے مشرق اور جنوب کے درمیان واقع ہے-۳۸ گاؤں اس کے ساتھ ہیں۔

۵۱ لاکھ ۳۱ ہزار سات سو ساٹھ دام آمدنی ہے۔حاکم بھی یہاں رہتا ہے۔ایک فوجدار کے زیر نگرانی تھانہ برتھی مع بیس سوار تھانہ جرگال دوسو پچاس سواروں کے ساتھ ہے۔

(۲۳) پرگنہ شاہجہانپور عرف کیسرہ	احمد آباد سے ۱۸ کوس پر مشرق طرف یہ قصبہ ہے-۶ لاکھ ۳۵ ہزار ۴ سو ۲۳ دام آمدنی ہے-۲۵۰ سوار کے ساتھ ایک

فوجدار اس کا نگراں رہتا ہے۔

(۲۴) پرگنہ کرپنج	احمد آباد سے ۱۹ کوس مشرق طرف واقع ہے۔ دریا مھور یا اس قصبہ کے چاروں طرف شہر پناہ ہے۔چھ مواضع اس میں شامل ہیں۔ ان میں سے

دو موضع عنبر آباد۔ باقی ۴۴ گاؤں آباد ہیں -۸۴ لاکھ ۱۵ ہزار ۲۷ دام آمدنی ہے۔
حاکم نشین جگہ ہے۔اکثر اعظم آباد کا ضمیمہ رہا ہے۔سات سو سوار کے ساتھ مندرجہ ذیل تھانوں کی دیکھ بھال فوجدار کرتا ہے (۱) کھٹنال (۲) بھائرنہ (۳) انیہ (۴) جھپال (۵) پان مول۔

(۲۵) پرگنہ کرڑی	احمد آباد سے ۱۷ کوس شمال جانب یہ ہے۔حاکم نشین جگہ ہے۔قدیم زمانہ سے ایک پختہ قلعہ تھا۔لیکن عرصہ دراز ہو جانے کے سبب ویرانی کے قریب

تھا۔۱۰۲۱ھ میں بعہد جہانگیر بادشاہ، سید مرتضیٰ خاں بخاری نے از سر نو مرمت کرائی۔اور

بڑا مضبوط بنا دیا۔ تاریخ کے چند اشعار دروازہ پر کندہ ہیں۔

آرائش ملک مرتضیٰ خان ‏ ‏ پیرانہ فر شہر یاری
اقبال از دست برد تیغش ‏ ‏ در معرکہ کرد پائداری
معمور نمود ملک دین را ‏ ‏ تیغ و قلمش باستواری
ہر جا کہ زمانہ خستہ کرد ‏ ‏ بگرفت بحزم و پاسداری
بر لوح کتیبۂ اشس نوشتہ ‏ ‏ تاریخ چہ قلعۂ بخاری

قصبہ کے گرد شہر پناہ نہ تھی۔ صفدر خاں بابی نے جوان مرد خاں بابی کی حکومت میں اینٹ چونہ سے شہر پناہ تیار کرائی۔ دو سو بیاسی[۲۸۲] مواضع اس کے ساتھ ہیں۔ اس کی آمدنی پانچ کروڑ ۶۹ لاکھ ۹ سو ۲۷ دام ہے۔ یہاں کے فوجدار چار سو سواروں کے ساتھ کڑی کے ساتھ موضع چنوال کی بھی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ تھانہ الوہ سادرہ میں ایک چھوٹا قلعہ ہے۔ جہاں ایک سو سوار مقرر ہیں۔ (۲) تھانہ بیٹھا پور (۳) پیلپو ایک سو تیس سوار یہاں اینٹ کا ایک چھوٹا قلعہ تھا۔ یہاں کے زمیندار نے ویران کر کے دوکانیں بنوالیں۔ (۳) کلول ایک سو سوار (۴) چو رنگ سو سوار (۵) سونسر ساٹھ سوار (۶) بالوہ (۷) کھورج سو سوار (۸) کوچھاریہ سو سوار (۹) ہاروی (۱۰) مہسانہ (جس کو آجکل میسانہ کہتے ہیں[لے]) دو سو سوار (۱۱) پالنسر پچاس سوار (۱۲) لسئی وابلہ بیس سوار۔ یہ سب قلعہ کڑی فوجدار کے ماتحت ہیں۔ چونکہ اس جگہ بکثرت سرکش کولی رہتے ہیں۔ اس لئے تھانے بھی اسی حساب سے رکھے گئے ہیں۔

(۲۶) پرگنہ موڑاسا ومیگریج احمد آباد سے ۲۴ کوس پر دریا ماجم اور وانزک کے درمیان مشرق شمال جانب یہ دو پرگنے ہیں۔ کل دو سو آٹھ[۲۰۸] مواضع ہیں جن میں سے موڑاسا کے ساتھ ۱۶۳، اور میگریج کے ساتھ ۴۵ مواضع ہیں۔ ۸۱ لاکھ ۳۵

لے آجکل کڑی اور میسانہ دونوں "گائیکواڑ راجہ بڑودہ" کے ماتحت ہیں اور صدر مقام بجائے کڑی کے میسانہ ہو گیا

ہزار ۹۴ دام آمدنی ہے۔ بابر جوبلہ، بھلورہ، میکہ تج، موری کے تھانے بہ شمول تھانہ داری امل بارہ پرگنہ بھیل۔ ایک فوجدار کے ماتحت ہیں۔

(۲۷) پرگنہ محمود آباد — احمد آباد سے بارہ کوس پہ واترک دریا کے کنارے دکھن طرف سلطان محمود بیگڑہ نے آباد کیا تھا۔ اور دلکش عمارتیں تعمیر کرائی تھیں۔ پھر سلطان محمود ثانی نے اُس کو پایۂ تخت قرار دیا۔ اور ایک آہو خانہ تیار کرایا۔ بارہ گاؤں اس میں شامل ہیں۔ ۳۲ لاکھ ۵۴ ہزار سات سو دام آمدنی ہے۔ اس جگہ کا فوجدار تھانہ نین پور تھانہ کاجنی کا انتظام کرتا ہے۔

(۲۸) پرگنہ معمور آباد — احمد آباد سے بیس کوس مشرق کی جانب ایک مضبوط قلعہ ہے۔ جس جگہ واترک اور ماجھم دریا ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ یہ واقع ہے ایک فوجدار کے ماتحت ۳۴ مواضع ہیں ۲۸ لاکھ ۳۳ ہزار تین سو دام جس کی آمدنی ہے۔ تھانہ ترسلی، چھری، لہو۔ کھٹہ نال کے تھانے فوجدار کی نگرانی میں ہیں۔

(۲۹) پرگنہ موندہ — مشرق اور جنوب کے درمیان پایۂ تخت سے ۱۹ کوس پر واقع ہے۔ نوے گاؤں اس کے متعلق ہیں، ایک کروڑ ۶۹ لاکھ ۱۱ ہزار چھ سو سولہ دام اس کی آمدنی ہے۔ ایک چھوٹا قلعہ بھی ہے، حاکم نشین جگہ ہے۔ (۱) کلولی (۲) امرٹھ (۳) برسولہ (۴) سرسندہ (۵) بیسلانہ (۶) منکلولی (۷) رنجھول کے تھانے مع تین سو سوار کے فوجدار کے ماتحت ہیں۔ شاہی تھانے مندرجہ ذیل ہیں۔ (۱) ارجن پور (۲) قلعہ کھنالی (۳) اندلسج (۴) سہورہ کی گڑھی مع پچاس سوار کے (۵) مانت سہالی ۵۷ سوار (۶) پان منول دو سو ستر سوار (۷) کو کلنج (۳۰۰) سوار۔

(۳۰) پرگنہ نڑیاد — احمد آباد سے بیس کوس پر جنوب جانب حاکم نشین جگہ ہے۔ ۳۶ گاؤں اس کے تابع ہیں۔ ایک کروڑ ۹۶ لاکھ ۸۷ ہزار سات سو چھپن دام اس کی آمدنی ہے۔ مندرجہ ذیل تھانے اس کے متعلق ہیں۔ صندل پور (۲) خان پور

(۳) چکلاسی (۴) سیلی (۵) کھول واڑہ (۶) بھالیج -

(۳۱) پرگنہ ہرسوڑ[1] احمد آباد سے ۲۴ کوس پر مشرق اور شمال کے درمیان ہے - دریاء میسوہ کے کنارے سلاطین گجرات کے وقت سے ایک پختہ قلعہ ہے اب ویران ہے - ۳۶ گاؤں اس میں داخل ہیں - ۱۲ لاکھ ۱۷ ہزار چھ سو ۱۹ دام آمدنی ہے - اس جگہ کی فوجدار بہ شمول تھانہ مع پچاس سوار کے ہے

فصل دوسری

ضلع نہروالہ پٹن کے سترہ[2] پرگنے

لفظ پٹن تینں شہروں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے - نہروالہ کے لئے، احمد آباد کے لئے اور سورت کے لئے - نہروالہ قدیم آبادی میں سے ہے - احمد آباد کی آبادی سے پہلے گجراتی راجوں اور سلطانوں کا یہی پایۂ تخت تھا - سابق آبادی جو شہر پناہ کے اندر تھی - ویران ہو گئی - قلعہ بھدر کا دروازہ اور برج بطور آثار کے باقی رہ گئے ہیں - جدید آبادی احمد آباد سے ۵۴ کوس پر مغرب اور شمال کے درمیان ہے - قاضی محتسب اور منشی شاہی حکم سے مقرر ہوتے ہیں اور پانچ فی صدی محصول لیا جاتا ہے - چونکہ یہ اکثر صوبہ دار کی تنخواہ میں شامل ہوتا ہے - اس لئے محصول کا تعلق ناظم ہی سے رہتا ہے - انتظامی حیثیت سے اس کے دو حصے ہیں، ایک قصبہ، دوسرے متعلقاتِ قصبہ یعنی پرگنہ حویلی - قصبہ کی آمدنی پانچ لاکھ پانچ ہزار آمدنی ہے -

(۱) پرگنہ حویلی اس کے ساتھ (۴۶۰) گاؤں شامل ہیں - تین کروڑ ۶۴ لاکھ ۶۹ ہزار ایک سو اکیس دام آمدنی ہے - تھانے مندرجہ ذیل اس کے متعلق ہیں -

(۳۶۴۶۹۱۲۱)

(۱) پٹن بہ شمول تھانہ سدھ پور (۲) اونجھ (۳) ادمادہ (۴) اوبھرہ (۵) بھاندہ (۶) بالیسانہ

[1] ۳۱ پرگنے یہ ہوئے - احمد آباد خاص اور ٹکسال دو محال ملا کر کل ۳۳ پرگنے ہوئے -

(۷) سندیسر (۸) سکھاری (۹) لیسی (۱۰) کراوی (۱۱) بنود (۱۲) ویل پورہ (۱۳) دہنور (۱۴) شکر پور (۱۵) سوانز (۱۶) چاندسمہ (۱۷) روپ پور (۱۸) کیدگر (۱۹) بھاندنی (۲۰) بارنج (۲۱) اکھارہ (۲۲) کنبوتی (۲۳) اندرہ (۲۴) ٹموو (۲۵) کاکرنج (۲۶) فونیں (۲۷) بہنیہ (۲۸) سانہ ماتر (۲۹) سومک (۳۰) بالم (۳۱) گوی (۳۲) سولنگی (۳۳) دہنج ۔ سات سو پچاس سوار مقرر ہیں ۔ بیس لاکھ دام انعامی زمین ہے ۔ ان کے علاوہ شاہی تھانے مندرجہ ذیل ہیں ۔ بدالی دو سو سوار کے ساتھ (۲) کاکو ایک سو سوار (۳) پامنیہ پچاس سوار (۴) ویل دارہ بیس سوار کے ساتھ ۔

(۲) پرگنہ بڈنگر بڈنگر پرانا شہر ہے ۔ پہلے یہ بڑا شہر تھا ۔ دور و نزدیک میں تین سو مندر تھے ۔ اور ہر ایک کے ساتھ بختہ تالاب سنگین تھا ۔ اب کچھ نہ رہا ۔ صرف پختہ شہر پناہ ہے ۔ مشرق و شمال کی جانب احمد آباد سے تیس کوس پر آباد ہے زیادہ تر ناگر رہتے ہیں ۔ بہت دولتمند شہر تھا ۔ مشہور تھا ۔ کہ گجرات کے دو پر سنہرے ہیں ۔ ایک "بڈنگر" دوسرا "امرٹھ" لکھوکھا کا بیوپار یہاں ہوتا ۔ اب یہ مرغ بے بال و پر ہے ۔ مبارز الملک کے عہدِ حکومت بیچ (مرہٹوں نے آگ لگاکر) تباہ کر دیا ۔ ۱۳ گاؤں اس میں شامل ہیں ۔ ۹ لاکھ ۴۴ ہزار ۶۰ دام آمدنی ہے ۔ حاکم نشین جگہ ہے ۔ دو سو سوار رہتے ہیں

(۳) پرگنہ بیجاپور مشرق اور شمال کے درمیان احمد آباد سے تیس کوس پر واقع ہے ۔ دراصل اس میں ایک سو دو گاؤں اس کے ساتھ تھے ۔ مگر عالمگیر کے حکم سے دس گاؤں بیس نگر میں ملا دیئے گئے ، باقی ۹۲ گاؤں اس وقت ہیں ۔ ایک کروڑ ۱۳ لاکھ ۶۳ ہزار پانچ سو ۶۵ دام آمدنی ہے ۔ حاکم نشین جگہ ہے (۱) تھانہ لادول (۲) سوندھرہ (۳) کد (۴) کھرول (۵) بودرہ ۔ دو سو پچاس سوار کے ساتھ فوجدار کے ماتحت تھانے ہیں ۔ اس کے علاوہ شاہی تھانے ۔ (۱) مانسہ (۲) پیتھاپور ۷۰ سوار کے ساتھ (۳) کوندا س پچاس سوار (۴) پنڈارڈہ سو سوار (۵) چانگودرہ دس سوار (۶) بیجادھرہ ایک سو سوار (۷) بی پلدھن سو سوار (۸)

کونجھ سو سوار (۹) الور یہ ایک سو سوار کے ساتھ ہیں ۔

(۴) پرگنہ پالن پور احمد آباد سے ستر کوس شمالی جانب ایک سرسبز و شاداب قطعہ ملک کا ہے جس میں ایک سو ۹۷ گاؤں ہیں ۔ ۲۹ مواضع زمینداروں کے قبضہ میں ہیں ۔ باقی سرکاری ۔ اس کی آمدنی ۳۸ لاکھ چھ ہزار چار سو ۳۹ دام ہے ۔ حاکم نشین جگہ ہے ۔ اس جگہ کی فوجداری عالمگیر کے عہد سے غزنی خاں جالوری کی اولاد میں چلی آرہی ہے ۔ عہد فرخ سیر میں رحیم خاں نامی کو فوجداری ملی ۔ مگر جنگ آزمائی کر کے ناکام واپس گیا ۔ فیروز خاں جالوری نے نذر اور پیشکش بادشاہ کو بھیجکر اپنے نام کی سند بحالی حاصل کر لی ۔ اس کے لڑکے کریم داد خاں نے مرہٹوں کی شورش اور سرزوری دیکھ کر کوہستان میں اس کے نزدیک ایک قلعہ تعمیر کرایا جس کا نام کریم آباد رکھا ۔ کیونکہ پالن پور میں اس وقت کوئی شہر پناہ نہ تھی ۔ پہلے سرکاری کام کے وقت یہ لوگ حاضر ہو جاتے ۔ مگر اب تو ناظم صوبہ جیسی فوجی قوت رکھتا ہو ۔ اس حساب سے ان سے نذرانہ اور پیشکش وصول کرتا ہے اور وراثت زمینداری کی طرح ان میں زمین تقسیم ہے ۔ آج کل "محمد بہادر خاں جالوری" یہاں کا حاکم ہے ۔ اس نے پالن پور کا شہر پناہ برج اور دیوار کے ساتھ تعمیر کرایا ہے ۔ چونکہ چیتا یہاں بہت اچھا ہوتا ہے ۔ اس لئے ہر سال دیوان صوبہ کے پاس ارسال کئے جاتے ہیں ۔ خاص شہر کی فوجداری بہ شمول پرگنہ ڈیسہ ہے ۔ مندرجہ ذیل تھانے مقرر ہیں ۔

(۱) ماہی (۲) ساہور (۳) سورتیج (۴) سیو (۵) سالم (۶) ملوس (۷) سوبھاران (۸) جالیر (۹) لولوا (۱۰) دھلواڑا (۱۱) سلیلہ (۱۲) مالون (۱۳) کھوویل (۱۴) ملسیول (۱۵) کیال (۱۶) مجادھر (۱۷) رسکومن (۱۸) دھوما (۱۹) سکلانہ (۲۰) سیل (۲۱) سکال (۲۲) لوجبا (۲۳) درسوالہ (۲۴) لیوارہ (۲۵) نوچا

(۵) پرگنہ تھراد احمد آباد سے اسی کوس پر مغرب و شمال کے درمیان حاکم نشین جگہ ہے ۔ ۲۶۶ گاؤں شامل ہیں ۔ ۵۶ لاکھ ۸۹ ہزار ایک سو ۶۴ دام اس کی آمدنی ہے

۲۶ لاکھ دام فوجداری کے ساتھ انعام مقرر ہے۔

(۶) پرگنہ تیرواڑا — احمد آباد سے ستر کوس مغرب اور شمال کے درمیان یہ جگہ ہے۔ ۱۰۴ گاؤں اس کے متعلق ہیں۔ اس میں سے ۷۲ مواضع راجپوتوں کے پاس ہیں۔ اور بعض ویران۔ باقی ۳۲ گاؤں کی آمدنی دو لاکھ پچاس ہزار دام ہے۔ چونکہ یہ پرگنہ جاگیردار کی تنخواہ میں ہوتی ہے۔ اس لئے تھانہ وغیرہ نہیں ہے۔

(۷) پرگنہ ولیہ — احمد آباد سے شمال کی جانب اینٹ کا ایک چھوٹا قلعہ ہے جو (۲۵۸) گاؤں پر شامل ہے۔ ان میں ایک سو ۳۷ موضع بنجر باقی ایک سو اکیس گاؤں کی آمدنی ۱۶ لاکھ آٹھ ہزار ستر دام ہے۔ پالن پور کی فوجداری کے ماتحت مندرجہ ذیل تھانے ہیں:۔

(۱) ہزسالہ (۲) بھوین (۳) سراول۔ (۴) جلال پور (۵) دھوہ (۶) کاک لا۔ (۷) والی (۸) راج پور

(۸) پرگنہ دانتی واڑا — احمد آباد سے اسی کوس شمال کے طرف دریائے بناس کے کنارے واقع ہے۔ ابھی حال میں بادشاہ کے ماتحت یہ علاقہ آیا ہے۔ ورنہ پالن پور کے خاندان جالوری نے ابتدا سے فتح کر کے زیر اقتدار رکھا۔ اسی لئے پالن پور کی فوجداری کے ماتحت ہے۔ ایک سو سوار اس کے ساتھ مقرر ہیں۔

(۹) پرگنہ بسیل نگر — احمد آباد سے تیس کوس پر شمال کی جانب گجراتی راجوں میں سے بسل دیو نامی نے اپنے نام سے آباد کیا تھا۔ عالمگیر کے عہد میں ملا حسن محمد گجراتی کی استدعا پر دس موضع بیجاپور کے علاقہ سے اور نو موضع کڑی کے علاقہ سے لے کر ایک پرگنہ الگ بنایا گیا۔ اور اُس کا نام بادشاہ نے رسول نگر رکھا۔ اس بیس گاؤں کی آمدنی ۳۵ لاکھ ۹۲ ہزار چھ سو ۴۶ دام ہے۔ (۱) سیوالہ (۲) کوٹھوا (۳) جرودہ کی تھانہ داری ایک فوجدار کے ماتحت ہے۔ جس کے ساتھ دو سو سوار رہتے ہیں۔

(۱۰) پرگنہ رادھن پور | احمد آباد سے ساٹھ کوس پر مغرب وشمال کے درمیان قدیم زمانہ سے ایک پختہ قلعہ (مٹی) کے پشتہ کے ساتھ، سنگین دروازہ والا موجودہ آبادی سے ایک کوس کے فاصلہ پر تھا۔ اس کو فتح کوٹ بھی کہتے ہیں۔ اسی کے سامنے قصبہ کی آبادی ہے اس جدید آبادی کا شہر پناہ جواں مرد خاں بابی بن صفدر خاں نے تیار کرایا۔ جو فرخ سیر کے عہد میں وہاں کا جاگیردار تھا۔ اس کے مرنے پر اس کا لڑکا صفدر خاں نے ایک چھوٹا قلعہ تالاب کے کنارہ دوسرا بنوایا۔ ۶۵ مواضع اس کے ساتھ ہیں۔ اس کی آمدنی (مالگذاری) بعد تخفیف ۲۵ لاکھ درم مقرر ہوئے، پانچ فی صدی جنگی بھی لی جاتی ہے۔ تیر واڑا کا فوجدار اس کا نگراں ہے۔

(۱۱) پرگنہ سیمی | احمد آباد سے چالیس کوس مغرب وشمال کے جانب یہ ہے۔ ۴۲ گاؤں اس کے تابع ہیں۔ ۵ لاکھ ۶۶ ہزار آٹھ سو دام اس کی مالگذاری ہے۔ یہاں کا فوجدار دو سو سوار کے ساتھ رہتا ہے۔

(۱۲) پرگنہ سانتل پور | احمد آباد سے ۸۷ کوس پر مغرب وشمال کے جانب یہ مقام ہے۔ ۱۵ لاکھ ۱۵ ہزار دام ناظم صوبہ بطور پیشکش وصول کرتا ہے۔

(۱۳) پرگنہ کھرالو | مشرق اور شمال کے جانب احمد آباد سے چالیس کوس پر ہے۔ ایک سو چودہ گاؤں شامل ہیں۔ منجملہ ان اکاون گاؤں زمینداروں کے متعلق ہے باقی ۶۳ کی آمدنی ۷ لاکھ ۷۰ ہزار سات سو دام ہے۔ تھانہ سرما، تھانہ حامدسہ ایک سو تیس سوار کے ساتھ رہتا ہے۔

(۱۴) پرگنہ کانکریج | احمد آباد سے ۷۵ کوس پر مغرب وشمال کے درمیان یہ مقام ہے۔ بڑے سرکش کولی رہتے ہیں۔ ہمیشہ فساد کرتے رہتے ہیں۔ محکمہ کے کاغذوں سے ٹھیک طور پر نہ معلوم ہوسکا کہ کس قدر گاؤں اس کے ماتحت ہیں۔ ۱۳ لاکھ ۱۵ ہزار دام ان کا لگان صوبہ دار کی تنخواہ میں محسوب ہوتا ہے۔

(۱۵) موونج پور | احمد آباد سے چالیس کوس پر مغرب اور شمال کے درمیان ۳۶ گاؤں کے ساتھ ہے۔ جس کا لگان چالیس لاکھ ۱۷ ہزار سات سو ۲۳ دام ہے۔ فوجداری اس جگہ کی دو سو گھوڑے سوار کے ساتھ مقرر ہے۔

(۱۶) موروارہ[۱] | احمد آباد سے کوس درمیان مغرب اور شمال کے ہے کاغذات دفتر سے اس کے ماتحت گاؤں کا پتہ نہ چل سکا۔ البتہ تین لاکھ چالیس ہزار پانچسو لگان اس کا مقرر ہے۔

فصل تیسری

ضلع بڑودھ مع چار پرگنے کے

(۱) پرگنہ بڑودہ | احمد آباد سے چالیس کوس جنوب طرف یہ ہے ۲۲۶ گاؤں اس کے متعلق ہیں سات کروڑ ۴۴ لاکھ تین ہزار چھ سو ۵۹ دام اس کا لگان ہے۔ حاکم نشین جگہ ہے۔ شہر پناہ مع برج و قلعہ کے موجود ہے۔ ایک فوجدار کے ماتحت مندرجہ ذیل قلعے ہیں:

(۱) انگھدہ گرڈھی (۲) فاضل پور گرڈھی دریا مہی پر (۳) سیواسی (۴) پادرہ (۵) مونجپور (۶) بھچرہ (۷) ماہپور (۸) کنداری (۹) چوندرہ (۱۰) سارنگ (۱۱) سوکرہ کلاں (۱۲) سلاد۔ تین سو سوار اسی لاکھ دام انعام کے مقرر ہیں۔ بہ شمول فوجداری بہادر پور کرگری کی گرڈھی تین سو سوار کے ساتھ

(۲) پرگنہ بہادر پور | احمد آباد سے ۵۵ کوس جنوب جانب ۲۷ گاؤں کے ساتھ ہے۔ ۳۱ لاکھ ۶۵ ہزار ۹ سو ۹۳ دام لگان وصول ہوتا ہے سھانہ سیت پور۔ تھانہ دھادھوں میں اسی سوار کے ساتھ متعین ہیں۔

(۳) پرگنہ ڈبھوئی | احمد آباد سے پچاس کوس جنوب جانب ایک قدیم مضبوط قلعہ پتھر

[۱] خاص شہر پٹن ملا کر سترہ پرگنے ہوئے۔

کا ہے۔ ۸۴ گاؤں شامل ہیں۔ ایک کروڑ ۴ لاکھ ۱۳ ہزار دس دام لگان دام اس کا ہے۔ دو سو سوار اس جگہ متعین ہیں۔

(۴) پرگنہ سینور۔ احمد آباد سے ساٹھ کوس جنوب جانب دریاء نربدا کے کنارے ۴۶ گاؤں کے ساتھ ہے۔ جس کا لگان ایک کروڑ ۴۱ لاکھ ۷۸ ہزار پانچسو ۲۲ دام ہے اس میں سے اسّی لاکھ دام انعام اور تین سو سوار مقرر ہیں۔ تھانہ میاں گام ایک سو پچاس سوار کے ساتھ اسی کے ساتھ ہے۔ بابا پیارہ کا راستہ اسی طرف سے ہے۔

فصل چوتھی

ضلع بھروچ مع بارہ پرگنے اور دو بندرگاہ

(۱) پرگنہ بھروچ۔ احمد آباد سے ۵۷ کوس جانب جنوب یہ واقع ہے۔ شہر پناہ پشتہ کے ساتھ بڑی بلندی پر دریار ندبدا کے کنارے ہے اس کے دو حصے ہیں، اوّل پرگنہ دوسرا بندر،

پرگنہ کے ساتھ ایک سو گاؤں ہیں۔ ایک کروڑ ۵۲ لاکھ ۲۳ ہزار سات سو ۵۴ دام لگان ہے۔ اکثر اوقات یہ پرگنہ حکام خالصہ شاہی کے ماتحت رہتا ہے۔ فوجدار کے ساتھ دو سو پچاس سوار ہوتے ہیں۔

بندر بھروچ کا محصول ۹ لاکھ پچاس ہزار دام وصول ہوتا ہے۔ سورت کا پورٹ کمشنر اس بندرگاہ کا بھی انتظام کرتا ہے۔

(۲) پرگنہ انکلیسر۔ دریار نربدا کے اس پار احمد آباد سے ۶۲ کوس پر جنوب جانب پچاس گاؤں کے ساتھ یہ ہے۔ ۶۸ لاکھ ۴۲ ہزار ۴ سو ۵۹ دام اس کا لگان ہے۔

(۳) پرگنہ اتلیسر۔ احمد آباد ایک سو پچیس کوس جنوب جانب، دریار نربدا کے اس پار واقع ہے۔ اس کی سرحد بگلانہ سے ملتی ہے۔ زمینداروں کا ملک ہے

اس لئے کاغذاتِ دفتر سے اس کے گاؤں کا پتہ نہیں چلتا۔ اکثر سورت کے پورٹ کمشنر یا فوجی افسر کے جاگیر میں یہ پرگنہ ہوتا ہے۔ ۴ لاکھ اسی ہزار دام اس کا لگان ہے۔ مگر فوجی طاقت اور تنظیم و تدبیر کی طاقت جس قدر افسر میں ہو اسی حساب سے یہ زمیندار ادا کرتے ہیں۔

(۴) پرگنہ اور پار

احمد آباد سے ایک سو پانچ کوس دور سورت کے پاس واقع ہے۔ جس میں ایک سو ۸۵ مواضع شامل ہیں۔ ۸۳ لاکھ دو ہزار دام اس کا لگان ہے۔ فوجدار کے ماتحت مندرجہ ذیل تھانے ہیں۔

(۱) برسہ (۲) کٹودرہ (۳) براچھ (۴) ادائر۔ ایک سو تیس سوار اس کے لئے مقرر ہیں۔ یہ پرگنہ اکثر سورت کے پورٹ کمشنر کی جاگیر میں ہوتا ہے۔

(۵) پرگنہ نرکیسر

جنوب جانب احمد آباد سے ایک سو پانچ کوس دور، راج پیپلہ کے قریب دریائے نربدا کے کنارے واقع ہے۔ صرف گیارہ مواضع ہیں۔ دو لاکھ ۶۷ ہزار ۱۹ دام اس کا لگان ہے۔ چونکہ پایۂ تخت سے بہت دور اور پہاڑی علاقہ ہے اس لئے ناظم یا جاگیردار وہاں نہیں پہنچتا۔ اس لئے وہاں کے زمیندار اس پر قابض ہیں۔ کچھ وصول نہیں ہوتا۔

(۶) پرگنہ چھر ماندوی

احمد آباد سے ایک سو چالیس کوس جنوب جانب دریائے تاپتی (تاپتی) کے اس پار زمینداروں کا ملک ہے۔ لوگ یہاں کے بڑے سرکش ہیں۔ سورت کے پورٹ کمشنر کی جاگیر میں ہے۔ وہ فوج کشی کر کے پیشکش وصول کرتا ہے۔ تین لاکھ دام لگان مقرر ہے۔ محکمہ کے کاغذات سے گاؤں کا پتہ نہیں چلتا کہ کس قدر ہیں۔

(۷) پرگنہ دیچ پاڑہ

احمد آباد سے اسی کوس پر جنوب جانب دریائے ماہی کے اس پار واقع ہے۔ کل بارہ گاؤں تھے۔ دو گاؤں دریا میں غرق ہو گئے۔ باقی دس گاؤں کا لگان ۲۴ لاکھ ۹۷ ہزار ۹۸ دام ہے۔ تھانہ لوہارو کے ماتحت اسی سوار مقرر ہیں۔

(۸) پرگنہ جمبوسر	احمد آباد سے بچاس کوس دریاء ماہی کے اس طرف کو ہے۔ ۵۶ گاؤں کا لگان ۱۹ لاکھ ۳۶ ہزار دو سو، ۸۵ دام ہے۔ مندرجہ ذیل تھانے اس کے

ماتحت ہیں :- (۱) جیوال (۲) کاوی (۳) کاریلی (۴) کاموہ (۵) سکاری (۶) دیوان (۷) کجیرا (۸) برسکی (۹) بھیلم

(۹) پرگنہ کلہ	ایک سو بارہ کوس جنوب جانب پرگنہ کامرتج کے قریب متعلق بندر سورت ہے۔ صرف ۱۸ گاؤں ہے۔ بس کا لگان گیارہ لاکھ ہے۔
(۱۰) پرگنہ کورلیارہ	احمد آباد سے نوے کوس پر دریائے نربدا سے اسی طرف ہے۔ بیس گاؤں ہیں۔ ۲۷ لاکھ اسی ہزار دام لگان ہے۔

اسی کے ساتھ بندر گندھار ہے۔ جو احمد آباد سے اسی کوس پر جنوب جانب دریائے ماہی کے کنارہ پر واقع ہے۔ جو سمندر سے متصل ہے۔ دو لاکھ بچاس ہزار دام اس کا محصول ہے۔ کھنبایت کا پورٹ کمشنر اس کا انتظام کرتا ہے۔

(۱۱) پرگنہ مقبول آباد	اس کو "آجھود آمود" بھی کہتے ہیں۔ احمد آباد سے پچاس کوس جنوب جانب ہے۔ ۳۶ گاؤں کا لگان ۵۷ لاکھ ۹۵ ہزار ۴ سو دام ہے۔

تھانہ آجھود اور تھانہ آمود بچاس سوار کے ساتھ فوجدار کے ماتحت ہے۔

(۱۲) پرگنہ ہانسوٹ	احمد آباد سے ۸۵ کوس جنوب جانب ۵۱ گاؤں کو شامل ہے۔ جس کا لگان ۸۵ لاکھ، ۸۸ ہزار، چھ سو، بارہ دام ہے۔ بندر سورت کے پورٹ کمشنر

کی جاگیر میں یہ پرگنہ ہوتا ہے۔

فصل پانچویں

ضلع چانپانیر مع تیرہ پرگنے

یہاں ایک قلعہ ہے۔ جو بلند پہاڑ پر واقع ہے۔ اس کا نام پاوا گڑھ ہے تقریباً

پار کوس بلند ہے۔ اس قلعہ کا دور آدھ کوس ہے۔ جس میں متعدد بڑے بڑے دروازے ہیں۔ اور ایک تکیہ قریب ساٹھ گز کے ہے جس کے ساتھ ہی غار کا راستہ ہے۔ آمد و رفت کے لئے ایک پل بنا دیا گیا ہے۔ جو جنگ کے وقت اٹھا لیتے ہیں۔ اس جگہ کا نام ہاتھیپول ہے۔ یہ مقام بڑا ہی پُر فضا ہے۔ بے شمار درخت ہیں۔ متعدد تالاب ہیں۔ چشمے کے پانی رواں دواں ہر جگہ جاری ہے۔ محمود بیگڑہ نے راجہ راول پتائی سے لڑکر فتح کرایا اور اس کے نیچے ایک شہر آباد کیا۔ جس کا نام محمد آباد رکھا اور اپنا پایہ تخت اس کو قرار دیا اور اس کے بعد سلاطین گجرات بھی اس کو مرکز سلطنت کے طور پر استعمال کرتے رہے۔ پچاس سوار کے ساتھ گودھرہ کے فوجدار کے ماتحت اس قلعہ کی حفاظت ہوتی رہتی ہے۔

(۱) پرگنہ چانپانیر معروف بہ حویلی کالول — احمد آباد سے پچاس کوس پر مشرق و جنوب کے درمیان پہاڑ پر ہے۔ اس میں ایک سو بہتر مواضع شامل ہیں۔ ۲۰ لاکھ ایک ہزار دو سو اسی دام کا لگان ہے۔ یہ چھوٹے چار پرگنوں کا مجموعہ ہے (۱) چانپانیر کا پرگنہ ۹۱ ہزار ایک سو ۹۶ دام اس کا لگان ہے۔ (۲) پرگنہ دیلول ۱۲ لاکھ ۱۶ ہزار چھ سو ۶۲ دام اس کا لگان وصول ہوتا ہے (۳) پرگنہ ادھادرہ (۴۰۲۲۰) دام لگان ہے۔ (۴) پرگنہ جالادرہ (۱۰۲۱۲۳) دام لگان مقرر ہے۔[۱] (۱) تھانہ کنوارہ، (۲) تھانہ کنجری (۳) دیلول (۴) ادھادرہ، (۵) جالادرہ، پچاس سوار کے ساتھ گودھرہ کے فوجدار کے ماتحت ہے۔

(۵) پرگنہ بیوراسی ماکودیہ — احمد آباد سے ۴۷ کوس مشرق اور جنوب کے درمیان ۶۹ گاؤں کے ساتھ ہے۔ ۳۵ لاکھ ۲۷ ہزار چار سو تیس دام اس کا لگان ہے۔ چانپانیر کے ماتحت کھوریہ، جرود، یہ دو تھانے ہیں۔

(۶) پرگنہ تنور باسنہ — احمد آباد سے ساٹھ کوس جنوب جانب ہے۔ دفتر اورنگ آباد محکمہ کے کاغذ میں درج نہیں ہے۔ ۴ لاکھ پانچ ہزار پچاس دام (۴۰۵۰۵۰) لگان ہے۔ پہلے

آباد آج کل ویران ہے۔ [۱] اس حساب سے چار پرگنوں کا مجموعہ ترتیب دیا ... بالا مجموعہ سے زیادہ رہتا ہے

یہاں کا فوجدار دو سو پچاس سوار کے ساتھ علیحدہ ہوتا تھا - اب چانپانیر کے ماتحت دو سو پچاس سوار ہوتے ہیں -

(۷) پرگنہ دھودہ	احمد آباد سے ۲۷ کوس مشرق جانب ایک گاؤں کے ساتھ ہے - ۱۲ لاکھ ۳۰۴ ہزار دام لگان ہے - تھانہ کھردد، تھانہ ایلور ایک سو سوار کے ساتھ

تھانہ نباوندی اسی سوار کے ساتھ بادشاہ کی طرف سے مقرر ہیں -

(۸) پرگنہ سون گڑھ	احمد آباد سے ۵۵ کوس جنوب جانب یہ پرگنہ ہے - ۴۲ لاکھ ۱۳ ہزار چار سو ۶۹ دام لگان ہے - پہلے یہاں ایک فوجدار دو سو پچاس سوار کے ساتھ

رہتا تھا - اب بڑودہ کے ماتحت ہے -

(۹) پرگنہ ساولی	احمد آباد سے ۳۵ کوس درمیان مشرق و جنوب دریا ماہی کے اس طرف واقع ہے - ۵۴ گاؤں کے ساتھ ہے - ۳۴ لاکھ ۴۲ ہزار نو سو

پچاس دام لگان وصول ہوتا ہے - یہاں فوجدار تین سو سوار کے ساتھ رہتا ہے - تھانہ والکا ایک سو سوار کے ساتھ اس کے ماتحت ہے -

(۱۰) پرگنہ والا	احمد آباد سے ۶۵ کوس اگنی کی طرف ۵ مواضع کے ساتھ ہے - ۶۲ ہزار دام لگان ہے - یہاں فوجدار چانپانیر کے ماتحت ہے -

(۱۱) پرگنہ موہان	احمد آباد سے ساٹھ کوس پر جنوب مشرق جانب چانپانیر کے واقع ہے موہان، جموں کا نم اکراس، یہ تین پرگنے زمینداروں کے ہاتھ میں

ہیں - اس لئے اس کے گاؤں کی تعداد محکمہ کے کاغذات میں نہیں ہے - ۵۸ لاکھ ۹۲ ہزار سات سو ستانوے (۵۸۹۲۷۹۷) دام لگان ہے - ان تینوں مقام کی حفاظت ایک فوجدار چار سو سوار اور تیس لاکھ انعام کے ساتھ کرتا ہے -

(۱۲) پرگنہ الی - جس کا تعلق تعلقہ تعویس سے ہے[۱] -

---

[۱] خاص چانپانیر ایک محال شمار کیا -

فصل چھٹی

ضلع نادوت مع بارہ پرگنے

پرگنہ خاص نادوت	احمدآباد سے ۵۷ کوس دکھن کی طرف دریائے نربدا سے اُس طرف راج پیپلہ سے متصل واقع ہے۔ (۱) خاص نادوت (۲) امریلی (۳)

بدال (۴) بھوہ (۵) تانک واڑا (۶) جھوان کام (۷) گوکرموتدہ (۸) ہریک (۹) ادیدہ (۱۰) سرنہی (۱۱) کوالی ساحہ۔ ان سب میں ایک سو ۳۲ گاؤں شامل ہیں۔ ۱۰ لاکھ لاکھ ۱۲ ہزار ۸ سو سترہ دام لگان ہے۔ یہاں کی فوجداری بڑودہ کے ماتحت ہے۔

(۱۲) پرگنہ بسرائی	احمدآباد سے نوے کوس دور متصل سورت ایک سو ۲۰ گاؤں کے ساتھ ہے۔ ۱۵ لاکھ ایک ہزار ۴ سو ۸۵ دام لگان ہے۔

فصل ساتویں

ضلع گودھرہ مع ۱۱ پرگنے

(۱) خاص گودھرہ	احمدآباد سے ۵۴ کوس مشرق طرف ایک سو ستر مواضع کے ساتھ ہے۔ ۱۷ لاکھ ۵۹ ہزار پانچ سو ۲۷ دام لگان ہے۔
(۲) پرگنہ جھالود	گودھرہ سے ۲۰ کوس مشرق طرف ۳۳ مواضع اس کے ساتھ ہیں۔ ۱۱ لاکھ ۳۵ ہزار ۴ سو نوے دام لگان مقرر ہے۔
(۳) پرگنہ سہرا	گودھرہ سے سات کوس شمال جانب ۴۲ گاؤں اس میں شامل ہیں۔ دو لاکھ دس ہزار ۶ سو ۷۱ دام لگان وصول ہوتا ہے۔
(۴) پرگنہ داھاموود	گودھرے ۸ کوس پورب جانب سات موضع کے ساتھ ہے۔ چار لاکھ ۳۸ ہزار نو سو ۸۲ دام لگان ہے۔

(۵) پرگنہ بندیلی	گودھرہ سے ۵ کوس مشرق طرف بالاقید گاؤں جس کالگان ایک لاکھ ۱۰ ہزار نوسواسی دام ہے۔
(۶) پرگنہ نمبدہ	گودھرہ سے ۲۳ کوس مشرق جانب بالاقید گاؤں جس کالگان ۳ لاکھ ۱۸ ہزار دو سو ۶۲ دام ہے۔
(۷) پرگنہ منزال یا منتھرال	گودھرہ سے ۱۸ کوس پورب جانب۔ بالاقید گاؤں جس کالگان ۲ لاکھ پانچ ہزار ۱ سوتیس دام ہے۔

(۸) پرگنہ سورده = گودھرہ سے دس کوس بالاقید گاؤں جس کالگان ۱۴۲ ہزار ۶ سو ساٹھ ہے

(۹) پرگنہ گوہانہ = گودھرہ سے ۱۵ کوس مشرق طرف بالاقید گاؤں جس کالگان ۲ لاکھ ۱۰ ہزار پانچ سو ۱۵ دام ہے (۲،۱۶۵۱۵)

(۱۰) پرگنہ ونده = گودھرہ سے ۱۵ کوس پورب جانب ہے۔ دو لاکھ ۵۶ ہزار بارہ دام اس کالگان ہے

(۱۱) پرگنہ انبا = گودھرہ سے ۵ کوس مشرق جانب ہے۔ اس کالگان ۴۸ ہزار ۶۲ دام ہے۔

یہ سات گاؤں مندرجہ بالا چونکہ زمینداروں کے قبضہ میں ہیں۔ اس لئے ان کے گاؤں کی تفصیل دفتر کے کاغذوں میں نہیں ہے۔ فوجداری گودھرہ کے ماتحت مندرجہ ذیل تھانے ہیں۔ (۱) جالود (۲) بھوبامائن (۳) ۔۔۔ (۴) بھوتیہ بڈھا۔ گودھرے سے داہود تک شاہراہ کی حفاظت (۵) کاتھواڑایا (۶) چوکی جھریہ (۷) کالیادھر۔ پانچ سو سوار اور ۔۔۔ لاکھ دام انعام مقرر ہے۔

فصل آٹھویں

ضلع سورٹھ کے ۶۲ پرگنے

اس میں بارہ بندرگاہیں ہیں مضبوط قلعہ جوناگڑھ اس میں شامل ہے۔ اور اس کے نیچے جو آبادی محمود بیگڑہ نے بسائی اور مصطفےٰ آباد نام رکھا۔ اس کا حال اوراق میں تحریر کر چکا ہوں

یہ ضلع کولیانہ سے پچاس کوس پر ہے - احمد آباد سے دوارکا جگت تک جو ساحل سمندر پر واقع ہے - طول میں ۱۴۵ کوس ہے اور ۶۹ قلعے چھوٹے بڑے اس میں موجود ہیں - فوجداری اور دوسرے اہلکار شاہی فرمان سے مقرر کئے جاتے ہیں -

(۱) حویلی جونہ گڑھ احمد آباد سے مغرب جانب ایک سو دس کوس پر واقع ہے - مع پٹہ دھواجی اور مجھوری ایک سو ۹۲ گاؤں شامل ہیں - ایک کروڑ ۲۵ لاکھ ۳۶ ہزار نوسو اکتیس[۳۱] دام لگان مقرر ہے - فوجدار کے ساتھ ایک ہزار سوار اور اسی لاکھ دام انعام ہے - قلعہ جوناگڑھ اور گرنار اسی کے متعلق ہوتا ہے -

(۲) ٹکسال پہلے سکہ محمودی ڈھلنے کے باعث ہوا ان ایام میں رائج ہے - ایک پرگنہ شمار کیا جاتا تھا - ایک لاکھ دام آمدنی تھی - اب موقوف ہو گیا -

(۳) پرگنہ او پلوٹہ جوناگڈھ سے ۱۲ کوس مغرب اور شمال کے درمیان ایک گڑھی حاکم نشین ہے آج کل اُس کا شہر پناہ بھی ہے - یہ ساحل بھادر پر ہے - ۵۳ مواضعات اس میں شامل ہیں - ۴۱ مواضع ویران ہیں - ۱۲ مواضع کا لگان ۲۵ لاکھ ۱۵ ہزار ۴۶ دام ہیں -

(۴ - ۵) پرگنہ اونہ جوناگڈھ سے ساٹھ کوس مشرق جانب دو قلعہ اور شہر پناہ کے ساتھ ہے - حاکم نشین جگہ ہے - سمندر چار کوس کے فاصلہ پر ہے - اور ایک کوس اونہ سے قلعہ ڈیلواڑہ ہے - جس کے ساتھ بندرگاہ بھی ہے - دو پرگنہ دو سو ۱۳ گاؤں اس کے ساتھ ہیں - ان میں سے ایک سو ۴۳ گاؤں ویران باقی ۷۰ گاؤں کا لگان ۲۶ لاکھ ۱۵ ہزار دوسو ۶۲ دام ہے اونہ میں تلوار اعلیٰ درجہ کی تیار ہوتی تھی - جو تمام مشہور تھی - لوگ کہتے ہیں - کہ یہاں ایک کنواں تھا - جس کے پانی سے تلوار میں خاص قسم کی آبداری پیدا ہو جاتی اب وہ کنواں بھر گیا - ابھی بھی پرانی بنی ہوئی تلوار نظر آجاتی ہے - جو دیکھنے سے ہی نادر اور لاجواب نظر آتی ہے - جزیرہ دیو جس پر انگیز قابض ہو گئے ہیں اسی کے پاس ہے -

(۶) پرگنہ امریلی جوناگڑھ سے مشرق طرف تیس کوس پر ہے - کاٹھیاواڑ کے ساتھ کاٹھی الگ

اور کھوماں سے متعلق ہے۔ ایک سو تین مواضع کا لگان ۱۶ لاکھ ۲۷ ہزار پچاس دام ہے۔

(۷) پرگنہ ارنجہ — جوناگڑھ سے چالیس کوس دور ۲۵ گاؤں کے ساتھ ہے۔ جس کا لگان ۴ لاکھ ۲۷ ہزار دام ہے۔

(۸) پرگنہ بیاکھ — جوناگڑھ سے آٹھ کوس مشرق اور جنوب کے درمیان مع ایک گڑھی کے حاکم نشین جگہ ہے۔ ۵۹ گاؤں اور دو پورہ (محلہ) کے ساتھ ہے۔ ایک لاکھ ۱۶ ہزار دام لگان مقرر ہے۔

(۹) پرگنہ بانسواڑہ = جوناگڑھ سے ۲۵ کوس مشرق اور شمال کے جانب ایک گڑھی حاکم نشین ہے۔ ۷۰ گاؤں کا لگان ۱۹ لاکھ ۹۴ ہزار سات سو دس دام ہے۔

(۱۰) پرگنہ "بنہ" یا "بند" = جوناگڑھ سے ۲۵ کوس پر ایک گڑھی ہے۔ مدت سے ویران ہے۔ چالیس ہزار دام لگان ہے۔

(۱۱) پرگنہ بھنڈر = جوناگڑھ سے بیس کوس پر مع قصبہ کے ہے۔ دو لاکھ، ۵ ہزار تین سو تیس دام لگان ہے۔

(۱۲) پرگنہ بانٹوا = جوناگڑھ سے ۱۵ کوس مغرب اور شمال کے درمیان ہے۔ ۴۷ گاؤں اس میں شامل ہیں۔ ۹۹ لاکھ ۶۶ ہزار ۳ سو ۶۵ دام لگان ہے۔

(۱۳) پرگنہ تھراد = جوناگڑھ سے چالیس کوس پر ہے۔ ۴۸ گاؤں اس میں شامل ہیں۔ ایک لاکھ ۱۵ ہزار تین سو ۷۶ دام لگان ہے۔

(۱۴) پرگنہ بکسرا = جوناگڑھ سے ۲۲ کوس دور کاٹھیاں الگ سے متصل ہے۔ ۶ لاکھ ۲۵ ہزار چار سو ۴۵ دام لگان ہے۔

(۱۵) پرگنہ پالی تانہ = جوناگڑھ سے پچاس کوس مشرق کی جانب شہر پناہ کے ساتھ کوہ شتر نجہ پر ایک قلعہ ہے۔ جو پانچ کوس بلند ہے۔ وہاں ایک مندر سراوک جینیوں کا ہے اور شتر نجہ ایک دریا کا نام ہے۔ یہ پرگنہ ایک زمیندار کے متعلق ہے۔ جس کا لگان

پچاس ہزار دام ہے۔

(۱۶-۱۷) پرگنہ پٹن دیو یا بندر ویراول جوناگڑھ سے تیس کوس دکھن جانب ساحل سمندر پر واقع ہے۔ ایک سو دس گاؤں اس میں شامل ہیں۔ ۴۷ لاکھ ۱۷ ہزار دام لگان ہے یہاں پتھر کا قلعہ بڑا مضبوط بنا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ چاروں طرف گہری خندق پتھر کاٹ کر تیار کی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ تاڑ کے درخت جو خندق میں پیدا ہو گئے ہیں اُس کے پتے خندق کے سرے پر نظر آتے ہیں۔

سومناتھ کا مشہور مندر اسی کے پاس ہے۔ بلاول ایک کوس کے فاصلہ پر سمندر سے ہے۔ پہلے یہاں فصیل نہ تھی نعمت خاں لودی نے اُس کی فصیل تیار کرائی۔

(۱۸-۱۹) پرگنہ پوربندر و نیا بندر و رانا باؤ۔ و بندر چھانیاں جوناگڑھ سے ۵۳ کوس مغرب جانب، دو پرگنے اور چار مضبوط قلعے سمندر کے کنارے واقع ہیں۔ ۴۲ گاؤں کا لگان آٹھ لاکھ ۹۷ ہزار ایک سو ۲۵ دام ہے۔

(۲۰) پرگنہ بی پرائی = جوناگڑھ سے پچاس کوس مشرق جانب مع سنگین برج کے ہے، پندرہ گاؤں کا لگان اسّی ہزار پانچسو دام ہے۔ دو سو سوار کے ساتھ یہاں ایک فوجدار رہتا ہے۔

(۲۱-۲۲) پرگنہ تلاجہ = جوناگڑھ سے ستر کوس مشرق اور جنوب کے درمیان پہاڑی پر ایک قلعہ ہے۔ اب اس جگہ کے زمینداروں نے فصیل بھی بنالی ہے۔ دو پرگنے ایک سو کاسی موضع کے ساتھ ہیں۔ ۲۸ لاکھ ۴۵ ہزار دام لگان ہے۔ اور چار سو ۱۵ دام گڑھی موضع جہاں میرا ور سلطان پور کا لگان ہے۔ جو سمندر کے ساحل پر واقع ہے۔ وہ بھی اسی پرگنہ کے تابع ہے۔ ایک سو سوار کے ساتھ فوجدار رہے۔

(۲۳) پرگنہ جگت دوارکا مصطفےٰ نگر جوناگڑھ سے ساٹھ کوس مغرب اور شمال کے درمیان ساحل سمندر پر ایک قلعہ ہے۔ دوارکا کا مندر جزیرہ سنکھو دوار میں ہے۔ زمیندار کے قبضہ میں ہے۔ آٹھ لاکھ چالیس ہزار دام لگان ہے۔ عالمگیر کے عہد میں حاکم نشین

جگہ تھی ۔اب زمیندار کا قبضہ ہے ۔

(۲۴) جیت پور ۔ شمال طرف جوناگڑھ سے پندرہ کوس دریا بھادر کے کنارے مع فصیل اور گڑھی حاکم نشین اور گڑھی موضع سری ورکے ہے ۔ ستر گاؤں کو شامل ہے ۲۴ لاکھ ۶۳ ہزار ایک سو ۶۹ دام لگان ہے ۔ ایک سوار کے ساتھ فوجدار رہتا ہے ۔

(۲۵ - ۲۶) پرگنہ چورواڑ بندر | مغرب اور جنوب جانب جوناگڑھ سے ۲۵ کوس سمندر کے کنارے آدھے کوس کے فاصلہ سے قصبہ کی فصیل اور گڑھی موضع کولن واڑہ واقع ہے چالیس گاؤں کا لگان سات لاکھ ۱۳ ہزار نو سو دام ہے ۔ پہلے فوجدار رہتا تھا اب زمیندار قابض ہے ۔

(۲۷) پرگنہ جھاد = جوناگڑھ سے ۵۴ کوس مشرق کے جانب ہے، اصل قصبہ تو ویران ہے ۔ زمیندار قابض ہوگیا ہے، موضع رنکولہ میں ایک گڑھی بھی بنالی ہے ۔ ۲۴ گاؤں کی مال گذاری دو لاکھ تیس ہزار دام ہے ۔

(۲۸ - ۲۹) پرگنہ دونگرہ مع بندرگاہ = جوناگڑھ سے ساٹھ کوس درمیان پورب اور دکھن سمندر کے کنارے واقع ہے ۔ بارہ گاؤں کی مال گذاری ۷ لاکھ ۲ ۔ ۷ ہزار دام ہے ۔

(۳۰) پرگنہ دھرواڑ = جوناگڑھ سے پانچ کوس گرنار پہاڑ کے پاس مشرق اور شمال جانب قصبہ ویران ہے ۔ ۲۳ گاؤں رعیتی، جس کا لگان ۳ لاکھ ۸۶ ہزار تین سو ۸۵ دام ہے ۔

(۳۱) پرگنہ دہات رود = جوناگڑھ سے ۵۴ کوس، اونہ کے پاس مشرق اور جنوب کے درمیان ہے، ایک لاکھ دام لگان مقررہ ہے ۔

(۳۲) پرگنہ دھارای = ۲۵ کوس مشرق اور جنوب میں ایک گڑھی حاکم نشین ہے، چالیس گاؤں کا لگان پچاس ہزار دام ہے ۔

(۳۳) پرگنہ دھاگس = جوناگڑھ سے ۱۰ کوس مغرب اور شمال کے درمیان واقع ہے اس میں چار قلعے ہیں، خود قصبہ کا قلعہ، موضع ہرسان کا قلعہ، قلعہ موضع والا، قلعہ موضع دلودرہ، ۲۵ گاؤں کی مالگذاری تین لاکھ ۳۵ ہزار دام ہے ۔

(۳۴) پرگنہ دولت آباد = جوناگڑھ سے پچاس کوس درمیان مشرق اور جنوب یہ قصبہ ایک لاکھ لگان کا ہے۔

۳۵- پرگنہ معصوم آباد راجکوٹ جوناگڑھ سے ۳۵ کوس مشرق اور شمال کے درمیان حاکم نشین مقام ہے۔ آٹھ قلعے اس میں ہیں۔ قلعہ خاص قصبہ کا (۲) جسدن (۳) انندکوٹ (۴) بھادھر (۵) راجنگ (۶) جمن پور (۷) اساودہ (۸) سردھار عرف معصوم آباد۔ ۵۶ گاؤں چھ لاکھ دام لگان ہے۔ معصوم قلی شجاعت خان نے اپنے نائب فوجداری جوناگڑھ کے وقت یہاں کے زمینداروں سے جنگ کر کے بعد فتح قلعہ کی بنیاد رکھی اور معصوم اپنے نام کے مناسبت سے اس کا نام رکھا۔ اور بادشاہ سے اپنے نام پر اس قصبہ کو لکھوا لیا اور اسی کو وطن قرار دیا۔ بادشاہ نے بھی بہ شرط فوجداری منظور کر لیا۔

(۳۶) پرگنہ راکھون = جوناگڑھ سے پچاس کوس مشرق اور جنوب کے درمیان پالی تانہ کے نزدیک دس مواضع کے ساتھ ہے۔ جس کا لگان ایک لاکھ ہے۔

(۳۷) پرگنہ رانپور = جوناگڑھ سے ۱۲ کوس مشرق کی طرف رعیتی ایک سو ۱۰ گاؤں کو شامل ہے۔ دس لاکھ ۴۶ ہزار ۶ سو ۵۶ دام ہے۔ فوجداری تین سو سوار کے ساتھ رہتا ہے۔

(۳۸) پرگنہ سروالا = جوناگڑھ سے چالیس کوس مشرق اور شمال کے درمیان کاٹھیاکھاپر کا علاقہ ہے۔ ۷۴ ہزار ۴ سو لگان ہے۔

(۳۹) پرگنہ سیہور = جوناگڑھ سے ستر کوس مشرق اور جنوب کے درمیان ایک تینداو کے متعلق ہے۔ یہ گھوگھ بندر کے قریب ہے۔

اس کے متعلق دو مندر بھی ہیں۔ (۱) سرتیج (۲) بھاؤنگر جو بھاؤ سنگھ کا آباد کردہ ہے سمندر کے کنارے اس کا قلعہ ہے۔ جہاں کشتیوں کے ذریعہ آمد و رفت ہوتی ہے۔ چھ گاؤں

نہ آج کل بھاؤنگر ایک ریاست کی شکل میں ہے۔ اور مشہور بندرگاہ ہے۔ لاکھوں روپے کے خرچ سے ایک پختہ اور کارآمد بندرگاہ تیار کرا لیا ہے۔ جہاں بڑے بڑے جہازات آتے ہیں۔ راجہ بھی تاجروں سے حسن سلوک کرتا ہے۔ تقریباً دو کروڑ روپے کی آمدنی ہوتی ہے۔

کی مالگذاری ایک لاکھ دام ہے۔

(۴۰) پرگنہ کمایہ باڑہ = جوناگڑھ سے تیس کوس مشرق اور شمال کے درمیان ایک قلعہ ہے۔ دو موضع کا لگان پچاس ہزار چار سو اسی دام ہے۔

(۴۱) پرگنہ کھونت ور = مشرق اور جنوب کے درمیان جوناگڑھ سے ۴۵ کوس پر ہے۔ ایک لاکھ پانچ ہزار ۴۰ دام لگان ہے۔

(۴۲) پرگنہ گوندال = ۲۵ کوس جوناگڑھ سے اُتر جانب ہے۔ اس میں تین قلعے ہیں (۱) دولعہ (۲) اردونہ (۳) پیپلی پچاس موضع کا لگان دو لاکھ دام ہے۔

(۴۳) پرگنہ کاریادھار = چالیس کوس جوناگڑھ سے مشرق اور جنوب کے درمیان ایک زمیندار کے ماتحت ہے۔ اس نے ایک قلعہ تعمیر کرایا ہے۔ چالیس موضع کا لگان چھ لاکھ ۲۶ ہزار ۴۳ دام ہے۔

(۴۴) پرگنہ گھوگھ باڑہ = جوناگڑھ سے اسی کوس مشرق اور جنوب کے درمیان سمندر کے کنارے ہے۔ فصیل قصبہ بھی ہے۔ ایک سو تین گاؤں کا لگان ۱۱ لاکھ اسی ہزار ہے۔ بندرگاہ کھنبات کے پورٹ کمشنر کے ماتحت ہے[۱]۔

(۴۵-۴۶) پرگنہ کوری نار = جوناگڑھ سے ۴۵ کوس مغرب اور جنوب کے درمیان ایک قلعہ سمندر سے دو کوس پر مع بندرگاہ کے واقع ہے۔ جزیرہ دیو جس پر پرتگیز قابض ہیں اسی کے متعلق تھا۔ اونہ سے آٹھ کوس اور سمندر سے پانچ کوس پر ہے۔ ایک سو ۴۲ کوس کی مالگذاری ۵۲ لاکھ ۵۹ ہزار ۵ سو ۲۷ دام ہے[۲]۔

(۴۷) پرگنہ کوتیانہ = جوناگڑھ سے بیس کوس پر قصبہ مع ایک قلعہ کے حاکم نشین مقام ہے۔ اس کے متعلق ایک گڑھی، قلعہ موضع آگہ، قلعہ کنوپلی، قلعہ دیورہ بھی ہے۔ ۱۱۶ گاؤں کی مالگذاری بیس لاکھ ۱۸ ہزار آٹھ سو ۱۲ دام ہے[۳]۔

---

[۱] آج کل ویران ہے۔ اور گورنمنٹ کا علاقہ ہے۔ [۲] آج کل بڑودہ ریاست کے ماتحت ہے۔ [۳] آج کل جوناگڑھ ریاست کے ماتحت ہے۔

(۴۸) پرگنہ لاٹھی = جوناگڑھ سے چالیس کوس پورب جانب ضلع کاٹھیاواڑ میں مع قلعہ کے یہ قصبہ ہے ایک لاکھ ۴۶ ہزار لگان ہے۔

(۴۹) پرگنہ لولیانہ = پورب جانب جوناگڑھ سے ساٹھ کوس دھندھوکا کے نزدیک ایک قلعہ ہے۔ حاکم نشین جگہ ہے۔ سورٹھ کی ابتدائی سرحد ہے۔ ایک سو چودہ گاؤں کی مال گذاری ۱۶ لاکھ ۲ ہزار سات سو دام ہے۔

(۵۰) پرگنہ مانڈوی = جوناگڑھ سے ۵۴ کوس کاریادھار کے نزدیک مشرق اور جنوب کے درمیان ایک قلعہ حاکم نشین ہے۔ ۲۵ گاؤں لگان پچاس ہزار دام ہے۔

(۵۱) ملیندرہ = جوناگڑھ سے دس کوس دکھن جانب قلعہ کے ساتھ یہ قصبہ ہے۔ ۹۵ گاؤں کا لگان ۱۲ لاکھ ۹۱ ہزار ایک سو ۹۵ دام ہے۔

(۵۲-۵۳) پرگنہ مہوے = جوناگڑھ سے ساٹھ کوس مشرق اور جنوب کے درمیان سمندر کے کنارے قصبہ کا قلعہ مع بندرگاہ کے ہے اسی گاؤں کا لگان ۳۴ لاکھ ۵۸ ہزار تین سو ۷۵ دام ہے۔

(۵۴-۵۵) پرگنہ منگلور[۱] = جوناگڑھ سے بیس کوس مغرب اور جنوب کے درمیان سمندر سے دو کوس کے فاصلہ پر یہ قصبہ مع فصیل کے ہے۔ ایک گڑھی حاکم نشین اور دوسری گڑھی مالیہ مع بندرگاہ کے دو تحصیل ہے۔ ۲۲۷ گاؤں کی مالگذاری ۹۶ لاکھ ۷ ہزار ایک سو ۳۵ دام ہے۔ اسی پرگنہ میں قلعہ مادھو پور، قلعہ سانکھلی، قلعہ بالا کانم، قلعہ کیسوراج راجہ منڈلک کے سررشتہ داروں کے قبضہ میں ہے اور قلعہ موضع بکسرہ بھی اسی پرگنہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۵۶) پرگنہ موتی یا موری = مشرق اور شمال کے درمیان جوناگڑھ سے ستر کوس دریا مچھو کے کنارے فصیل کے ساتھ یہ قصبہ ہے۔ ایک گڑھی حاکم نشین ہے۔ اور گڑھی موضع شاہپور قلعہ موضع مالک۔ قلعہ سرراہ صحرا، انہیں مقامات کے زمینداروں کے قبضہ میں ہے

---

[۱] آج کل جوناگڑھ کے ماتحت ایک ریاست ہے۔ جس پر شیخ صاحب حکمران ہیں۔

دو سو گاؤں کا لگان ۳۲ لاکھ تیس ہزار دام ہے۔

(۵۷) پرگنہ ہلود = اس کو محمد نگر بھی کہتے ہیں۔ پورب اور اتر کے درمیان جونا گڑھ سے اسی کوس اور احمد آباد سے پچاس پر دامن کوہ میں فصیل کے ساتھ یہ قصبہ ہے۔ ایک سو بارہ گاؤں اس کے ماتحت ہیں۔ ۲۵ لاکھ آٹھ ہزار دام کے معاوضہ میں بہ عہد عالمگیر نظار علی خاں کی جاگیر میں محسوب ہوتا تھا۔ اس جگہ کا زمیندار جاگیرداری کے سلسلہ میں ہر سال ۲۵ ہزار روپیہ ادا کرتا۔ پھر صوبہ داران سے بطور پیشکش نذرانہ کے لینے لگ گئے۔ فوجداری تین سو سوار کے ساتھ گڑھی کے ماتحت رہتا ہے۔

(۵۸-۵۹) پرگنہ ملک پور = جونا گڑھ سے ساٹھ کوس پورب اور دکھن کے درمیان سمندر کے کنارے مع بندرگاہ مظفر آباد کے ہے۔ جزیرہ میں سلطان مظفر گجراتی کا ایک قلعہ تیار کیا ہوا ہے۔ ۷۲ گاؤں کی مال گذاری دو لاکھ پچاس ہزار دام ہے۔

پرگنہ ہستنی چوک = جونا گڑھ سے چالیس کوس مشرق اور جنوب کے درمیان پالی تانہ کے نزدیک ہے ۱۴۱ گاؤں کا لگان چار لاکھ ایک ہزار دام ہے۔

فصل نویں

ضلع اسلام نگر مشہور نوانگر

اس ضلع میں ستر پرگنے ہیں۔ اُن کے علاوہ بندرگاہوں کے پرگنے دفتر کے کاغذات میں نہیں ملے۔

مشہور ہے کہ "کچھ" کے راجہ کے رشتہ داروں میں راول جام دو مہینہ سرگردانی کے بعد لڑ بھڑ کر ایک مقام جو کچھ اور جونا گڑھ کے درمیان تھا قبضہ میں لے لیا اور اس جگہ کو آباد کر کے نوانگر نام رکھا۔ اس کو کچھ خردی بھی کہتے ہیں پھر آہستہ آہستہ اطراف ملک کو بھی تصرف میں لایا۔ سلاطین گجرات کے عہد میں اکبر بادشاہ تک نسلاً بعد نسل اسی راجہ کے

خاندانی لوگ اس پر قابض چلے آئے عہد عالمگیر میں اس کو فتح کر کے شاہی ممالک میں داخل کر لیا گیا۔ لیکن مہاراجہ جسونت سنگھ صوبہ دار گجرات کی سفارش سے راجہ کو یہ ملک مع پرگنہ کھنیالہ اور نو پرگنے دوسرے کے واپس کر دیا گیا۔ اور نوانگر کا نام "اسلام نگر" رکھا گیا بعد فتح یہاں تحصیلدار مقرر کیا گیا اور ٹکسال جو محمودی روپیہ ڈھالتا تھا۔ توڑ کر شاہی روپے ڈھالنے کے کام میں لایا۔ ابتدا میں ممالک محروسہ میں داخل تھا۔ پھر منصبداروں کی تنخواہ اسی سے دی جانے لگی اور فوجدار اور جاگیردار مقرر ہوئے۔ لیکن عالمگیر کے بعد وفات جام سب پر قابض ہو گیا۔ یہاں کے راجہ کو "جام" کہتے ہیں۔

پرگنہ اسلام نگر احمد آباد سے سو کوس دور ٹھیک مغرب جانب ایک مضبوط فصیل کے ساتھ قلعہ بھی ہے متعدد برج، اور چھ دروازے ہیں۔

(۱) **ٹکسال** = جو محمودی بگھلا کر شاہی روپیہ بناتا ہے۔ قائم کیا گیا محصول پچاس ہزار دام

(۲) **منڈی** اس کا محصول پانچ فی صدی وصول کیا جاتا ہے۔ سرکاری تحصیلدار وصول کر کے شاہی خزانہ میں داخل کرتا ہے۔ اس کا مجموعہ نو لاکھ ۲۳ ہزار، سات سو دام ہے۔

(۳) خاص اسلام نگر (نوانگر) کے متعلق (۲۵۳) گاؤں ہیں اور پرگنہ امروں[۴] اسلام نگر سے مشرق جانب ۲۵ موضع پر شامل ہے۔ ایک گڑھی حاکم نشین ہے۔ اور مرزا ملک عبداللطیف عرف شاہ داول اسی جگہ ہے۔

(۵) **پرگنہ پردھری** اسلام نگر سے مشرق اور جنوب کے درمیان ۹۳ گاؤں کے ساتھ ہے۔ اور تھانہ پرگنہ کالا بر نوانگر سے دکن جانب ۷۹ گاؤں کے ساتھ ہے۔ یہاں کا قلعہ تھانہ دار کا مقام ہے۔

(۶) **لطیف پور** = ایک تحصیل ۲۵ گاؤں کے ساتھ ہے۔

(۷) **پرگنہ درابھہ** = نوانگر سے جنوب جانب ۸۶ گاؤں کے ساتھ ہے۔ ان سب کا مجموعی لگان

۵۲ لاکھ ، ۸۲ ہزار چار سو ۳۲ دام ہے ۔ یہاں کا فوجدار سو سواروں کے ساتھ مقرر ہے ۔

(۸) پرگنہ کھنبالیہ وغیرہ = مہاراجہ جسونت سنگھ کے التماس پر جام ماجی کی جاگیر و تنخواہ میں مقرر ہوا ۔ اور بعض حصے میں سرکاری شرکت ہے ۔

(۹) بندر سراہیہ = نوانگر سے مغرب جانب ۵۵ گاؤں مع ایک قلعہ حاکم نشین کے ہے ۔ جس کا لگان (۲۰) لاکھ دس ہزار دام ہے ۔

(۱۰) پرگنہ بھادوں = نوانگر سے مغرب اور جنوب کے درمیان ۵۵ گاؤں مع ایک قلعہ حاکم نشین کے ہے ۔ بیس لاکھ دس ہزار دام لگان ہے ۔

(۱۱) پرگنہ مارندی = نوانگر سے مغرب کی طرف ہے ۔ اس کا لگان دو لاکھ ۲۲ ہزار دام ہے ۔

(۱۲) پرگنہ گدڈھ = نوانگر سے پچھم طرف ہے ۔ ۴۸ مواضع اس میں شامل ہیں ۔ دس لاکھ ۲۷ ہزار دو سو دام اس کا لگان ہے ۔

(۱۳) پرگنہ مسالی یا بنیالی = پچھم کی طرف نوانگر سے جھاگڑ بندر کے ساتھ ہے ۔ ۲۲ گاؤں شامل ہیں ۔ ۶ لاکھ ستر ہزار چھ سو دام لگان ہے ۔

(۱۴) پرگنہ ولیاواڑہ = نوانگر سے مشرق اور جنوب کے درمیان ۱۹ گاؤں کے ساتھ ہے ۔ چار لاکھ دام اس کا لگان مقرر ہے ۔

(۱۵) پرگنہ دھرول = اس میں ۷۹ گاؤں ہیں ۔ ۱۱ لاکھ ۳۳ ہزار دام لگان ہے ۔ ان پرگنوں میں جام کی جاگیر بھی ہے ۔

(۱۶) پرگنہ رائے پور = نوانگر سے مغرب کے جانب ۵۳ گاؤں کو شامل ہے ۔ ۱۵ لاکھ ۸۵ ہزار دام لگان ہے ۔ حاکم نشین جگہ ہے ۔

(۱۷) پرگنہ کھندوں = نوانگر سے جنوب کی طرف ایک سو اٹھائیس گاؤں اس میں ہیں ۔ ۲۳ لاکھ دام لگان ہے ۔ قلعہ حاکم نشین ہے ۔ ان میں سے بھی اکثر میں جام نمائی کی جاگیریں ہیں ۔

اس کے علاوہ (۱) پرگنہ جودھ پور (۲) پرگنہ راول (۳) پرگنہ جودیہ (۴) پرگنہ بالیہ (۵) پرگنہ بہلول (۶) پرگنہ برسادرسا (۷) پرگنہ جوبہ مع بندر کی مجموعی لگان ایک کروڑ ۷ ۹ لاکھ ۴۴ ہزار دو سو ۴ ۵ دام ہے۔

فصل دسویں

ضلع سورت

یہاں کی دیوانی کا تعلق اکثر پورٹ کمشنر سے رہا ہے۔ اور کبھی دیوانی صوبہ کے ساتھ۔ ۳۱ پرگنے اس میں شامل ہیں۔ احمد آباد سے ایک سو دس کوس کے فاصلہ پر دکھن جانب واقع ہے۔ سلاطین گجرات کے عہد میں اس کی حد "قتل خانا پور" تک تھی۔ اکبر نے خاندیس کے صوبہ نذر باد کو اس میں شامل کر دیا۔ تو اس کی حد میر کوٹ اور ربکانہ تک ہوگئی۔ جس کا آخری موضع کونا مار ہے۔ پہلے اس شہر کی فصیل نہ تھی۔ عالمگیر کے عہد میں جب مرہٹوں نے لوٹ مار شروع کی، تو فصیل تیار کر دی گئی۔ فرخ سیر کے عہد میں اس کا پورٹ کمشنر حیدر قلی خاں تھا۔ اس نے بعض محلوں کو شامل کر کے اور ایک فصیل بنائی اور اس کا نام "عالم پناہ" رکھا۔ سرکاری حکام بادشاہ کے طرف سے مقرر ہوتے۔ یہاں کا قلعہ دار میر آتش کے رسالہ کے ساتھ شاہی سند اور مہر سے رکھا جاتا۔ دو سو سوار اس کے ماتحت ہوتے تھے۔

کہتے ہیں۔ کہ سلاطین گجرات کے عہد میں بھی سورت کا گاؤں اور بندر موجود تھا۔ ۹۴۷ھ بہ عہد سلطان محمود پرتگیزوں نے سمندر کے راستہ سے جہازوں پر بیٹھ کر لوٹ مار شروع کر دی۔ تو صفر آقا رومی (غلام) نے جس کو خداوند خاں کا خطاب تھا۔ پرتگیزوں کی سورش روکنے کے لئے ایک آہنی قلعہ کی بنیاد رکھی۔ پرتگیزوں نے جہازوں پر بیٹھ کر توپوں کے ذریعہ بہت کچھ خلل اندازی کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے۔ قلعہ جس کی دیوار ۱۵ ہاتھ چوڑی اور بیس ہاتھ اونچی تھی۔ مضبوطی کے ساتھ تیار ہوگیا۔ اور بڑی بڑی توپ

مع دوسرے جنگی سامان کے اس پر رکھدئے گئے اور اُسی وقت سے قلعہ داری قائم کردی گئی۔

فی الحال پورٹ کمشنر دیوان اعلیٰ کے حکم سے آٹھ سو سوار کے ساتھ مقرر ہوتا ہے۔ خشکی اور تری میں اُسی کے حکم سے محصول وصول کرتے ہیں۔ صدر، قاضی، بخشی، وقائع نگار، سوانح نویس، ہرکارہ، محتسب، گھوڑوں کے خرید و فروخت کا داروغہ، ڈاک، داروغہ کچہری، داروغہ خزانہ عامرہ، امین، داروغہ عدالت و عمارت، ذخائر قلعہ کے خرید و فروخت کا افسر، ٹکسال، محکمہ نمک، صدر محرر، داروغہ لنگر، مکانات، کوتوالی، جوہری بازار کا داروغہ، منہار، شفاخانہ، باغ سہیل، غلہ منڈی، حرمین شریفین کا سالانہ نذرانہ۔ غرض ان تمام امور کے افسر، دیوان اعلیٰ (دہلی) سے مقرر ہوتے ہیں۔

پرگنے کی تفصیل

(۱) شہر مع ٹکسال اور غلہ منڈی کا محصول، ایک کروڑ پچاس لاکھ دام ہے۔ اور یہ ایک پرگنہ شمار کیا جاتا ہے۔

(۲) پرگنہ چوراسی = ۸۴ گاؤں کا لگان ۴۱ لاکھ ۶۷ ہزار پانچ سو پچاس دام ہے۔

(۳) پرگنہ رانیر = (راندیر) اس قصبہ کی مالگذاری دو لاکھ ۶۵ ہزار دام ہے۔ پہلے یہ ایک بڑا شہر تھا۔ قدیم شہروں میں شمار ہے۔[1]

(۴) پرگنہ ہرحولی یا موتبی = پندرہ لاکھ ۴۶ ہزار دام لگان ہے۔

(۵) پرگنہ بلسار = ۵۲ مواضع کی مالگذاری ۳۵ لاکھ ۷۵ ہزار دام ہے۔

(۶) پرگنہ مارپورہ = سورت سے شمال جانب تین کوس فاصلہ پر ہے۔ ۶ لاکھ ستر ہزار دام لگان ہے۔

---

[1] یہ قصبہ آج بھی موجود ہے۔ سُنی بوہروں کی آبادی زیادہ اور یہ سب تقریباً تاجر پیشہ ہیں۔ بڑی بڑی مسجدیں آباد ہیں۔ دولتمند لوگ یہاں رہتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ تقریباً ایک کروڑ کا وقف یہاں ہے اور ہر ایک وقف کے متعلق کمیٹی انتظام کرتی ہے۔ ایک مسافر خانہ بھی ہے اور متعدد سکول اور عربی مدرسے قائم ہیں۔ ایک کلب اور کتب خانہ بھی ہے۔ جس میں گجراتی کتابیں زیادہ ہیں۔ راقم الحروف سے یہاں کے لوگوں نے یہ بھی کہا۔ کہ کسی تابعی کا مزار بھی ہے۔ مگر تاریخ سے اب تک اس کی کوئی تائید نہیں ملی۔

(۷) پرگنہ بارنولی وموبلیہ = سورت سے بارہ کوس پر ہے۔ اس کا لگان پانچ لاکھ دام ہے

(۸) پرگنہ چیکلی = ۴۸ گاؤں شامل ہیں۔ ۱۳ لاکھ دام اس کا لگان ہے۔

(۹) پرگنہ کھندیوی[1] = سورت سے ۱۹ کوس پر ہے۔ ۲۸ گاؤں شامل ہے۔ ۲۴ لاکھ دام لگان ہے۔

(۱۰) پرگنہ بھولسیر یا بالوسری = ۲۲ مواضع کی مالگذاری ایک لاکھ دام ہے۔

(۱۱) پرگنہ مالور = سورت ۱۹ کوس، ۴۶ گاؤں کو شامل ہے۔ ۳ لاکھ ۹۴ ہزار آٹھ سو ۹۳ دام لگان ہے۔

(۱۲) پرگنہ گھنڈکہ = سورت سے ۲۲ کوس پر ۱۶ گاؤں کے ساتھ ہے۔ ایک لاکھ ۱۴ ہزار ۹ سو سترہ دام لگان ہے۔

(۱۳) پرگنہ سہرت = ویران ہے ۱۲ گاؤں کا لگان ایک لاکھ ساٹھ ہزار دام ہے۔

(۱۴) پرگنہ بلواڑہ = سورت سے ۲۹ کوس کے فاصلہ پر بیس گاؤں ہے۔ ایک لاکھ ۹۸ ہزار دو سو ۸۸ دام لگان مقرر ہے۔

(۱۵) پرگنہ اناول = چھ گاؤں کی مال گذاری پچاس ہزار دو سو دام ہے۔

(۱۶) پرگنہ دھموری = ۱۶ گاؤں کا لگان ۵۰ ہزار دام ہے۔

(۱۷) پرگنہ لوہاری = بارہ گاؤں کا ایک لاکھ لگان ہے۔

(۱۸) پرگنہ تنبہ = ۱۵ لاکھ ۴۴ ہزار لگان ہے۔

(۱۹) پرگنہ سرجھول = بارہ لاکھ ۲۵ ہزار دام لگان ہے۔

(۲۰) پرگنہ بکرود = ۶ لاکھ ۹۲ ہزار دام لگان ہے۔

(۲۱) پرگنہ نیوسہ یا موسہ = مع قلعہ و تھانہ متعلق پورٹ کشنر ۱۶ لاکھ چالیس ہزار دام لگان ہے۔

[1] غالباً یہ لفظ گندیوی ہے جو عہد قدیم میں مشہور بندرگاہ تھی۔ آج کل ویران ہے

(۲۲) پرگنہ مہوہ = سات لاکھ پچاس ہزار دام لگان ہے۔

(۲۳) پرگنہ بیادرہ = آٹھ لاکھ ۳۶ ہزار چھ سو ۲۵ دام لگان ہے۔

(۲۴) پرگنہ کوس یا کونی = ایک لاکھ بیس ہزار تین سو بیس دام لگان مقرر ہے۔

(۲۵) پرگنہ بارجول = ۵۳ لاکھ ۷۷ ہزار تین سو ۱۷ دام لگان ہے۔

(۲۶) پرگنہ تلاڑی = ۴ لاکھ ۹۶ ہزار دام لگان ہوتا ہے۔

(۲۷) پرگنہ کامرج = پورب جانب سورت سے ۱۱ کوس پر واقع ہے، ۱۹ لاکھ ۳۵ ہزار دام لگان ہوتا ہے۔

(۲۸) پرگنہ نوساری = چھ لاکھ تین ہزار دو سو دام اس کا لگان مقرر ہے[1]۔

(۲۹) پرتلیسر = ۴۳ لاکھ اسی ہزار، دو سو ۸۷ دام لگان ہے۔

فصل گیارھویں

اضلاع پیشکش (نذرانہ)

گجراتی بادشاہوں کے عہد میں چند زمینداروں کو اپنے ملک پر قابض چھوڑ دیا گیا تھا۔ صرف شرط یہ تھی کہ سالانہ خراج کے ساتھ ایک مقررہ تعداد کی فوج ہمیشہ رکھیں۔ اور بوقت ضرورت بادشاہوں یا صوبہ داروں کے ساتھ مل کر کام انجام دیں۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ ان زمینداروں نے شاہی امداد ترک کر دی۔ اور سالانہ خراج بھی بند کر دیا۔ مجبوراً صوبہ داروں نے یہ طریقہ نکالا کہ فوج لیکر ان پر لشکر کشی کرتے اور ایک مقررہ رقم پا بروقت جو تے ہو جائے۔ نذرانہ کے نام سے وصول کرتے۔ یہی طریقہ پھر جاری ہو گیا ان میں سے نوانگر عہد عالمگیری میں فتح کر لیا گیا۔ اور سالانہ خراج پر راجہ کے لڑکے کو واپس دیا گیا۔ نوانگر کے علاوہ پانچ بڑی بڑی ریاستیں نذرانہ دیتی تھیں۔ باقی چھوٹی چھوٹی زمینداری

[1] آج کل بڑودہ کے ماتحت ہے۔ چھوٹی کشتیاں آتی ہیں۔

مندرجہ ذیل لوگوں کی برائے نام ہی زمیندار تھے ۔

راج پیپلہ، موہان، لوناواڑہ، بار یہ، بھرائی، وار نا باؤ، جھاپہ، جھرمنڈی، یہ دراصل خرابی زمین ہے ۔ ان میں گراسیہ، راجپوت، کولی، کاٹھی، جٹ، جاریجہ، کھیران، قریشی، راٹھور، سران، مکوانہ رہتے تھے ۔ صوبہ داران سے نذرانہ وصول کرتے ۔

ضلع ڈونگر پور و بانس بلہ یہ مالوہ اور گجرات کے درمیان واقع ہے ۔ مشرق جانب احمد آباد سے ایک سو بیس کوس پر دریا ماہی کے اس طرف ہے ۔ اس جگہ کے زمیندار کو "راول" کہتے ہیں ۔ اس خاندان کے لوگوں میں جب جھگڑا اٹھا، تو دو بھائیوں میں ملک تقسیم ہوگیا ۔ رام سنگھ راول کے حصہ میں ڈونگر کا علاقہ آیا ۔ اور کسل سنگھ کے حصہ میں بانس بلہ، اس وقت سے یہ دو ریاستیں قرار پائیں ۔ ہر ایک کے قبضہ میں ایک ہزار سات سو پچاس گاؤں پہاڑوں میں ہیں ۔ رام سنگھ بموجب حکم عالمگیر ایک ہزاری کے منصب اور ایک ہزار سوار سے ممتاز کیا گیا ۔

پرگنہ ڈونگر پور = ایک کروڑ ساٹھ لاکھ دام اس کی جاگیر اور تنخواہ تھی اور مالوہ کے راستہ کی حفاظت اس سے متعلق تھی ۔ فرخ سیر کے عہد میں مہارانا اُمے پور ا سنگھ رام کو ڈونگر پور اور بانس بلہ دیدیا گیا ۔ عالمگیر کے عہد میں شجاعت خاں صوبہ دار ایک لاکھ روپیہ بانس بلہ سے نذرانہ وصول کرتا، اور ڈونگر پور کے آدمی شاہی مدد کیلئے موضع اساروہ کے پاس قدیم تالاب یا احمد آباد میں حاضر رہتے ۔

پرگنہ سونت = احمد آباد سے ۸۳ کوس پر مشرق جانب ہے ۔ اس جگہ کا زمیندار ۱۵ ہزار نذرانہ دیتا ہے ۔

پرگنہ سیروہی = احمد آباد سے نوے کوس مشرق اور شمال کے درمیان ہے ۔ اس کی سرحد ضلع مارواڑ سے ملی ہوئی ہے ۔ یعنی کوہستان میں پالن پور سے چالیس کوس دندے،

اس کے گاؤں پرگنہ ڈیسہ سے ملتے ہیں - پہاڑ پر آبو کا قلعہ ہے، اور پہاڑوں کے پاس ۲۱ گاؤں آباد ہیں - نہایت سرسبز شاداب، جاری چشمے اور درختوں سے ہرا بھرا ملک ہے۔ جب گجرات اکبر کے قبضہ میں آیا - اور راجہ ٹوڈرمل یہاں کے بندوبست مال گذاری اور پیمائش زمین کے لئے آیا تو پہاڑ خاں جالوری (پالن پور) کے ذریعہ سے راجہ ٹوڈرمل سے یہاں کا زمیندار ملا - پچاس ہزار روپیہ اور ایک سو اشرفی نذرانہ دیا - بادشاہ کی طرف سے خلعت مرصع کٹار اور ایک ہاتھی عنایت ہوا اور پرگنہ سروہی اس کی جاگیر میں اس شرط پر مقرر ہوا کہ دو ہزار سوار کے ساتھ صوبہ دار کی بوقتِ ضرورت امداد کرے - داراشکوہ کا نائب غیرت خان جو عہد شاہجہان میں صوبہ دار تھا - اس وقت سے یہ قاعدہ اُٹھ گیا۔

پرگنہ کچھ = اس کو سلیمان نگر بھی کہتے ہیں - احمد آباد سے ایک سو کوس دُور پچھم اور دکھن کے درمیان واقع ہے - اس کی سرحد سندھ سے لگتی ہے - احمد آباد سے جانے میں رن پڑتا ہے - البتہ اس رن (ریگستان) کا راستہ رادھن پور سے صرف آٹھ کوس ہے۔

سلاطین گجرات کے عہد میں دو ہزار اسّی گاؤں قبضہ میں تھا - چار ہزار سوار سے شاہی حکام کی مدد کرتا - جب اکبر بادشاہ کا عہد آیا - تو اس جگہ کا زمیندار "بھارا" نامی تھا - گجرات کا آخری بادشاہ مظفر شاہ سوم بھاگ کر اسی کے ملک میں چلا گیا تھا اور خان اعظم مرزا عزیز کوکلتاش صوبہ دار گجرات اس کی تلاش میں سرگردان تھا۔ "بھارہ" نے مظفر کو گرفتار کرا کر پرگنہ موربی اور فوجی خدمت کی معافی خان اعظم کے ذریعہ سے حاصل کر لی - پھر "بھارہ" نے آہستہ آہستہ موربی کے ساتھ گیری، ساتھلپور، کنتی کوٹ، وغیرہ گاؤں پرگنہ موروارڈ سے ملا کر قبضہ کر لیا، اور پرگنہ روج ماہ متعلقہ ٹھٹھ کو دریائے سندھ کی سرحد تک محمود بیگڑہ نے جو فتح کیا تھا - اُس کو بھی اپنے قبضہ میں لا کر اُس نے اپنی سلطنت کو وسیع کر لیا اس طرح آٹھ ہزار گاؤں مع متعدد بندرگاہوں کے اس کے ممالکِ محروسہ میں داخل ہو گئے اُس وقت اس سے بڑھ کر گجرات میں کوئی بڑا راجہ (زمیندار) نہیں ہے - داراشکوہ ٹھٹھ سے اسی ملک

سے گجرات آیا تھا۔ اور شکست کے بعد اسی راستہ سے واپس ہوا۔ جب عالمگیر کو یہ معلوم ہوا کہ داراشکوہ کے جواہرات اور دوسرے اسباب اس کے پاس ہیں تو قطب الدین خان کو جو اُس وقت نائب صوبہ دار گجرات کا تھا حکم ہوا کہ راجہ کچھ سے تمام سامان اور جواہرات واپس لے لے۔ اس لئے اس پر فوج کشی کی گئی۔ زمیندار کچھ نے تین لاکھ نذرانہ مع اُن جواہرات اور سامان کے قطب الدین خاں کے حوالے کر دیا، تو بادشاہ کی طرف سے بھی ایک زنجیر ہاتھی اور خلعت عطا ہوا۔ چونکہ دیوانی دفتر میں اس کے گاؤں وغیرہ کی تفصیل درج نہیں، اس لئے جہاں تک مجھے معلوم ہو سکا ہے۔ ان پرگنوں کا حال درج کرتا ہوں جہاں جہازات کی آمد و رفت ہوتی رہتی ہے۔ ایک دفعہ شجاعت خاں نائب معزالدولہ نے چھ لاکھ محمودی نذرانہ اس سے وصول کیا تھا۔

بھوج نگر یا بجھ یہ راج دہانی ہے۔ چاروں طرف فصیل سنگین مع برج کے ہے۔ اس کے ساتھ ایک قلعہ بھی ہے۔ جس کو تمام جنگی سامان سے آراستہ کیا ہے۔ ایک توپ خانہ بھی اس پر متعین ہے۔ فصیل کے پاس پہاڑی پر جدید قلعے بھی تعمیر کرائے ہیں۔ جن کے نام بھوج بھونگ۔ شمشیر بیا شاہی اور ماتا شاہی ہیں۔ اور بہت اچھے بنے ہیں۔

پرگنہ انجھار = سمندر کے کنارے دو پرگنے مع قلعہ کے موجود ہیں۔

پرگنہ جوہاری اور پرگنہ دھمرکہ = یہ دو پرگنے علیحدہ علیحدہ ہیں۔

پرگنہ ماندوی = سمندر کے کنارے بجھ سے جنوب کی طرف مع بندرگاہ کے دو تحصیلیں ہیں۔ ایک سنگین قلعہ بھی اس میں ہے۔

پرگنہ سرما = سمندر کے کنارے مع بندرگاہ کے دو تحصیلیں ہیں۔

پرگنہ سرباله = و پرگنہ بارڑہ ایک ایک تحصیل ہے۔

پرگنہ بجھانی = بجھ سے پچاس کوس، ایک تحصیل۔ پرگنہ کوادرہ اور بجھ سے چالیس کوس

ایک تحصیل، پرگنہ یانذری ایک تحصیل، پرگنہ بربری ایک تحصیل، پرگنہ کوتھارہ ایک تحصیل مع قلعہ کے ہے۔ پرگنہ نرائن سر ایک تحصیل، پرگنہ تیسا ایک تحصیل، مع ایک قلعہ کے، دوارکا جگت سے چالیس کوس پر ہے۔ پرگنہ کٹاریہ ایک تحصیل۔ پرگنہ کنی کوٹ ایک تحصیل۔ بندرگاہ جنگالو ایک تحصیل۔ بندرہ دوتا، قلعہ دبیندی تحصیل، بندرگاہ مندرا ایک تحصیل پرگنہ رمیدہ ایک تحصیل۔ پرگنہ کھرا ایک تحصیل۔ پرگنہ سانگری اور سانکموٹ دو تحصیل۔ پرگنہ ساسری ایک تحصیل۔ ارما، بندرگاہ ایک تحصیل، بندر گودھرہ ایک تحصیل، بندر "جکی" ایک تحصیل، بندر لگرالہ ایک تحصیل۔ درمیان کچھ اور ٹھٹھ (سندھ) کے بندر "اوریکا" ایک تحصیل واقع ہے۔

ضلع رام نگر احمد آباد سے دکھن جانب سورت سے متصل یہ واقع ہے۔ جب راجہ ٹوڈرمل بندوبست لگان کے لئے اس طرف گیا۔ تو بھروچ میں ناہر خاں گجراتی، کے توسط سے اس کے راجہ نے ملاقات کی۔ بارہ ہزار روپیہ اور چار گھوڑے اور دو تلواریں نذر دیں۔ بادشاہ کی طرف سے بھی ایک گھوڑا خلعت کے ساتھ مرحمت ہوکر۔ منصب ہزار پر سرفراز کیا گیا۔ اُس کی زمینداری جاگیر میں دی گئی اور ایک ہزار سوار صوبہ دار کے ساتھ بوقتِ ضرورت دینے کے لئے شرط کی گئی۔ اس کا سالانہ نذرانہ سورت کا شاہ بندر وصول کرتا ہے۔

دی سائی کی پیشکش (نذرانہ)

جب گجرات مغلیہ سلطنت میں داخل ہوا۔ اور راجہ ٹوڈرمل بندوبست لگان کیلئے آیا۔ تو اُس نے تمام ڈیسائی مقرر کیا، اور ۲½ روپیہ فی صدی ان کا دستور ڈیسائی گری مقرر کر دیئے[۵۱]۔ جو رعایا سے وصول کرتے۔ مگر خان اعظم مرزا عزیز نے اپنے عہد

[۵۱] اس عہد کا ۱ روپیہ آٹھ آنے کا موجودہ زمانہ کا ہوا۔

میں نصف ضبط کر کے خزانہ عامرہ میں داخل کر لیا۔ اور نصف دس آنے ڈیسائیوں کیلئے برقرار رکھا۔ اس کی تحصیل کا تعلق دیوان صوبہ سے رکھا۔

گجراتی بادشاہوں نے جب فتح گجرات کیا۔ تو راجپوتوں اور کومیوں نے جو باپ دادوں سے یہاں کی زمینوں پر قابض تھے، بڑی شورش برپا کی۔ اس لئے مصلحت وقت دیکھ کر یہ فیصلہ کیا۔ کہ زمین کا چوتھا حصہ انہیں کے پاس رہنے دیا جائے۔ اور اس کے معاوضہ میں وہ امن کے ذمہ وار ہوں۔ اصطلاح میں ایسی زمین کو "بانٹہ" کہتے ہیں۔ اور باقی تین حصہ والی زمین کو "تلپد" بولتے ہیں۔ رعایا سے اُن کی حالت اور پیداوار کے مطابق لگان وصول کیا جاتا تھا۔ البتہ بڑے بڑے علاقے جیسے پوری تحصیل یا ضلع اگر قبضہ میں کسی کے ہے تو پیشکش اور فوجی امداد کی شرط اُن سے کر لی گئی۔ جن کا بیان اُوپر گذر چکا۔ (صاحب مرأۃ احمدی نے چھوٹے چھوٹے زمینداروں کے محصولات کا بھی حال بڑے طوالت سے لکھا ہے۔ جو غیر ضروری اور غیر دلچسپ ہے اس لئے میں نے اُن کو قلم انداز کر دیا ہے۔)

باب نواں

فصل اوّل

بندرگاہیں اور ساحل سمندر

صوبہ گجرات میں ۱۷ بندرگاہیں اور ۵۴ بارہ ہیں۔ بارہ ان کچی بندرگاہوں کو کہتے ہیں[1]۔ جہاں بڑے بڑے جہازات نہ آسکیں۔ گجرات کی بندرگاہیں سب مغرب کی طرف ہیں۔ ان میں سے بعض جنوبی مغرب اور بعض شمالی مغرب، پہلے جنوبی مغرب کے بندرگاہوں کو تحریر

[1] ہندوستان میں انکو "گھاٹ" کہتے ہیں۔ اُنکی تعداد گجرات میں مصنف ۵۴ لکھی ہے مگر نام ۵۰ بارہ کے دیئے ہیں اسیطرح ۱۶ بندرگاہوں کے نام گنائے ہیں۔

کیا جاتا ہے۔

بندر کھنبائت = (۱) بارۂ پرکام پا ندر، بندر گندھار، مقبول آباد کے پرگنے میں بارہ نکار(۲) بی، بارہ کمار(۳) ی، بماتحتی شاہ بندر کھنبائت۔

بندر سورت = بارہ(۴) موضع لوہار، بندر بھروچ، سوہالی، بارہ انجو(۵) جالالی، بارۂ(۶) مار حول، بارۂ(۷) بلسارہ، بارہ نوسا(۸) ری، بارۂ(۹) ہلونی، بارہ گھندیوی(۱۰) (گندیوی)، بارۂ(۱۱) چیکلی، بارۂ(۱۲) سربھون بارہ باڈہ(۱۳) سرا، یہ سب سورت کے شاہ بندر (پورٹ کمشنر) کے ماتحت ہیں۔ بمبئی کے بندر پر انگریزوں کا قبضہ ہے۔ اور کیئین (بسی) پر بالاجی راؤ مرہٹہ کا۔ بندر دمن کلاں باؤ دمن خرد پر پرتگیز قابض ہیں۔

شمال مغرب کے بندر گاہ

بارہ شاہ پور(۱) اور بارۂ(۲) تھکریہ ضلع ویرم گام۔ بارہ بھر(۳) یاد، بارۂ(۴) مانجی وارہ، بھان گدھ، بارۂ(۵) ڈھولیرہ ضلع دھن دھوکا، بارۂ(۶) پرتیج پہلے آباد تھا اب بھاؤ سنگھ زمیندار سیہور نے بھاو نگر اس کی جگہ آباد کیا ہے۔ بارۂ(۷) گھوگھو، یہ سب گھوگھو بندر سے متعلق ہیں اور خود گھوگھو، بندر کھنبائت کے ماتحت ہے۔ بارۂ(۸) بندر کوٹ کولیوں کے قبضہ میں ہے۔ اسی طرح بارۂ(۹) سلطان پور جو پرگنہ تلاجہ میں ہے، اس پر بھی کولیوں کا قبضہ ہے۔ بارہ جھانج(۹) سو، جھانجمیر، کوترہ، والنگ، کھڈولہ، بارہ قطب(۱۱) پور کولیوں اور اچپوتوں کے ہاتھ میں ہے۔ بارہ(۱۲) ہاتھو، بارہ کھرندر، ناکسری، بارۂ(۱۳) مظفر آباد جہاں سلطان مظفر گجراتی نے ایک قلعہ تعمیر کیا تھا۔ بارہ کوری نار موضع سلن میں ہیں اور بارۂ(۱۴) موضع جرہار بندر کوری نار کے متعلق ہے۔ بارۂ(۱۵) احمد پور، بندر کھوکلا، جس کے مقابل جزیرہ دیو واقع ہے۔ بارۂ(۱۶) راج پور، بارۂ(۱۷) قریہ کوٹ، متعلق اونہ، بندر ناکیسری، بندر ملک پور، سوتر(۲۰) بارہ بندر بلاول پٹن اور بندر ہیرا، جو حال میں پٹن دیو کے باشندوں نے بنایا ہے۔ یہ سب بلاول پٹن کے ماتحت ہیں۔ بارہ چور(۲۱) واڑ، بارہ ماد(۲۲) ھو پور اور پیلی بندر منگلور سے متعلق ہیں۔ بارہ(۲۳) لوزی، بارۂ(۲۴) چھانیا، بارۂ(۲۵) بھورا، بارہ بھار(۲۶) واڑہ، بارۂ(۲۷) تاج پور

پور بندر کے ماتحت ہے[1]

بارہ[28] دوبارہ ڈ، باری، بارہ[29] بھاودہ، دوارکا، بارہ[30] مدروالہ، بارہ[31] ارامیدہ جزیرہ سنکھود ھار بارہ[32] لوسی سر، دوارکا سے تین کوس پر۔ بارہ[33] آج پور، بارہ[34] پارہ، بارہ گوہیج، بارہ[36] ہاردہ، بارہ[37] مندارده یہ سب بندر دوارکا سے وابستہ ہیں۔

بارہ[38] راول، نوانگر سے بائیں جانب، بندر میانی۔ بارہ[39] آج پور، بندر سلانیہ، پرگنہ کھنبالو میں، بارہ[40] تاکید، بندی بندر (عرف عالمگیر پور) نوانگر سے شمال جانب، بندر جہانگیر بندر بھدانہ، بارہ[41] ناکند (ناک متی ندی) بارہ[42] والی بار جہاں سے مروارید نکلتا ہے۔ بارہ[43] جودسہ، یہ سب نوانگر کے متعلق ہیں۔ بندر انجا، بندر مانڈوی، بندر موانده، بندر کوبھاریہ دوما بندر، بارہ[44] نرائن سر، بندر اورنکا ضلع کچھ کے متعلق ہے۔ بندر کراچی اور کلی کوٹ صوبہ ٹھٹھ (سندھ) کے ماتحت ہیں۔

فصل دوسری

جزائر گجرات

گجرات سے متصل متعدد جزیرے ہیں۔ ان میں سے ایک جزیرہ پیرم ہے جس کو (۱) پیرم بسرم بھی کہتے ہیں۔ ایک کوس طویل ہوگا۔ بندر گوگھا اور اس کے درمیان سمندر ہے۔ تھوڑی دور پر نظر آتا ہے۔ ملک التجار ملا محمد علی نے ایک قلعہ، برج اور کچی بندرگاہ تیار کی۔ کچھ آدمی بھی آباد کرنے کے لئے بھیجے، مگر سانپوں کی کثرت سے ٹھیر نہ سکے۔ آج کل گھوگھہ کے لوگ کشتیوں پر سوار ہو کر جانوروں کو چرانے کے لئے جاتے ہیں۔ کاشت بھی کرتے ہیں۔ وہاں کا پانی میٹھا ہے[2]۔

---

[1] پور بندر آج کل ایک ہندو راجہ کے ماتحت ایک ریاست ہے بڑے بڑے جہاز وہاں ٹھیرتے ہیں۔ آج کل یہ مشہور جگہ ہے۔ [2] برٹش گورنمنٹ کی طرف سے آج کل لائٹ ہوس (منارہ روشنی) بنایا گیا ہے جو جہازوں کے لئے راہ نما کا کام دیتا ہے۔

(۲) سلطان پور پرگنہ تلاجہ میں واقع ہے۔ اور گھوگھو سے نزدیک ہے۔ سمندر کے جوار کے وقت جزیرہ ہو جاتا ہے۔ یہاں کا پانی میٹھا ہے۔ کولی جو بحری قزاقی کرتے ہیں۔ یہاں آباد ہیں۔

(۳) جزیرۂ دیو پرگنہ اونہ کے متعلق ہے۔ پانی میٹھا ہے۔ تین کوس کی وسعت ہے۔ پھل دار اور دوسرے قسم کے درخت بکثرت ہیں۔ سلطان محمود بیگڑہ کے غلام ملک ایاز نے آدھ کوس خشکی کو کھود کر پانی سے ملا دیا۔ اور تب جزیرہ بن گیا اور پھر یہاں ایک بندرگاہ تعمیر کی۔ تاکہ آس پاس کے بندرگاہوں کی اس کے ذریعہ حفاظت کرے اور بحری ڈاکوؤں کو سرزنش کرتا رہے اور ایک برج درمیان سے بنا کر اس کا نام "سانکل کوٹ" رکھا اور وہاں سے ایک زنجیر لبے کی کنارے تک باندھی تاکہ پرتگیزوں کا جہاز عبور کرنے کا راستہ نہ پائے، اس وقت تک یہ برج موجود ہے۔ اس جزیرہ میں اس نے باغ بھی لگائے۔ اور جزیرہ کے اس دریا پہ جو دو شاخہ ہے ایک سنگین پل تیار کرایا جو اب ٹوٹ گیا ہے[1]۔

سلطان بہادر گجراتی کو پرتگیزوں نے دغا سے شہید کر ڈالا[2] اور اس جزیرہ پر قابض ہو گئے اور اس وقت تک انہیں کے قبضہ میں ہے۔ ملک ایاز کے قلعہ کو توڑ کر ایک دوسرا قلعہ جدید طریقہ کا طریقہ تیار کیا ہے۔

(۴) جزیرۂ سنکھودھارہ پرگنہ دوارکا میں واقع ہے۔ عالمگیر کے عہد میں فتح کر کے اس کا نام مصطفےٰ نگر رکھا تھا۔ ۱۲ کوس اس کی وسعت ہے پانی بھی میٹھا ہے۔ درخت بھی ہر قسم کے بکثرت ہیں۔ زراعت بھی ہوتی ہے۔ ہندوؤں کی مشہور تیرتھ گاہ ہے۔ مرزا حاجی کرمانی کی قبر اسی جگہ ہے۔ تین کوس پانی بذریعہ کشتی سے

---

[1] آج کل یہ جزیرہ پرتگیزوں کے قبضہ میں ہے اور مقبوضات ہند کا پایہ تخت ہے۔ پرتگیزوں کا گورنر اسی جگہ رہتا ہے۔ کچھ دیسی لوگ عیسائی بہ جبر کر لئے گئے ہیں۔ ہندو مسلمان بھی آباد ہیں۔
[2] یہ صحیح نہیں ہے۔ پرتگیزوں نے اس کو مارا نہیں۔ بلکہ پھسل کر سمندر میں گر گیا اور پھر اس کی لاش نہ ملی

کرکے یہاں پہنچے ہیں۔ اور اس نام رکھنے کی وجہ لوگ یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ جزیرہ کی شکل بالکل سنکھ جیسی ہے۔ برہمنوں کا ایک گروہ بھی روایت کرتا ہے۔ پہلے زمانہ میں یہاں ایک دیو سنگھیسر نامی رہتا تھا۔ عالمگیر کے عہد میں جب یہاں کے لوگوں نے لوٹ مار شروع کی۔ تو سردار خاں جونا گڈھ کے فوجدار کو دوبارہ فوج کشی کرنی پڑی۔ اور بڑی سخت جنگ کے بعد کامیاب ہوا۔

(۵) جزیرہ سنکھو تیرہ بیٹھ — پرگنہ مہوہ میں واقع ہے۔ پانی میٹھا ہے۔ سردار خاں فوجدار کے عہد میں دو ہزار آدمی یہاں مقرر تھے۔ تاکہ جہازوں کی آمد و رفت میں آسانی اور اطمینان کے ساتھ ہو۔ آج کل کولیوں کے قبضہ میں ہے۔

(۶) جزیرہ سیال بیٹھ — یہ بھی مہوہ پرگنہ میں ہے اور پانی اُس کا میٹھا ہے۔

(۷) جزیرہ دنڈا راجپوری — ساحل کے راستہ پر ہے۔ دکھن جانب سورت بندر کے پاس ہے۔ یاقوت خاں حبشی کے ماتحت ہے۔ اس کے اخراجات کا تعلق سورت بندر سے رہے۔

فصل تیسری

صوبہ گجرات کے دریا

اس ملک میں بے شمار ندی نالے ہیں۔ جو پہاڑوں سے نکلتے ہیں۔ خصوصاً کاٹھیاواڑ (سورٹھ) میں ہر طرف رواں دواں نظر آتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو گرمیوں میں خشک ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے جو مشہور ہیں ان کو تحریر کرتا ہوں۔

(۱) سرستی ندی (سرسوتی) — ہندوؤں کے مقدس دریاؤں میں سے ہے۔ جس کو گنگا سے کسی طرح کم نہیں سمجھتے۔ کہتے ہیں کہ آگ سے جوش مار کر نکلتی ہے۔ مختلف مقامات میں جاری ہو کر زمین میں غائب ہو گئی ہے۔ ایک جگہ برابر ...

جڑ سے ظاہر ہوئی ہے۔ اس کا منبع کوہ آبو ہے۔ سدھ پور کے پاس سے گذر کر پٹن کو سیراب کرتے ہوئے زمین میں غائب ہوگئی ہے اور پرگنہ کوری نار (سورٹھ) میں جا کر نکلی ہے۔ وہاں سے مختلف شاخ میں تقسیم ہوگئی ہے۔ جس کا الگ الگ نام لوگوں نے رکھا ہے۔

(۲) نربدا ندی — اس کو "ریوا" بھی کہتے ہیں۔ اس ملک کی بہترین ندیوں میں سے ہے۔ اس کا منبع ملک چھارکنڈ کا کوہستان ہے، بانس کے جنگل سے نکل کر مالوہ ہوتے ہوئے اس صوبہ میں آتی ہے اور بھروچ سے گذر کر سمندر میں جا ملتی ہے یہ دریا کبھی پایاب نہیں ہوتا۔ بغیر کشتی اس کے اس پار نہیں جا سکتے۔ مگر دو ایک جگہ گرمی میں سینہ اور گردن تک پانی رہتا ہے۔ خصوصاً "بابا پیارہ" کے مقام پر اُس کا پانی بڑا میٹھا، ہلکا، ٹھنڈا اور صاف ہوتا ہے۔ مشہور تیرتھ کا مقام ہے۔ ناظم صوبہ ہمیشہ ایک فوج حفاظت کے لئے رکھتا ہے۔

(۳) تاپی ندی — اس کو "پتی" بھی کہتے ہیں۔ دکھن کے پہاڑوں سے نکلی ہے۔ برہان پور سے ہو کر سورت سے سمندر میں جا ملی ہے۔

(۴) کھیم ندی = تاپی اور نربدا کے درمیانی پہاڑوں سے نکل کر بندر ورت کے پاس سے ادلہار سمندر میں جا ملی ہے۔ گرمیوں میں اکثر خشک رہتی ہے۔

(۵) جانموا اور دھاور = اطراف ڈبھوئی کے کوہستان سے بڑودہ کے اُوپر جاری ہے

(۶) جیرا بس (۷) کھنڈ = پاوہ گڑھ سے نکل کر ان سے مل جاتی ہے اور تینوں جوسہ اور مقبول آباد سے گذر کر سمندر میں مل جاتی ہیں۔ گرمیوں میں جانموا تو خشک ہو جاتی ہے اور باقی میں بہت کم پانی رہتا ہے۔

(۸) اودر = مانڈو جھابوہ کے کوہستان سے نکل کر، کرنالی جانود جو تیرتھ کا مقام ہے کے پاس نربدا سے مل جاتی ہے۔

(ان کے علاوہ اور بھی چھوٹی چھوٹی ندیاں دھن کے پہاڑوں سے نکل کر سورت کے پاس سمندر میں ملتی ہیں۔ غیر معروف اور غیر معرف اور غیر ضروری جان کر قلم زد کر دیا۔)

(۹) ہمندری ندی | اس کو "مہی" اور "ماہی" بھی کہتے ہیں۔ پتلاد کے اطراف میں ہمندر پہاڑ سے نکل کر بندر کھنبائت کے نیچے سمندر میں مل جاتی ہے۔

(۱۰) سابر ندی = اجمیر کے پہاڑوں سے مشرق اور شمال کے درمیان نکل کر ایک تالاب سے جاری ہوتی ہے، موضع سکنہ پور پرگنہ بیجاپور کے پاس ہاتھ متی سے مل کر احمد آباد کے نیچے مغرب جانب گذر جاتی ہے۔ اور پھر کھنبائت کے پاس سمندر سے مل جاتی ہے۔

(۱۱) واترک = ایڈر کے پہاڑوں سے نکل کر محمود آباد اور کھیڑہ ہوتے ہوئے موضع بیوٹھ کے پاس سابرمتی سے مل جاتی ہے۔

(۱۲) میسوہ ندی = مال پور اور تکوری سے نکل کر قصبہ ہرسول کے نیچے ہوتے ہوئے موضع پرگنہ ارہرمانتہ کے پاس واترک ندی سے مل جاتی ہے۔

(۱۳) سیری = ہامود ضلع بیرپور کی پہاڑی سے نکل کر موضع کھیڑہ میں واترک سے ملجاتی ہے۔

(۱۴) ماجھم ندی = مشرق اور شمال کے درمیانی پہاڑوں سے نکل کر موڑاسہ کے قریب سے قلعہ مسمور آباد میں واترک سے مل جاتی ہے۔

(۱۵) چہ مہور و (۱۶) حیربرانسی | یہ دونوں کپروبخ میں ملتے ہیں اور پرگنہ موندہ میں شیری کے شامل ہو جاتی ہیں اور یہ تینوں کھیڑہ سے گذرنے کے بعد واترک کہلاتی ہیں اور سابرمتی میں ملنے سے سابرمتی کہتے ہیں۔

(۱۷) شتر نجہ = سورٹھ کے پہاڑوں سے نکل کر پالیتانہ کے نیچے پرگنہ تلاجہ سے گذر کر سمندر میں مل جاتی ہیں۔

(۱۸) ہرناندی = سومناتھ کے پاس جاری ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ سرستی ندی پانچ شاخوں میں سے ایک ہے۔

(۱۹) مچھونا ندی = ضلع سورٹھ کے پہاڑوں سے نکل کر قصبہ جیت پور کے نیچے مشرق کے جانب بہ کر قصبہ دھندھوکا سے سمندر میں جاتی ہے۔

(۲۰) بھادر ندی = سورٹھ کے مغربی پہاڑوں سے نکل کر قصبہ جیت پور کے نیچے مشرق کے جانب بہ کر قصبہ دھندھوکا سے سمندر میں مل جاتی ہے۔

(۲۱) ناگ متی (۲۲) رنگ متی | لوانگر اور کچھ کے پہاڑوں سے نکل کر ایک فاصلہ سے دونوں لوانگر کے پاس سے سمندر میں مل جاتی ہیں۔ دستار اور کھاروہ (کپڑا) رنگین اس جگہ ہوتا ہے۔ لوانگر جلاہے اور رنگریز اسی رنگ متی میں دھوتے ہیں۔ بہت ہی رنگین اور بہتر ہو جاتے ہیں اور پانی کی خاصیت سے آفتاب اور پسینہ کے باعث ان رنگوں میں تغیر نہیں ہوتا ہے۔

(۲۳) سون ریکھا = جو ناگڑھ اور پہاڑ کے درمیان بہتی ہے۔ سوائے برسات کے ہر موسم میں خشک رہتی ہے۔ اُس کی ریت سے کپڑے دھوتے ہیں۔ لیکن کچھ زیادہ نفع اس سے نہیں ہوتا۔

(۲۴) بناس ندی = سیروہی کے پہاڑ سے نکل کر دانتی واڑہ کے نیچے پالن پور سے اس طرف مغرب کی جانب "کچھ" کی طرف سمندر میں چلی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ سورٹھ میں بہت سے نالے ہیں۔ جن کا شمار مشکل ہے۔ ان میں سے بعض فقط برسات میں جاری رہتے ہیں۔ بعض کے پانی غاروں میں جمع رہتے ہیں۔

(۲۵) چہ لونی = گودھرہ میں برسات کے موسم پر جاری رہتی ہے۔ باقی دنوں میں خشک۔ موضع لوپالن میں مٹی کے چند غار بنا رکھے ہیں کہ سرد اور گرم پانی سے پُر رہتے ہیں سردی میں بھی کبھی پانی رہ جاتا ہے۔ یہ ہندوؤں کے تیرتھ کا مقام ہے۔

کھاری = صرف برسات میں جاری رہتی ہے۔ کبھی کبھی سردی تک بھی پانی رہ جاتا ہے۔ چار کوس تک جاری رہتی ہے۔

فصل چوتھی

گجراتی ضلعوں کے قدیم نام

قدیم زمانہ سے گجرات کے ضلعوں کو ایک ایک نام سے یاد کرتے ہیں اور اُن کے نام رکھنے کے متعلق عجیب و غریب قصّے بیان کرتے ہیں۔ اور جو کچھ معلوم ہو سکا۔ ان کو تحریر کیا جاتا ہے:۔

ڈانڈائی = پرگنہ کڑی،

کھیڑواڑ = پرگنہ بھیل،

بیراٹھ نگری = دھولکا،

تانبانگری = کھنبایت،

جھالاواڑ = بیرم گام، کہتے ہیں کہ ایک ہزار آٹھ سو گاؤں اس میں شامل تھے۔ اور عجیب و غریب قصّے اس کے متعلق بیان کرتے ہیں

پاردیس = پرگنہ موجھپور

پٹن کا کرنج = پٹن اور پالن پور کا کچھ حصّہ۔

داکھنڈ = رادھن پور،

دھاندار = پالن پور،

ڈیسہ، دانتی واڑہ

ہری چند راجہ نگری = ہرسورہ احمد نگر کا کچھ حصّہ،

اداٹھم = موڑاسہ وایڈر،

مال واڑہ = کپڑ ونج، بالاسنور،

پارکھر دیس = رن کے اس طرف

سوراشٹر = سورٹھ، نوانگر، اور کچھ، یہی لفظ کثرت استعمال سے سورٹھ ہو گیا۔[1]

کچھ = بھوج نگر (کچھ)

ہالار = نوانگر،

کاٹھیاواڑ، گول واڑ، بابریاواڑ، چوڑواڑ، پنچال، یہ سب سورٹھ میں داخل ہیں۔

کھاکھر = دوارکا،

پربھاس کھتر = سومناتھ پٹن۔

ساکرٹ = چند کوس زمین خودرو جنگل مسکن کولی،

نل کنٹھ = دھولکا اور دھندھوکا کی درمیانی زمین

چروتر = نریاد ھونڈہ ماپلاڈ کے اطراف اور کچھ حصّہ تھامنہ کے گاؤں کا

ماہی اندرولیں = دریائے ماہی کے اُس طرف کے چند ضلعے۔

پرکھیر = بڑودھ،

کانم = جموسر، مقبول آباد،

کھوکھر = بھروچ،

پال واڑہ = راج پیپلا آئی موطن گودھرہ۔ پالواڑہ کی آب و ہوا بہت خراب ہے۔ جیسا کہ گجرات میں عام طور پر مشہور ہے۔

---

[1] آج کل اُس کو کاٹھیاواڑ کہتے ہیں۔

فصل پانچویں

گجرات کے پہاڑ

اس صوبہ کی سرحد پر چھوٹے بڑے پہاڑوں کا ایک سلسلہ دُور تک چلا گیا۔ مشرقی جانب پادہ، لوناواڑا، سونت، پالنپور، ڈونگرپور ہے، جس کا سلسلہ ادے پور سے ملا ہے۔ اور مشرق شمال کے درمیان ایڈر، دانتہ، سبھر، پالن پور، دانتی واڑہ ہے جو آبو کے سلسلہ سے اجمیر تک جاتا ہے۔ شمال مغرب میں کوہستان کچھ سمندر تک ہے۔ اور مغرب میں نہ صرف سورٹھ بلکہ کل زمین (موجودہ کاٹھیاواڑ) سمندر تک پہاڑی ہے۔ جانب جنوب سورت کا پہاڑ نندرباد، اور بکلانہ تک چلا گیا ہے اور جنوب مشرق کے درمیان راج پیپلہ اور نادوت کے پہاڑ ہیں۔ جو موہان اور جھابوہ تک چلے گئے ہیں۔ بڑے بڑے اُونچے پہاڑ جن کی پرستش ہندو کرتے ہیں۔ وہ چار ہیں، جن کے متعلق عجیب و غریب قصے بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) اربدا چل ضلع سیروہی میں بلند، طویل اور عریض ایک پہاڑ ہے۔ جہاں بے شمار شیریں چشمے اور تالاب موجود ہیں۔ آموں کے درخت اور پھولوں کے درخت بیشمار ہیں۔ بارہ گاؤں اس پر آباد ہیں۔ اور ایک مضبوط قلعہ بھی تیار کیا گیا ہے۔ جس کو آبو کھنڈ کہتے ہیں۔ اور مشہور ہے کہ سرستی ندی کا سوت اسی پہاڑ پر ایک آم کے درخت کے نیچے ہے۔ پھولوں کی اس قدر کثرت ہے کہ جانور ان کو چرتے رہتے ہیں۔ اسی باعث ان کا روغن خوشبودار ہوتا ہے، ہیشریوں اور شراوکوں کے متعدد مندر ہیں۔

(۲) وندھیاچل یا بندھیاچل ضلع نادوت میں ہے، "راج پیپلہ کے پہاڑ" کے نام مشہور ہے قلعہ اور مکان راجہ کا اسی جگہ ہے۔ یہ پہاڑ آلی موہان وغیرہ سے گذرتا ہوا بنگالہ تک چلا گیا ہے۔ بعض سیاح سنیاسی کہتے ہیں کہ وہ آلی موہاں میں جنگلی ہاتھی بہت تھے، چنانچہ جہانگیر کے عہد میں بہت گرفتار کر لئے گئے۔ عالمگیر کے عہد میں بعض زمینداروں نے موقع پاکر درہ کو

بند کر ڈالا۔ اور اس سبب سے ان کی آمد و رفت بند ہو گئی۔ تالاب اور شیریں چشمے ہر جگہ جاری ہیں اور ہر قسم کے درخت بے شمار ہیں۔ تھادیو کا مندر بھی اس جگہ مشہور ہے۔

(۳) پاواکا پہاڑ ضلع چانپانیر میں تین کوس بلند یہ پہاڑ ہے۔ متعدد تالاب اور چشمے ہیں۔ پس کھڈ ندی اس جگہ سے نکلتی ہے۔ ہر قسم کے درخت یہاں ہیں۔ خصوصاً چند ہڑ کے درخت مشہور ہیں۔ ایک مضبوط قلعہ مع محلات قدیم زمانہ سے راجوں کے تعمیر کیے ہوئے ہیں۔ جس کے بارہ دروازے ہیں۔ اُس کا راستہ بڑا خطرناک ہے۔ آٹھویں دروازے کے پاس تقریباً ساٹھ گز غار ہے، جس پر ایک تختہ بطور پل کے رکھ چھوڑا ہے۔ اسی پر سے اس بلند قلعہ پر جاتے ہیں۔ لڑائی کے وقت اس کو اُٹھا لیتے ہیں۔ اُس کو پاٹیا پول کہتے ہیں۔ پہاڑ کی چوٹی پر بھوانی کا مندر ہے اور اُس کے اُوپر سدن شاہ نامی ایک ولی کا مقبرہ ہے۔

(۴) گرنار ضلع سورٹھ میں جوناگڑھ کے پاس سات کوس بلند یہ پہاڑ ہے۔ عرصہ قدیم سے یہاں کے راجہ راؤ کھنگار نے وسط پہاڑ میں پانچ کوس بلندی پر ایک قلعہ بنایا ہے۔ اور عرصہ دراز تک ان راجوں کے رہنے کی جگہ یہاں رہی ہے۔ جس کی دیوار اور برج پر بے شمار روپے خرچ کیے گئے تھے۔ اس کے آثار اس وقت تک موجود ہیں۔ وسط سے اس کی انتہائی چوٹی پر جانا بے حد مشکل اور دشوار ہے، اس کا دورہ ۲۵ کوس ہے۔ اس میں بے شمار آم، پھول اور مختلف قسم کے درخت بکثرت ہیں، تالاب، باولی، چشمے، کنڈ وغیرہ متعدد ہیں۔ کہتے ہیں کہ گولر پاؤ سیر کا ہوتا ہے، یہاں مختلف قسم کے جانور رہتے ہیں۔ درندے، چرندے پرندے بکثرت ہیں۔ ہرن، نیل گاؤ، بارہ سنگھا خوب ہیں۔ حشرات الارض کی بھی کمی نہیں۔ اور کھوہ بھی بے انتہا ہیں۔ جن میں اکثر سنیاسی لوگ عبادت میں مشغول نظر آتے ہیں۔ اور مختلف قسم کی جڑی بوٹیوں کو بطور غذا استعمال کرتے ہیں۔ لیکن کوئی آبادی سے جا کر ان کو سوال غذا ہدیہ کرے تو بھی وہ کھا لیتے ہیں۔ میشری اور شراوکوں کے نزدیک یہ پہاڑ بڑا متبرک ہے۔

دور و نزدیک سے خصوصاً ماہ چیتروس کے دن کہ جس کو شیوراتری کہتے ہیں۔ ہزاروں آدمی وہاں جمع ہوتے ہیں۔

(۵) کوہ جمیل یہ گرنار سے ملا ہوا ہے۔ بلکہ اس کی ایک شاخ ہے۔ مسلمان جمیل شاہ ولی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جہاں وہ تنہائی میں عبادت کرتے تھے۔ ہندو اس کو مہادیو کے نام پکارتے ہیں۔ اور اس لئے دونوں وہاں زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ سونریکھا ندی گرنار اور جمیل کے بیچ سے نکلتی ہے۔

(۶) کوہ اوسم سورٹھ میں جوناگڈھ سے دس کوس پر ہے۔ ایک قلعہ اور تالاب ہے اور بعض زمینداروں کے مکانات بھی ہیں۔

(۷) گوپھا سورت میں دوارکا کے نزدیک ہے۔ کہتے ہیں کہ کرشن مہاراج کے گھوڑوں کا یہ طویلہ تھا۔ اور کرشن مہاراج کی وفات کے بعد اُن کی گوپیوں کو جب ارجن متھرا لے جا رہا تھا۔ تو کولیوں نے اسی جگہ ان کو لوٹ لیا تھا۔

(۸) برڑہ سورٹھ میں بڑا طویل پہاڑ ہے۔ اور بیچ دنیچ اس کا راستہ ہے۔

(۹) سدھاچل یا شترنجہ پالیتانہ میں شترنجہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ تین کوس بلند ہے۔ اور اُس کا دور دس کوس ہے ہے چشمہ اور باولی بھی ہے۔ پانی میٹھا ہوتا ہے اور بلندی پر سراوگون کا مندر ہے۔

ایڈر قصبہ ایڈر میں تین کوس بلندی پر واقع ہے۔ کنواں، باولی اور چشمے جاری ہیں جن کا پانی میٹھا ہوتا ہے۔ آم اور پھول پھل کے درخت بکثرت ہیں اس کا سلسلہ ادے پور اور سروہی تک گیا ہے۔ وسط پہاڑ میں ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر ایک قلعہ ہے جس کے سات دروازے ہیں اس کے علاوہ جدید و قدیم مکانات بھی تعمیر کئے گئے ہیں۔

باب دسواں

گجرات کی نادر چیزیں

گجرات ایک لمبا چوڑا ملک ہے۔ جس میں بے شمار عجیب و غریب چیزیں موجود ہیں

ان میں سے بعض چیزوں کا بیان پہلے ہو چکا اور بعض دوسری چیزیں جو وقت تحریر معلوم ہو سکیں ہیں۔ درج کرتا ہوں۔

پون چکی کہتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں شاہ بھیکن کے مزار سے زیادہ بلند ایک ہوا چکی تھی جس کے پردے ہوا کے چلنے سے گردش میں آجاتے تھے۔ ابھی بھی اُس کے نیچے کے پتھر احمد آباد میں موجود ہیں۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کس زمانہ میں یہ چکی تھی۔

کنواں احمد آباد میں کانکریہ تالاب پر ایک کنواں تھا۔ جس کے پانی روئی کے کپڑے اور کمخواب اور الاکچہ دھونے سے اس کے آب و رنگ میں خوشنمائی بڑھ جانے سے قیمتی ہو جاتا۔

تالاب کھنٹھوریہ نین پور کے پاس یہ تالاب ہے۔ سالو قسم کی چیزیں دھونے سے اُس کی رنگینی بڑھ جاتی ہے۔ گرمی میں تالاب خشک ہو جاتا ہے۔ تو اُس کے قریب ایک کنواں ہے۔ اس کا پانی نکال کر اس تالاب میں ڈالتے ہیں اور مٹی سے ملا کر کپڑے دھوتے ہیں۔

چاند مسجد پٹن کے موضع چاند سمر میں ایک مسجد تھی۔ جس کی مغربی دیوار میں بارہ دریچے بارہ برجوں کی طرف منسوب بنے تھے۔ اس سے ہلال (نیا چاند) بڑی آسانی سے دکھائی دیتا تھا۔ اور جس برج سے دکھائی دینے کا گمان ہو دیکھنے سے نظر آتا تھا اور کبھی اُس کے خلاف نہیں ہوتا۔ چنانچہ محض شبہ دور کرنے کے لئے ایک دفعہ شتر سوار عالمگیر کے عہد میں احمد آباد آیا، بے مرمت ہو جانے سے چند دریچے ٹوٹ گئے ہیں[۱]

لوہے کی کان سورت کے علاقہ مقام جھگر میں لوہے کی کان ہے۔

مروارید = لوانگر کے بندر دالی میں سمندر سے مروارید نکالتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ پانچ سو روپیہ تک اس کی قیمت ہوتی ہے۔ لوانگر ہی مروارید مشہور ہے۔ احمد آباد میں تاجر بنیا لاکر فروخت کرتے ہیں۔ تاکہ اس سبب سے راجہ کے ملک کو کوئی آفت نہ آئے۔

---

[۱] افسوس کہ اب کچھ بھی نہیں ہے۔ راقم الحروف کو پٹن میں اس کے متعلق دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ صرف ایک دیوار ہے

شورہ کی کان بڈھ نگر کے علاقہ میں ایک قطعہ زمین شورہ زار ہے۔ کہ اُس کی خاک کو باروت بنانے مں استعمال کرتے ہیں۔

سنگ زجاجی کپروبخ میں یہ ہوتا ہے ،جس سے شیشہ گر، کانچ اور چوڑیاں بناتے ہیں لیکن یہ سبز رنگ کا ہوتا ہے۔ سفید نہیں ہوتا۔ اور اسی قصبہ کے پاس ہورندی میں "سنگ باباغوری" ہوتا ہے اور اس طرح ماجھم ندی سے جو پتھر نکلتے ہیں۔ ان دونوں سے قندیلیں بناتے ہیں۔ اور کھنبائت کے عقیق تراش اس سے چھری کے دستے تیار کرتے ہیں۔

لوہے کی دوسری کان کپڑونج اس کی پرانی کان ہے۔ جہاں سے لوہا نکالتے تھے۔ چنانچہ آج کل اس کی نشانیاں باقی ہیں۔ کہتے ہیں کہ اُنہیں دنوں میں لوہے کی کان بھی نکلی ،لیکن لوہاروں نے اس کو پوشیدہ رکھا۔ اور خود اس پر قابض ہو گئے۔ کچھ دنوں کے بعد لوگوں کو معلوم ہوگیا۔ لوہا بنانے والے ڈر کر بھاگ گئے۔ اُسی زمانہ سے لوہا نکلنا بھی بند ہو گیا۔

ماماڈوکری کا پتھر قصبہ ڈبھوی میں پتھر کا ایک قلعہ ہے۔ جس سے سچے اور جھوٹے اس طرح معلوم کئے جاتے ہیں۔ کہ سچا اندر سر داخل کر کے نکال لیتا ہے۔ اگرچہ کتنا ہی بڑا سر ہو۔ اور جھوٹا کتنا ہی چھوٹا سر رکھتا ہو نکال نہیں سکتا۔ جب تک کہ اُس کا حلقہ ڈھیلا نہ کیا جائے اور اُس کا بھید (اصل حقیقت) نہ معلوم کر سکا، اور نہ یہ پتہ لگا۔ کہ یہ پتھر کب یہاں رکھا گیا۔ اور ماماڈوکری کون تھی ؟

تانبا نگر کہتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں بمقام موضع نگرہ کھنبائت سے $\frac{1}{2}$ ۱ کوس پر ایک بہت بڑا شہر تھا۔ کہ اُس کی دیواریں تانبے کی تھیں اور اسی لئے اس کو تانبا نگری کہتے تھے اور اُس کے متعلق عجیب وغریب قصے بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ابھی کبھی کبھی کوئی کنواں کھودتا ہے۔ تو تانبے کی اینٹ نکلتی ہے۔ جس سے اس روایت کی

تصدیق ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کھیڑا اول

کہتے ہیں۔ کہ پہلے زمانہ میں کھیڑا بڑا عظیم الشان شہر ہندؤں کا تھا جس کا نام کھیڑا اول مشہور ہے۔ یہاں راجہ رہتا تھا اور واترک ندی اس کے درمیان سے بہتی تھی۔ راجہ کی بداعمالیوں کے سبب یہ شہر زمین میں دھنس گیا۔ ابھی بھی اس کی اینٹیں نکلتی ہیں۔ جس سے اس کی صحت معلوم ہوتی ہے۔ اس کی اینٹ آدھے بالشت موٹی اور ۱½ بالشت چوڑی اور ایک ہاتھ لانبی، اور بیس سیر وزنی ہے حجروں کی دیواریں دھنسے ہوئے مکانات سالم کے سالم نکلتے ہیں۔ راقم الحروف کو بھی ایک دفعہ اس جگہ کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس مقام پر ایک ایک دو دو نیزہ مٹی چڑھ گئی تھی۔ ایک طرف سے سیلاب نے مٹی کاٹ ڈالی تھی۔ جس کے سبب اندر کی عمارت اور دیواروں کی بنیاد نظر آنے لگی۔ بعض دفعہ لوگ مٹی سے اینٹ نکالنے لگے۔ تو محراب کے نیچے حجرہ برآمد ہوا۔ اور طبقہ ایک دوسرے پر بجنسہ رکھے نظر آئے۔ لیکن زمانہ دراز ہونے کے باعث خاک ہو گئے تھے۔ ہاتھ لگانے سے ٹوٹ جاتے۔ بعض اوقات بارش کے دنوں میں چاندی کے سکے بھی برآمد ہوتے ہیں۔ جس کے ایک جانب گدھے تصویر ہوتی ہے[1]۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ یہ گدھی سنگھ کا سکہ ہے۔ اور پھر اس کے متعلق بڑے عجیب واقعات بیان کرتے ہیں۔ محمد مبارز خاں بابی نے فصیل اس کی گرد بنائی ہے۔ اکثر مکانات جو وہاں بنائے گئے ہیں۔ وہ انھیں اینٹوں سے بنے ہیں۔

پرانا لوہا

احمد آباد کے پاس موضع نرواڑ میں بہت پرانا لوہا زیر زمین ملتا ہے اس کو "منڈور" کہتے ہیں۔ حکیم اور وید اس کو مدبر کر کے مریضوں کو بعض بیماریوں کے دفع کے لئے کھلاتے ہیں۔ اور لوگ دور دور سے آکر اس کو لیجاتے ہیں۔

عجیب درخت

ضلع سورٹھ کوہستان میں جہاں کوئی آبادی نہیں ہے بعض ایسے

[1] شاید وہ "نندی" کی تصویر ہو جس کو وہبی اپر کے راجہ اپنے سکوں پر کھدواتے تھے، مصنف نے اس کو گدھا سمجھا ہو۔

درخت ہیں کہ اگر پرندہ اُوپر سے یا کوئی جاندار اس کے نیچے سے گذرے تو فوراً مرجاتا ہے۔

دندان شکن درخت لوگ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ سورٹھ کے علاقہ میں نذرانہ وصول کرنے کے لئے ایک لشکر گیا ہوا تھا، کوئی سپاہی قضاء حاجت کیلئے جنگل چلا گیا۔ اور مسواک کرنے کے لئے ایک درخت کی شاخ توڑلی، جب مسواک کیا۔ تو اُس کے دانت سب گر گئے۔

عجیب پانی سورٹھ میں موضع اونہ کے پاس ایک کنواں تھا۔ جس کا پانی تلوار کی چمک اور تیزی کو بڑھا دیتا تھا۔ اس کا نام "ساری" تھا۔ ایک دفعہ ایک شخص تلوار کو لیکر بغل میں رکھی اور پیر پر بیٹھ کر چلو سے پانی پینے لگا۔ ذرا زور زانو کا پڑا کہ تلوار غلاف پر تلہ کو کاٹ کر اس کے پیٹ کو زخمی کر گئی اور وہ آدمی مر گیا، اس لئے لوگوں نے اُس کو بھر دیا۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ ابھی بھی اس کی خاک کو تلوار کی آبداری کے کام میں لاتے ہیں۔ غالباً اسی لئے اونہ کی تلوار قدیم زمانہ سے اس ملک میں مشغول ہے۔

جڑی بوٹی راج پیپلہ کے پہاڑوں میں مختلف قسم کی جڑی بوٹیاں ملتی ہیں۔ جو دواؤں میں کام آتی ہیں۔ خاص کر "رکھ روز" ایک درخت ہے۔ جس کو صندل کی طرح گھس کر بیماریوں میں استعمال کرتے ہیں۔

سونے کی خاک کوہ گرنار پر مختلف قسم کے پھل دار اور بے پھل اور جڑی بوٹی مشہور اور غیر معلوم موجود ہیں۔ جو حد و شمار سے باہر ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ اکثر کیمیا کے کام میں لوگ لیتے ہیں۔ اس لئے اکثر سنیاسی جوگی اس کی تلاش میں یہاں سرگرداں رہتے ہیں۔ اس پہاڑ پر بے شمار چشمے بھی ہیں اسی کے پہلو میں "جمیل" ایک پہاڑ ہے۔ کہ اُس کی خاک سے سونا نکالتے ہیں۔ اور موسم برسات میں جب پانی جاری ہوتا ہوا باہر آیا ہے، اور "سون ریکھا" ندی جاری ہوتی ہے تو اس ندی کی ریت سے سونا نکلتا ہے۔

درخت سانپ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کچھ لوگ ان پہاڑوں پر گئے، جہاں خود بیشمار بوٹیاں

تھیں، اور ہر قسم کے پھول پھل لگے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے اس میں سے ایک پھول کو پسند کر کے ایک آدمی نے سونگھا، فوراً سانپ بن گیا۔ اور اپنے ساتھیوں سے وحشت کر کے غاروں میں چلا گیا۔ اسی لئے لوگ بغیر جانے اور معلوم کئے یہاں کے درختوں کے پھل پھول نہ کھاتے ہیں نہ سونگھتے ہیں۔

بھوانی کا مندر لوگ بیان کرتے ہیں کہ بھوانی کا مندر جو گرنار کے بلند ترین چوٹیوں پر ہے اور بڑی مشکل سے وہاں پہنچتے ہیں۔ اگر دس آدمی ایک جا ہو کر پوجا کے لئے جائیں تو ایک اُن میں سے ضرور غائب ہو جاتا ہے۔

عجیب مچھلی جونا گڈھ کے پیچھے جو سمندر ہے۔ اُس میں ایک قسم کی مچھلی ہے۔ جس کو اگر تھوڑی دیر سورج کے سامنے رکھو تو وہ پگھل جاتی ہے۔

سونے کا پانی لوگ کہتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں ایک سیاح فقیر گرنار پر تفریح اور سیر کے لئے گیا۔ ناگاہ ایک چشمہ نظر آیا۔ اس نے قصد پانی لینے کا کیا۔ ایک آواز آئی کہ پانی مت لو۔ چاروں طرف دیکھا۔ کوئی نظر نہ آیا۔ اس نے پھر ارادہ کیا۔ پھر آواز آئی۔ پھر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ اس لئے دوبارہ لینے کا ارادہ کیا۔ ممانعت کی۔ پھر آواز آئی۔ فقیر نے کچھ پرواہ نہ کی۔ اور اپنی تونبڑی میں پانی بھر لیا۔ آواز آئی کہ خیر تو لیتا ہے۔ مگر یہ تیرے نصیب میں نہیں ہے۔ بلکہ ناٹکا کے مقدر میں ہے۔ فقیر پانی لے کر آبادی میں آیا، اور "ناٹکا" نامی ایک بقال کی دوکان پر ٹھیرا۔ تونبڑی کو اُس کی دوکان پر لٹکا دیا۔ اور بقال سے اُس کی حفاظت کی تاکید کی۔ اور خود رفع حاجت کیلئے چلا گیا۔ پانی کے نیچے لوہے کے باٹ وزن کے لئے رکھے تھے، اُس نے دیکھا کہ پانی کے قطرے اس باٹ پر جو گرے تو وہ سب سونے کے ہو گئے، بقال پورا سمجھ گیا۔ سونا اور پانی دونوں کو اُس نے فوراً گھر پہنچایا اور دوکان میں آگ لگا دی، جب شعلے بھڑکے تو لوگوں کو دکھانے کے لئے شور مچایا۔ اتنے میں فقیر آ پہنچا۔ پانی کے متعلق دریافت کیا۔

اُس نے کہا۔ کہ خدا جانے تم کیسا منحوس پانی لائے تھے۔ کہ میری دوکان میں آگ لگ گئی۔ فقیر اس راز سے ناواقف تھا۔ پھر گرنار پر اس چشمہ سے پانی لانے گیا۔ بہت تلاش کیا۔ وہ چشمہ نہ ملا۔ گویا آب حیات کی طرح پوشیدہ ہوگیا۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ سرادکول کے مندر جو بڑی بڑی رقمیں خرچ کر کے بنائے گئے ہیں اور اب تک موجود ہیں۔ وہ سب اُسی کے بنائے ہوئے ہیں۔ اُس کی اولاد آج تک اس ملک میں موجود ہے اور عام لوگوں کی طرح فکرِ معاش میں مشغول ہے۔ **تمام شد** خاتمہ مرأۃ احمدی (تاریخ گجرات) مصنفہ خاں صاحب علی محمد خان بہادر، بقلم محمد اکرم ہندوستانی روز جمعہ ۲۴ رجمادی الثانی ۱۱۷۶ھ

خنم ترجمہ بقلم سید ابوظفر ندوی دسنوی بہاری (عظیم آباد پٹنہ) بتاریخ ۲۲ رجون ۱۹۳۳ء بروز دوشنبہ بوقت عصر، احمد آباد گجرات،

۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۴ء

بالخیر